اردو کا کلاسیکی ادب

قصۂ اگر گل

مرتبہ
خلیل الرحمٰن داؤدی

مجلس ترقیٔ ادب ○ لاہور

بعون صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۷٦

اُردو کا کلاسیکی ادب

قصۂ اگر گل

مرتبہ
خلیل الرحمن داؤدی

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

قصہ اگر گل

★

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جنوری ۱۹۶۷ء

تعداد : ۲۲۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب ، لاہور
مطبع : زرین آرٹ پریس ، لاہور
مہتمم : محمد ذوالفقار خاں
سرورق : مطبع عالیہ ۔ لاہور

فہرست مطالب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	مقدمہ : از خلیل الرحمان داؤدی - - - - -	۱ تا ۲۵
۱-	حمد و نعت و منقبت - - - - - - -	۲۹
۲-	آغازِ داستان - - - - - - - -	۳۱
۳-	پیدا ہونا لعل شہزادے کا منصور شاہ کے گھر سبب کی تاثیر سے اور محمود و اگر کا خوشحال وزیر سے -	۳۴
۴-	شکار کو جانا لعل شہزادے کا وادیِ پُرخار میں اور گرفتار ہونا قید دیو ستمگار میں - - - -	۳۸
۵-	ظاہر ہونا شہزادے پر حال دیو ستمگار کا اور بے قرار ہونا اُس نوگرفتار کا - - - - - -	۴۰
۶-	عاشق ہونا لعل شہزادے کا ماہ پرور پر، تعریف اُس کے حسن کی کبوتر سے سن کر - - - -	۴۱
۷-	طاؤس بننا لال دیو کا شہزادے کے خط اور پیغام پہنچانے کے واسطے ماہ پرور کو - - - -	۴۵
۸-	جانا لعل شہزادے کا محل سرا میں لال دیو کے اور ملاقات ہونی گل سے کہ بیٹا لال دیو کا تھا اور اس کی ماں سے کہ نام اس کا قریش تھا - - -	۴۷
۹-	مطالعہ کرنا ماہ پرور کے نامے کا ، پھر جواب لکھنا شہزادے کا ماہ پرور کو اور ملاقات ہونی لعل شہزادے سے اور محمود وزیر سے - - -	۵۰
۱۰-	جواب معشوق کے خط کا ، عاشق کی طرف سے -	۵۱

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵۴	جواب مضمون خط کا پری کی طرف سے	۱۱
۵۵	خط شہزادے کی طرف سے	۱۲
۵۶	جواب خط کا ، پری کی طرف سے	۱۳
۵۷	آگاہ ہونا منصور شاہ کا محمود کے بھی گم ہو جانے سے اور تخت پر بٹھانا وزیر کی دختر کو کہ نام اس کا اگر تھا	۱۴
۵۸	معلوم ہونا حال جوگی صاحب کے کمال کا اور فائدہ مند ہونے کا اگر شاہ کو ان کی ملاقات سے از روے علم نجوم کے	۱۵
۶۱	داستان شہریار وزیر کی جو راجا باسک کی بیٹی پر عاشق تھا کہ اگر شاہ نے کس ہمت سے عاشق و معشوق کو ملایا	۱۶
۶۷	بیاہ ہونا لعل شہزادے کا ماہ پرور کے ساتھ لال دیو کی کوشش و تدبیر سے	۱۷
۷۲	رخصت ہونا دلھن کا اپنے ماں باپ سے اور مراجعت کرنا شہزادے کا لال دیو کے باغ میں	۱۸
۷۳	دوبارہ قریش اور گل بادشاہ کا شادی کرنا لعل شہزادے کی اور ظاہر ہونا عشق گل کا اگر سے	۱۹
۷۷	بیان دردِ سر کا جوگی صاحب کے اور سرگرداں پھرنا اگر صاحب کا تدبیر علاج میں	۲۰
۷۸	جانا اگر شاہ کا جوگی صاحب کی محل سراؤں میں اور ملاقات ہونی ان کے محلات سے	۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲-	جانا اگر شاہ کا شاہ لالہ کے باغ میں اور لانا عجوبہ پری معشوقہ جواہر وزیر کی اور پانا پھول شاہ لالہ کے باغ کا اور حمید وفادار اور اسپ خوش رفتار کا - - - - - - - - -	۸۰
۲۳-	سیر کو جانا اگر شاہ کا جوگی صاحب اور اُن کے محلات کے ساتھ مع موتی رانی اور عجوبہ پری کے اور ملاقات سیمرغ کی اور خبر پانی شہباز کی اسی سے ، پھر آوارگی شہباز کی تلاش میں - - -	۸۶
۲۴-	جانا اگر شاہ کا گل بادشاہ کے مکان میں جذب صادق سے اور کھانا کھلانا اس کو - - - - - -	۹۲
۲۵-	اگر شاہ نے ایک مکان گل بادشاہ کے مکان کی نقل بنایا ، گویا نقل مکان کر دکھایا - - - -	۹۵
۲۶-	سیر دریا میں دیکھنا سروآسا کی سواری کا بہ‌حالت عجیب اور دریافت کرنا اس کا بسنت وزیر سے - -	۹۷
۲۷-	جانا اگر شاہ کا سرو آسا کے ملک میں اور راضی کرنا اس کو عقد پر پہلی صحبت میں - - - - -	۱۰۱
۲۸-	بدّھی پہنانا گل بادشاہ کا اگر صاحب کو سوداگر بن کر شہر خشخاش میں - - - - - - -	۱۰۵
۲۹-	عاشق ہونا محمود وزیر کا خواہرِ گل بادشاہ گلنار پری پر اور راضی کرنا لعل شہزادے کا لال دیو کو اس کی مواصلت پر - - - - - - -	۱۰۶
۳۰-	ملاقات ہونی لعل شہزادے اور محمود وزیر کی منصور شاہ اور خوشحال وزیر سے اور نسبت ہونی گل بادشاہ کی اگر صاحب کے ساتھ اُن کی تدبیر سے -	۱۱۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۳۱-	دوبارہ شادی ہونا گلنار اور محمود کی اور شریک ہونا منصور شاہ اور خوشحال اور جوگی اور اگر صاحب کا برات میں - - - - - -	۱۱۵
۳۲-	جانا اگر شاہ کا اپنے ماموں کے سلک میں اور فتح کرنا اس لڑائی کا فضل خدا سے - - - - -	۱۱۹
۳۳-	روانگی چوتھی کی دلھن کے گھر سے اور جدا ہونا گل بادشاہ کا اگر صاحب سے - - - - - -	۱۲۲
۳۴-	جانا اگر شاہ کا گل بادشاہ کے ملک میں اور حظ اٹھانا وہاں کی سیر سے - - - - - - -	۱۲۶
۳۵-	خبردار ہونا اگر صاحب کا گل بادشاہ کی بے قراری سے اور طعام لے جانا وہاں کو - - - - -	۱۲۹
۳۶-	حیران ہونا اگر شاہ کا معمائے 'باز است و طعمہ نیست' سے اور تحقیق اس کی زلیخا سے - - - - -	۱۳۱
۳۷-	روشن رائے پری کے ملک میں جانا اور وہاں پتھر کا ہو جانا اگر صاحب کا - - - - - - -	۱۳۳
۳۸-	ظاہر ہونا حال اگر صاحب کے گم ہونے کا اور بے قراری میں جان کھونا ہر ایک کا - - - -	۱۳۷
۳۹-	جانا شہباز کا اور ہمراہ لے آنا اس طاؤس طناز کا -	۱۴۰
۴۰-	دریافت ہونا ، آنا ماہ تاباں کا شہباز پر اور بگلے کا لہو ملنا اس طاؤس طناز پر اور ہیئت اصلی پر آنا اگر صاحب کا ، پھر شادی ہونا روشن رائے سے -	۱۴۱
۴۱-	معاودت اگر شاہ کی اپنے شہر میں اور پہلے جانا گل بادشاہ کے گھر میں - - - - - -	۱۴۵

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
۴۲-	چوگان بازی کرنا اگر شاہ کا اور تختِ ہوا سے زمین پر گرنا گل بادشاہ کا - - - - - -	۱۴۹
۴۳-	جانا اگر صاحب کا طبیب کے بھیس میں گل بادشاہ کے دیس میں - - - - - - - - -	۱۵۰
۴۴-	اگر صاحب کا جشن ترتیب دینا ، صحبت احباب سے حظ اٹھانا ، گل شاہ کو عورت بنانا - - - -	۱۵۶
۴۵-	افلاطون کا مبتلا ہونا اس گل اندام سے اور منعقد ہونا اس خوش خرام سے - - - - - - -	۱۵۹
۴۶-	عسکری پہلوان نے ہرن کے گلے میں اگر صاحب کا ہار دیکھا ، بےقرار ہوا ، سودائے عشق گلے کا ہار ہوا ، لشکر لے کر اگر صاحب کی خواست گاری کو آیا ، آخر ذلیل و خوار ہو کر پھر گیا - - - -	۱۶۱
۴۷-	خبردار ہونا لال دیو کا گل شاہ کی بے قراری سے اور تدبیر کرنی اُس کے وصل کی بہت ہوشیاری سے -	۱۶۴
۴۸-	جانا لعل شہزادے کا مع محمود وزیر ، شہر خشخاش کو ، واسطے بود و باش کے - - - - - -	۱۶۷
۴۹-	جانا لال دیو کا واسطے درخواستِ وصلتِ عاشق و معشوق کے منصور شاہ کی خدمت میں اور راضی ہونا بادشاہ کا مقدمۂ مناکحت میں - - - - -	۱۶۹
۵۰-	طانچہ مارنا اگر صاحب کا شغلِ چوگان بازی میں افلاطون کو اور ملال ہونا گستاخیِ افلاطون سے عاشقِ مفتون کو - - - - - - - -	۱۷۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ

۵۱- جانا اگر صاحب کا گل شاہ کی خواب گاہ میں اور
عوض لینا طمانچے کا اس رسم و راہ میں - - - ۱۷۳
۵۲- خوش طبعی کرنا اگر صاحب کا گل بادشاہ سے پُتلی
طلسم کی لا کر اور حیران و متعجب ہونا گل شاہ
کا اس سے شرما کر۔ - - - - - - - ۱۷۵
۵۳- بیانِ تزویج و مناکحتِ طالب و مطلوب و عقد و وصلِ
حبیب و محبوب - - - - - - - - ۱۷۸
۵۴- جوگی صاحب کو غنیم سے شکست فاش ہوئی ، اگر
صاحب نے اس ملک میں آن کر اس کی پاداش کی۔ ۱۸۴
۵۵- وصل کی داستان اور اس کے سامان کا بیان - - ۱۸۵

مقدمه

از

خلیل الرحمان داؤدی

مقدمہ

مؤلف :

اس انتہائی مشہور و معروف قصے کے مؤلف یا مترجم کا نام معلوم نہیں ہے ۔ داستانوں پر تحقیقی کام کرنے والے اور پی ایچ ۔ ڈی کے مقالہ نگار بھی اس سلسلے میں عاجز نظر آتے ہیں ۔ کتاب میں بھی کوئی ایسی واضح داخلی شہادت موجود نہیں ہے جس سے مؤلف کا نام متعین کیا جا سکے ۔ اس موضوع پر سب سے پہلے ڈاکٹر گیان چند جین نے توجہ فرمائی ۔ انھوں نے ڈاکٹریٹ کے لیے ایک مبسوط مقالہ بعنوان 'شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں' قلم بند فرمایا جسے انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی نے ۱۹۵۴ع میں شائع کیا ہے ۔ اس مقالے میں ڈاکٹر گیان چند فرماتے ہیں : ''قصۂ اگرگل : اس کے مترجم عاصی ہیں ۔ اس کے دیباچے میں مصنف نے اپنے لیے عاصی کہا ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مصنف کا تخلص نہ ہو بلکہ اس نے عاجزی میں اپنے لیے عاصی کہا ہو ۔ لیکن بلوم ہارٹ نے بھی یہی نام دیا ہے اور نولکشور پریس کے اشتہار میں بھی یہی دیا رہتا ہے ۔ غالباً یہ نواب محمد تقی ہوس لکھنوی کے شاگرد ہیں کیوں کہ دیباچے میں لکھتے ہیں : ''بقول استاد

ہوس ہم ہیں اثنا عشر کے غلام
برابر ہیں اپنے تو بارہ امام''

کتاب کے آخر میں یہ شعر دیا ہے :

الٰہی بحق شہِ انبیاء
تو کر عفو ناصر کے جرم و خطا

اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید مصنف کا نام ناصر ہے لیکن یہ لازمی نہیں کہ یہ شعر مصنف ہی کا ہو[1] ۔''

ڈاکٹر گیان چند اس کتاب میں ایک اور مقام[2] پر فرماتے ہیں:
''قصہ' اگر گل : فارسی میں اسے کئی شخصوں نے لکھا، اردو میں عاصی نے ترجمہ کیا ۔''

ڈاکٹر گیان چند کی اس مبسوط کتاب میں 'اگر گل' کے مؤلف کے متعلق صرف یہی چند جملے پائے جاتے ہیں ۔ ڈاکٹر گیان چند جین جس بنا پر عاصی کو اس کا مصنف بتاتے ہیں، وہ اس کتاب کے آغاز میں نعتیہ کلام کے آخری شعر پر مبنی ہے ۔ وہ آخری شعر یہ ہے :

سراپا نور یزداں وہ شہِ لولاک ہیں عاصی
مرا کیا منہ کروں گر دعویٔ نعت اور ثناخوانی

لیکن توجہ طلب امر یہ ہے کہ اس نعتیہ کلام سے پہلے شاعر نے کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ یہ مؤلف، مصنف یا مترجم کا اپنا کلام ہے اور اس کا تخلص عاصی ہی ہے ۔ ایسی کتابوں میں اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مصنف یا مؤلف جب اپنے اشعار لکھتا ہے تو ان سے پہلے 'لمولفہ' یا 'لمصنفہ' یا محض 'مؤلف' کے الفاظ ضرور لکھ دیتا ہے ۔ ان الفاظ کے بغیر اشعار اگر درج کیے جائیں اور ان میں مقطع موجود ہو، تو محض تخلص سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کہ وہی اس کتاب کا مصنف بھی ہے ۔ مصنف کو اپنا نام واضح

۱- شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں، مطبوعہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی ۱۹۵۴ع، ص ۳۰۸ ۔

۲- شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں، مطبوعہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی ۱۹۵۴ع ، ص ۴۸۰ ۔

کرنے کا موقع ہاتھ آیا اور اس نے عمداً اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ حمد و نعت کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں:

”اب یہ بندۂ خاکسار، ذرۂ بےمقدار ہیچ خدمت سامعینِ نکتہ پرور اور شائقینِ سخن گستر کے حکایتِ رنگین اور داستان خوش آئین کو کہ نام اس کا قصہ 'اگر گل' ہے، حسب فرمائش احباب کے زبان فارسی سے بیان اُردو میں جلوۂ نو دیتا ہے[1]۔“

اس کے فوراً بعد داستان شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے اپنا نام عمداً ظاہر نہیں کیا۔

ڈاکٹر گیان چند کی دوسری بات سے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ غالباً یہ نواب محمد تقی ہوس لکھنوی کے شاگرد ہیں کیوں کہ دیباچے میں 'بقول اُستاد' کے تحت ہوس کا ایک شعر موجود ہے۔ قرائن سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے: یہ قصہ لکھنؤ کی سر زمین کی پیداوار ہے اور ہوس کے عہد کا ہی معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہ عین ممکن ہے کہ اس کا مترجم ہوس کا کوئی شاگرد ہو۔ نواب مرزا محمد تقی خان خلف نواب مرزا علی خان بن نواب سالار جنگ باشندۂ فیض آباد لکھنؤ میں مقیم تھے اور مصحفی کے شاگرد تھے۔ ان کی مثنوی 'لیلیٰ مجنوں' بہت مشہور ہے۔ لیکن افسوس اس کا ہے کہ کسی تذکرہ نگار نے بھی قصہ 'اگر گل' کے مترجم کو ہوس کے شاگرد کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ ڈاکٹر گیان چند نے قصہ 'اگر گل' کے خاتمے کے شعر پر بھی توجہ کی ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

الٰہی بحق شہِ انبیاء
تو کر عفو ناصر کے جرم و خطا

اور کہا ہے:

” اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید مصنف کا نام ناصر ہے لیکن یہ لازمی نہیں کہ یہ شعر مصنف ہی کا ہو۔“

۱۔ قصہ 'اگر گل' مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۲۹ع، ص ۳۔

ڈاکٹر گیان چند نے جو دلیل اس کا مصنفہ ناصر نہ ہونے کے لیے دی ہے، وہی دلیل عاصی کے لیے بھی دی جا سکتی ہے - ڈاکٹر صاحب بھی نعتیہ کلام کے آخری شعر میں عاصی کا لفظ آ جانے سے اس کا مصنف عاصی کو قرار دیتے ہیں - اسی طرح خاتمے کے اس شعر سے اس کا مصنف ناصر بھی قرار دیا جا سکتا ہے، بلکہ ناصر کے لیے قرائن زیادہ موزوں ہیں - میں نے بہت کوشش کی کہ عاصی یا ناصر میں سے کوئی اس داستان کا مؤلف قرار پا جائے لیکن حتمی طور پر اس کا فیصلہ نہیں کر سکا - تذکرے اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرتے - اس میں شک نہیں کہ اس داستان میں اشعار کی کثرت مؤلف کی طبع وقاد کے نتائج ہیں، لیکن تذکروں میں ان تخلصوں کے تحت جو اشعار ملے ہیں، ان سے اس داستان کا کوئی شعر مطابق نہیں ہوتا - عاصی تخلص کے کم از کم ۸ شاعر ہمیں معلوم ہیں[۱] - وہ یہ ہیں :

۱- عاصی، منشی امداد حسین خلف سبحان علی خاں شاگرد ناسخ -

۲- عاصی تخلص ایک شخص رامپوری کا ہے جس کا کچھ حال معلوم نہ ہؤا -

۳- عاصی تخلص شیخ بنگالی باشندۂ ڈھاکہ -

۴- عاصی تخلص نور محمد باشندۂ برہان پور دکھن -

۵- عاصی تخلص منشی صدرالدین اکبرآبادی -

۶- عاصی تخلص لالہ سالکرام ناظر عدالت فوجداری لکھنؤ -

۷- عاصی تخلص منشی جمعیت رائے نائب سررشتہ دار عدالت فوجداری فرخ آباد خلف لالہ کسیری داس باشندۂ اوگر پور -

---

۱- سخن شعراء، مؤلفہ عبدالغفور نساخ، مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۵ع، صفحات ۳۲۰ و ۳۲۱ -

۸۔ عاصی تخلص گھنشام رائے کایستھ مقیم دہلی شاگرد نصیر۔
اسی طرح ناصر تخلص کے کم از کم ۶ شاعر ہیں[1] :

۱۔ ناصر تخلص سید ناصر نواب دہلوی خلف خواجہ محمد ناصر امیر نواسہ خواجہ میر درد شاگرد مرزا قربان علی بیگ سالک ۔
۲۔ ناصر تخلص مرزا امجد علی بیگ خلف مرزا احمد بیگ دہلوی شاگرد مرزا قادر بخش صابر ۔
۳۔ ناصر تخلص سعادت خان خلف رسالت خان متوطن نگینہ، مقیم لکھنؤ ، شاگرد مرزا محمد حسن مذنب مرثیہ گو۔
۴۔ ناصر تخلص نواب ناصر جنگ خلف نواب مظفر جنگ بنگش ، ۱۲۲۸ھ میں انتقال کیا ۔
۵۔ ناصر تخلص میر ناصر علی خلف مرزا محمد علی باشندۂ فتح پور ہنسوا ، شاگرد اکرام علی توانا ۔
۶۔ ناصر تخلص ابو محمد ولد سید اکرام علی برادر ابو تراب انسخ باشندۂ لکھنؤ شاگرد عرش ۔

لیکن نہ تو ان میں سے کوئی عاصی ہے اور نہ ان میں سے کوئی ناصر معلوم ہوتا ہے ۔ سید وقار عظیم صاحب نے بھی قصہ 'اگر گل' پر توجہ فرمائی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں[2] :

''قصہ 'اگر گل' اصل میں فارسی میں لکھا گیا ۔ اُردو میں اس کا ترجمہ عاصی یا عاجز نام کے ایک صاحب نے کیا ۔''

معلوم نہیں وقار عظیم صاحب نے 'عاجز' کا نام کہاں سے نکال لیا ۔ کتاب میں تو 'عاجز' کا نام موجود نہیں ہے ۔ وقار عظیم

۱۔ سخن شعراء ، مولفہ عبدالغفور نساخ ، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۵ء ، صفحات ۳۹۷ ، ۳۹۸ ۔

۲۔ ہماری داستانیں ، ناشر اردو مرکز لاہور ، طبع دوم ، ۱۹۶۴ء ، صفحہ ۴۳۸ ۔

صاحب نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا ہے جس کی بنیاد پر عاجز کو اس کا مترجم قرار دیا جا سکے ۔ (ایسے متنازعہ مسئلے میں اس قسم کی سنگین بات لکھتے ہوئے حوالہ ضرور دینا چاہیے) ۔

مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب نے بھی قصۂ 'اگر گل' کا مصنف عاصی ہی کو قرار دیا ہے ۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (کتب خانۂ آصفیہ) حیدر آباد دکن کی اُردو قلمی کتابوں کی فہرست جلد اول مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۶۱ع کے صفحہ ۱۵۱ پر قصۂ 'اگر گل' موجود ہے ۔ یہ فہرست ہاشمی صاحب نے مرتّب کی ہے ۔ اس نسخے کی کیفیت یہ درج کی ہے :

"(۳۲۵) قصۂ 'اگر گل'، صفحہ ۲۲۰ ۔ مصنف عاصی ، تاریخ تصنیف قبل ۱۲۶۳ھ ، تاریخ کتابت ۱۲۹۰ھ ۔ قصۂ 'اگر گل' کے مصنف کے حالات کسی نے قلم بند نہیں کیے ہیں ۔

آغاز : کیا کیجیے بیاں اس کے وجوب قدم کا
طاقت نہ زباں کی نہ مقدور قلم کا

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -
- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

اختتام : کہیں خطا ہو تو معاف رکھنا اور صلاح سے دریغ نہ کرنا ، کیوں کہ آدمی ہوں ، کچھ فرشتہ نہیں ۔

ترقیمہ : تمام شد بہ سلخ رجب المرجب روز سہ شنبہ سہ پہر روز گذشتہ باتمام رسید از دست واصلاہی برائے امیر بی نوشتہ شد ۱۲۹۰ھ ۔"

اس کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ کے کتاب خانے میں موجود ہے ۔"

نصیرالدین ہاشمی صاحب نے جو تفصیلات دی ہیں ، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نسخہ بالکل مختلف ہے ۔ کتب خانۂ آصفیہ کے

مخطوطے کا آغاز اور اختتام موجودہ نسخے سے بالکل مختلف ہے۔ میں جس نسخے سے بحث کر رہا ہوں ، وہ دوسرا نسخہ ہے ، یعنی ڈاکٹر گیان چند ، سید وقار عظیم صاحب اور میرے سامنے جو قصۂ 'اگر گل' ہے اور جس کا مصنف عاصی بتایا جاتا ہے ، وہ قصہ کتب خانۂ آصفیہ کے مخطوطے سے بالکل مختلف ھے۔ معلوم نہیں ہاشمی صاحب نے اسے وہ قصۂ 'اگر گل' کیوں سمجھ لیا جو عاصی کے نام سے منسوب ہو رہا ہے اور جس کی تاریخ تصنیف ۱۲۶۳ھ سے قبل بتائی جاتی ہے۔

ہاشمی صاحب نے زحمت کرکے وہ مشہور داستان جو 'قصۂ اگر گل' کے عنوان سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے ، مطالعہ نہیں فرمائی ، ورنہ آن پر واضح ہو جاتا کہ مطبوعہ نسخے کا آن کے مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اگر انھوں نے مطبوعہ نسخہ مطالعہ فرمایا تھا تو انہیں مطبوعہ نسخے اور مخطوطے کا فرق واضح کرنا چاہیے تھا اور یہ بتانا چاہیے تھا کہ قصۂ 'اگر گل' جو مطبوعہ صورت میں ملتا ہے ، وہ اس مخطوطے سے مختلف ہے۔ بہرحال ہاشمی صاحب نے دیکھا کہ یہ 'اگر گل' کی داستان ہے اور سمجھے کہ یہ وہی داستان ہے جو مطبوعہ صورت میں ملتی ہے۔ چناں چہ مصنف کے نام اور سن تصنیف کے متعلق مخطوطے کا مطالعہ کرنے کے بجائے مطبوعہ داستان کے مصنف اور سن تصنیف کو لکھ دیا جو عام طور پر مشہور تھا کہ یہ عاصی کی تصنیف ہے ، جو ۱۲۶۳ھ سے قبل کی ہے۔ کیوں کہ غالباً ڈاکٹر گیان چند جین کو قصۂ 'اگر گل' کا کوئی مطبوعہ نسخہ ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ع) کا ہاتھ آ گیا تھا اور انھوں نے اس مطبوعہ نسخے کی بنیاد ہی پر یہ نتیجہ نکالا تھا کہ یہ قصہ ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ع) سے قبل تصنیف ہوا ہے۔ وہی بات ہاشمی صاحب نے اپنے یہاں کے مخطوطے پر جڑ دی۔

بہرحال اس سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ کتب خانۂ آصفیہ

کا مخطوطہ قصۂ 'اگر گل' کا ایک اور اُردو متن ہے جو قصۂ 'اگر گل' مطبوعہ سے مختلف ہے۔

قصۂ 'اگر گل' کا ایک اور مخطوطہ کتب خانۂ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد میں موجود ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں :[1]

''اگر گل : اوراق ۱۶۴ ، زمانۂ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ ، کاتب عبدالغفور ، سن کتابت ۱۲۸۴ھ ۔ یہ ضخیم قصہ دکھنی نثر میں ہے ۔ اس میں مصنف اور سن تصنیف کی وضاحت نہیں کی گئی ہے اوائل تیرھویں صدی کی زبان معلوم ہوتی ہے ۔ عام کتابوں کی طرح اس میں حمد و نعت کے مضامین نہیں ہیں بلکہ ساتھ ہی قصہ شروع کر دیا ہے ، جو شہر خشخاش کے بادشاہ فیروز شاہ کے واقعے سے آغاز ہوتا ہے . . . ۔

آغاز : بندے سے ثنا حضرت اُستاد کی کیا ہو
مظہر ہے خداوند کی وہ شان اتم کا

راویان اخبار و ناقلان آثار خوشہ چینی والے اور سخن جاننے والے زمانۂ پیشین کے ایسا بیان لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا بہت بڑا ، بادشاہ عادل اور نام اس کا فیروز شاہ . . .

اختتام : خدا جانے سچ ہے یا جھوٹ ، واللہ اعلم بالصواب ۔ گناہ بر گردنِ راوی ۔ اگر راست ہے تو اللہ کے فضل و کرم سے ایسا عشق پاک بندوں کے نصیب کرے ، برکت سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ۔ جو صاحب کہ اس قصے کو پڑھیں

۱۔ 'تذکرۂ اُردو مخطوطات' جلد اول ، مرتّبہ سید محی الدین قادری زور ، صفحہ ۲۰۵ ۔

یا ملاحظے میں لاویں تو سہو یا خطا ہووے تو
معاف رکھنا اور صلاح سے دریغ نہ رکھنا۔

ترقیمہ: ہٰذا قصہ 'اگر گل' بتاریخ ہفدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۸۴ھ نبوی بروز چہار شنبہ مابین الظہر والعصر بخط زشت عبدالغفور حلیہ اتمام پوشید۔

یہ قلمی نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے . . .''

ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے محوّلہ بالا مخطوطے کی کیفیت معلوم ہونے پر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ مخطوطہ اس مشہور داستان سے بالکل مختلف ہے جو مطبوعہ صورت میں ملتی ہے اور ڈاکٹر گیان چند جین، سید وقار عظیم صاحب اور میرے سامنے موجود ہے۔ زور صاحب نے مطبوعہ داستان کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ جب یہی داستان 'قصہ اگر گل' کے عنوان سے متعدد بار طبع ہو چکی ہے تو زور صاحب کو اس پر توجہ دینی چاہیے تھی اور یہ بتانا چاہیے تھا کہ اگرچہ قصہ ایک ہی ہے لیکن جو قصہ مطبوعہ صورت میں ملتا ہے وہ کسی اور مصنف کا ہے اور یہ مخطوطہ دوسرے مصنف کا ہے۔ بے شک قصہ ایک ہی ہے لیکن مطبوعہ نسخہ زبان و بیان کے اعتبار سے اس مخطوطے سے بالکل مختلف ہے اور اس کا مصنف بھی مختلف ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اس مخطوطے کا سن تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ قرار دیا ہے۔ معلوم نہیں یہ کس شہادت کی بنا پر ہے۔ زور صاحب کو یہ بتانا چاہیے تھا کہ وہ اس مخطوطے کو ۱۲۵۰ھ سے قبل کا کیوں سمجھتے ہیں، جب کہ اس پر سن کتابت ۱۲۸۴ھ درج ہے۔ تعجب ہے کہ ادارۂ ادبیات اردو کے مخطوطات کی جس فہرست میں اس قصے

کی تفصیلات درج ہیں ، اس کے اشاریے میں اسے قصۂ منظوم بتایا گیا ہے حالانکہ تفصیلات سے واضح ہے کہ یہ قصہ دکھنی نثر میں ہے ۔

نصیرالدین ہاشمی کی تفصیلات اور ڈاکٹر محی الدین زور کی کیفیات سے یہ پتا چلتا ہے کہ کتب خانۂ آصفیہ کا مخطوطہ اور ادارۂ ادبیات اردو کا مخطوطہ بھی ایک دوسرے کے مطابق نہیں ہیں ، بلکہ قصۂ 'اگر گل' کے یہ دونوں مخطوطات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ وہ دونوں مخطوطات میرے سامنے نہیں ہیں ۔ تعجب ہے کہ حیدر آباد میں رہتے ہوئے ہاشمی صاحب اور زور صاحب دونوں حضرات کی ان دونوں مخطوطات تک رسائی بھی ممکن تھی اور مطبوعہ نسخہ بھی عام تھا ؛ ایسی صورت میں ان حضرات نے ان تینوں متون کے باہمی اختلافات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی ۔ مجھے ان بزرگوں کی مرتّبہ فہرستوں سے ان مخطوطات کی کیفیت معلوم ہوئی ہے ۔ وہ مخطوطات میرے سامنے نہیں ہیں ۔ ان کیفیتوں سے ایک نظر میں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ دونوں مخطوطے بھی آپس میں مختلف ہیں اور مطبوعہ نسخہ ان دونوں سے مختلف ہے ، یعنی یہ تینوں متن ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ جس طرح مطبوعہ داستان کے مصنف (مترجم یا مؤلف) کا نام اور سنِ تصنیف کا پتا نہیں چل سکا ، اسی طرح ان دونوں مخطوطات کے مصنفین (مترجمین یا مؤلفین) یا سنین تصنیف کا پتا چلانا بھی اس وقت ممکن نہیں ہے ۔

زمانۂ تالیف :

قصۂ ' اگر گل' کا زمانۂ تالیف متعین کرنے کے سلسلے میں اس قصے کے متن سے کوئی امداد نہیں ملتی ۔ پوری کتاب میں کوئی

ایسی داخلی شہادت موجود نہیں ہے جس سے سن تالیف کے متعلق کوئی رائے قائم کی جا سکے - ہوس لکھنوی کے شاگرد کی حیثیت سے مؤلف کا زمانہ تیرھویں صدی ہجری کے نصف اول کا ہو سکتا ہے - ڈاکٹر گیان چند جین کو یقینی طور پر اس قصے کا کوئی مطبوعہ نسخہ ہاتھ آیا جو لکھنؤ سے ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا تھا - غالباً اسی کی بنیاد پر ڈاکٹر گیان چند جین نے لکھا ہے[1] :

"قصہ 'اگر گل' : یہ ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوا -"

اور غالباً ڈاکٹر گیان چند جین ہی کے اس جملے کو سید وقار عظیم صاحب نے اپنے یہاں نقل کر لیا ہے[2] :

"یہ قصہ پہلے پہل ۱۸۴۶ع میں لکھنؤ سے شائع ہوا -"

کیوں کہ سید وقار عظیم صاحب نے اپنا مضمون جس نسخے کو سامنے رکھ کر لکھا ہے ، وہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۹۲۹ع میں شائع ہوا تھا - اس نسخے کے علاوہ وقار عظیم صاحب نے اور کسی نسخے کا حوالہ نہیں دیا ، اس لیے میں قیاس کرتا ہوں کہ یہ ۱۸۴۶ع والی بات ڈاکٹر گیان چند جین کے یہاں سے لی ہے -

ڈاکٹر گیان چند صاحب یہ تو لکھتے ہیں کہ یہ ۱۸۴۶ع میں لکھنؤ سے شائع ہوا لیکن اس کی تفصیلات نہیں بتاتے کہ کس مطبع سے شائع ہوا اور وہ نسخہ انھوں نے کہاں دیکھا ہے یا کس جگہ سے اس اشاعت کا حال پڑھا ہے -

ڈاکٹر گیان چند صاحب کی تحریر ہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نصیرالدین ہاشمی صاحب نے 'اگر گل' کے مخطوطہ مخزونہ کتاب خانہ

۱- 'شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں' ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۲۰۸ -

۲- 'ہماری داستانیں' ناشر اردو مرکز لاہور طبع دوم ۱۹۶۴ع، صفحہ ۴۳۸ -

آصفیہ[1] کی تاریخ تصنیف قبل ۱۲۶۳ھ لکھی ہے ، حالانکہ ہاشمی صاحب نے اس مخطوطے کا جو آغاز اور اختتام دیا ہے وہ اس نسخے سے بالکل مختلف ہے جس کا ذکر ڈاکٹر گیان چند جین نے کیا ہے ۔ لیکن ہاشمی صاحب نے اس بات کو محسوس نہیں کیا کہ وہ ایک بالکل مختلف تصنیف کا سن بتا رہے ہیں جس کا اس مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

بہرحال ڈاکٹر گیان چند جین اتنے غیر محتاط آدمی نہیں ہیں کہ وہ تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیتے کہ قصہ 'اگر گل' لکھنؤ سے ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا ۔ اس لیے ہمیں ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے پر اعتماد کرنا پڑے گا ۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ یہ قصہ ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوا ، یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ سے قبل لکھا گیا ہے ۔ سن تالیف کے سلسلے میں اس سے زیادہ قیاس کو استعمال نہیں کیا جا سکتا کہ یہ قصہ تیرھویں صدی ہجری کے نصف اول کی تالیف ہے اور ۱۲۶۳ھ میں لکھنؤ سے شائع بھی ہوا تھا ۔

ماخذات اور دیگر نسخے :

قصہ 'اگر گل' کے مؤلف نے قصے کے آغاز میں خود صراحت کر دی ہے کہ یہ قصہ اس کا طبع زاد نہیں ہے ، فارسی قصے کا ترجمہ ہے : ''نام اس کا قصہ 'اگر گل' ہے ، حسب فرمائش احباب کے زبان فارسی سے بیان اردو میں جلوۂ نو دیتا ہے[2] ۔'' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے میں اس درجہ تصرف کیا ہے کہ اس کی حیثیت ایک تالیف کی ہو گئی ہے ۔ اگر اس کی وضاحت نہ کی جائے کہ یہ

۱۔ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات کی فہرست ، مرتبہ نصیرالدین ہاشمی ، مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۶۱ع ، جلد اول ، صفحہ ۱۵۱ ۔

۲۔ قصہ 'اگر گل' مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۲۹ع ، صفحہ ۳ ۔

فارسی متن کا ترجمہ ہے تو اس کی زبان اور بیان کے اعتبار سے یہ ایک طبع زاد قصہ معلوم ہوتا ہے ، اسی لیے میں اسے محض ترجمہ کہنے کے بجائے 'تالیف' سمجھتا ہوں اور اس کے مترجم کو مؤلف۔

اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ یہ ایک فارسی قصے کا ترجمہ ہے لیکن افسوس ہے کہ کسی نے اس کے فارسی متن کی نشان دہی نہیں کی ۔ ڈاکٹر گیان چند جین کی تصریحات کے مطابق صرف دو فارسی قصے موجود ہیں[1] : پہلا قصہ رام پور میں محفوظ ہے ، اس کا نام ''قصۃ الجواہر'' اور سن کتابت ۱۱۷۹ھ ہے ۔ دوسرا قصہ ''شہنشاہِ عادل'' کے نام سے انجمن ترقی اردو کے کتاب خانے میں ہے ۔ اس کے علاوہ اور کچھ تفصیل ان دونوں فارسی متون کی نہیں دی ہے اور نہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جس قصۂ 'اگر گل' کو عاصی کا بتاتے ہوئے لکھنؤ سے ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں طبع ہونا ظاہر کرتے ہیں ، کس فارسی متن کا ترجمہ ہے ۔ ایک اور جگہ ڈاکٹر گیان چند فرماتے ہیں[2] :

''فارسی میں اس کا نام 'قصۃ الجواہر' اور 'شہنشاہ عادل' بھی ملتا ہے ۔ فارسی نسخے اٹھارھویں صدی کے نصف تک ملتے ہیں ۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے دونوں متون ایک ہی ہیں اور قصۂ 'اگر گل' اردو جو عاصی سے منسوب ہے ، وہ بھی انھی نسخوں کا ترجمہ ہے ۔ لیکن یہ بات کھل کر کہنی چاہیے تھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے وہ دونوں فارسی نسخے خود نہیں دیکھے بلکہ ان کی کیفیت معلوم کی

۱۔ 'شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں' مطبوعہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۶۰۲ ۔

۲۔ 'شمالی ہند میں اردو کی نثری داستانیں' مطبوعہ انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۲۰۸ ۔

ہے ، ورنہ ان کا تقابلی مطالعہ کر کے یہ واضح طور پر لکھتے کہ اُردو کا قصہ ان کا براہ راست ترجمہ ہے اور فارسی کے وہ دونوں قصے ایک ہی ہیں ۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب نے جن فارسی متون کی نشان دہی کی ہے ، وہ میرے خیال میں دو مختلف اصحاب کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے متون مختلف ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ مروّجہ قصہ 'اگر گل' انھی میں سے کسی متن کا ترجمہ ہو ۔

اُردو زبان میں قصہٗ 'اگر گل' کا محض یہی ایک متن نہیں ہے جو عاصی سے منسوب کیا گیا ہے اور نولکشور سے چھپتا رہا ہے ۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر گیان چند جین نے دو دکھنی متون کی[1] نشان دہی کی ہے : پہلا نسخہ دکھنی نظم میں سائل کا ہے اور انجمن ترقی اُردو کے کتاب خانے میں محفوظ ہے ۔ دوسرا نسخہ دکھنی نثر کا ہے جو ۱۲۸۴ھ کا مکتوبہ ہے اور ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد میں موجود ہے ۔ ادارۂ ادبیات اُردو کے نسخے کے متعلق ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے جو کچھ فہرست اُردو مخطوطات میں لکھا ہے ، میں اس پر بحث کر چکا ہوں ۔ وہ نسخہ ہمارے نسخہٗ زیر بحث (قصہٗ 'اگر گل' مطبوعہ نولکشور) سے بالکل مختلف ہے ۔ ان نسخوں کے علاوہ ایک اور بھی اُردو متن ہے جو کتب خانہٗ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے ۔ نصیرالدین ہاشمی نے اس کا ذکر فہرست اُردو مخطوطات مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۶۱ع کی جلد اول کے صفحہ ۱۵۱ پر کیا ہے ۔ ہاشمی صاحب اگرچہ اس مخطوطے کو بھی عاصی کا بتاتے ہوئے تاریخ تصنیف قبل ۱۲۶۳ھ قرار دیتے ہیں لیکن اس کا آغاز اور انجام عاصی کے نسخے سے بالکل

۱۔ 'شمالی ہند میں اُردو کی نثری داستانیں' از ڈاکٹر گیان چند جین مطبوعہ انجمن ترقی اُردو کراچی ۱۹۵۴ع ، صفحہ ۶۰۲ ۔

مختلف ہے، جس پر توجہ فرمانے کی ہاشمی صاحب نے ضرورت نہیں سمجھی - بہرحال میرے خیال میں کتب خانۂ آصفیہ کا مخطوطہ بھی عاصی سے منسوب قصے کے علاوہ ایک اور اُردو متن ہے - اس طرح سے اُردو زبان میں ایک متن تو وہ ہے جو عاصی سے منسوب ہوا اور جسے مطبع نولکشور نے بار بار شائع کیا - دوسرا متن دکھنی نظم میں سائل کا، تیسرا متن دکھنی نثر میں ادارۂ ادبیات اُردو کے مخطوطے کا جو ۱۲۸۴ھ کا مکتوبہ ہے اور چوتھا متن کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد کے نسخے کا جس کی کتابت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی ہے - افسوس ہے کہ میرے سامنے نہ تو فارسی کے دونوں متون ہیں اور نہ اُردو کے بقیہ تین متون، جن کے تقابلی مطالعے سے میں کوئی نتیجہ نکال سکتا - کوشش کروں گا کہ طبع ثانی کے وقت تک میں ان متون کو دیکھ سکوں اور اپنے نتائج کو ہدیۂ ناظرین کر سکوں -

ترتیب :

قصۂ 'اگر گل' کا آغاز یہ ہے :

"سرسبزی گلستانِ سخن کی حمد اُس باغبان قدرت کی ہے کہ اگر گل ہوائے محبت میں اُس کی گریبان چاک نہ ہوتا تو چشمِ بلبل میں مثل خار نظر آتا . . ."

حمد کے اس ابتدائی جملے میں صنعت براعت الاستہلال ہے - 'اگر گل' کی داستان کے آغاز میں 'اگر گل' موجود ہے -

حمد و نعت و منقبت علی و تحیت آل اطہار کے سلسلے میں ایک ایک جملۂ نثری کے بعد چند اشعار دیے ہیں - اس کے بعد تین چار سطریں داستان کے متعلق دے کر قصہ شروع کر دیا جاتا ہے - جو نسخہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۹۲۹ع میں شائع ہوا ہے، اُس کے صفحہ ۲ و ۳ کے نصف تک حمد و نعت وغیرہ ہیں، صفحہ ۳ سے ہی

' آغاز داستان' ہے - داستان کا خاتمہ صفحہ ۱۱۸ پر ہوتا ہے - اسی صفحے پر خاتمۃ الطبع ہے - اس طرح سے یہ قصہ اس نسخے کے صفحہ ۳ سے صفحہ ۱۱۸ تک ہے - قصے میں مختلف ذیلی عنوانات ہیں - جابجا اشعار کی ترصیع کی گئی ہے - کچھ ضمنی کہانیاں بھی ہیں -

تبصرہ

۱- پلاٹ و کردار نگاری :

قصہ' 'اگر گل' اگرچہ قلیل الحجم ہے لیکن بہت زیادہ پیچ در پیچ ہے - اس کا پلاٹ بہت زیادہ ناقص اور الجھا ہوا ہے - کرداروں کی اس درجہ زیادتی ہے کہ اکثر اوقات مزہ کرکرا ہو جاتا ہے اور طبیعت الجھ جاتی ہے - قصے کے پیچ دار ہونے کی وجہ سے اور کرداروں کی بہتات سے ذہن کو کوفت اور زحمت ہوتی ہے - آغاز میں قصے کا ہیرو شہزادہ 'لعل' اور ہیروئن 'ماہ پرور' ہوتی ہے - ابتدا میں کافی دور تک یہی دونوں خاص کردار چلتے ہیں ، بعد میں ہیرو اور ہیروئن کی جگہ ' اگر' اور 'گل' لے لیتے ہیں -

۲- امتیاز و اختصاص :

قصہ' 'اگر گل' کی یہ ایک ندرت ہے جو بہت کم داستانوں میں پائی جاتی ہے کہ اس قصے میں ہیرو کا کام ایک عورت انجام دیتی ہے - 'اگر' اگرچہ عورت ہے لیکن مردانہ وضع میں ہیرو کے تمام کام اسے کرنے ہوتے ہیں - ' اگر' ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی ہے - اس خصوصیت کو نبھانے کے لیے قصے کے مولف کو غیر معمولی قابلیت سے کام لینا پڑا ہے - اردو میں شاید ایک آدھ ہی داستان

اور ہوگی جس میں 'میر قصہ' مرد کی بجائے عورت ہوگی ۔ اثیمہ[1] کی مثنوی 'گلشن مہ وشاں' میں بھی 'جہاں ضرب' کا کردار 'اگر' سے ملتا جلتا ہے ۔ اثیمہ کی اس مثنوی میں بھی میر داستان عورت ہی ہے ، اور لطف کی بات یہ ہے کہ مثنوی 'گلشن مہ وشاں' کا ماخذ بھی قصۂ اگر گل کو ہی بتایا جاتا ہے[2] ۔ بہرحال یہ ایک خصوصیت ہے کہ قصۂ اگر گل میں ایک عورت ہیرو کے تمام کام انجام دیتی ہے ۔

۳۔ مہات اور ہیروئن کی عزیمت و استقلال :

قصۂ 'اگر گل' اگرچہ مختصر ہے اور اس میں میر قصہ بھی عورت ہے لیکن اس کے باوجود اُس عورت نے اتنے ہفت خوان رستم طے کیے ہیں کہ اُردو میں اس کی مثال نہیں ہے ۔ مہات کا ایک طویل سلسلہ ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا ۔ کسی عورت کا ان مہات کو طے کرنا عجائبات میں سے ہے ۔ ان مہات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ مضمون 'اثیمہ' مصنفہ مولوی سخاوت مرزا ، مشمولہ 'نوائے ادب' بمبئی بابت اکتوبر ۱۹۵۲ع ۔

۲۔ ''مثنوی 'گلشن مہ وشاں' ایک سوشل افسانہ ہے جس کا ماخذ فارسی قصہ ہے جس کا اشارہ مصنفہ نے خود اپنی سابقہ مثنوی 'گلبن مہ رخاں' میں کیا ہے ۔ ماخذ کا نام درج نہیں ہے ۔ اس کا ماخذ غالباً قصہ 'اگر گل' ہے جس کا ترجمہ فارسی سے نواب محمد تقی خاں ہوس لکھنوی کے کسی شاگرد نے اُردو میں کیا تھا جو ۱۲۸۸ھ میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپا ۔ غالباً 'اگرگل' کا یہی ایک قلمی نسخہ ادارۂ ادبیات اُردو میں ہے جس کی زبان لکھنؤی معلوم ہوتی ہے ۔ مگر ڈاکٹر زور قادری نے اس کو دکھنی نثر میں بیان کیا ہے ۔ اس کے کردار اور معشوقہ 'اگر' کا مردانہ پارٹ اثیمہ کی اس مثنوی کے کردار 'جہاں ضرب' سے ملتا جلتا ہے ۔'' (اقتباس از مضمون اثیمہ مطبوعہ نوائے ادب بمبئی اکتوبر ۱۹۵۲ع ، صفحہ ۱۸) ۔

"پہلی مہم چالیس بادشاہ کا شہر خشخاش میں آنا اور عاجز ہوکر غاشیۂ اطاعتِ شاہی کو دوش پر لینا۔ دوسری مہم راجا باسک کی بیٹی کے لیے اژدہا بنا، تیل کے کڑھاؤ میں کودا، حمام گرم میں نہایا اور ان صعوبتوں سے اُسے لا کر شہریار وزیر کو دے ڈالا۔ تیسری مہم یہ کہ شاہ لالہ کے ملک میں گیا، اسے سر کیا، وہاں سے عجوبہ پری کو لا کر جواہر کو بخش دیا۔ چوتھی مہم یہ کہ سیمرغ سے شہ باز کی خبر سنی، تن تنہا اُدھر کا قصد کیا، سات دریا طے کرکے اُسے دام میں لیا۔ پانچویں مہم یہ کہ محمود وزیر زادے کی شادی سے اُٹھ کر اپنے ماموں کے ملک کو عازم ہوا اور غنیم کو ہزیمت دے کر سلطنت رفتہ کو قائم کیا۔ چھٹی مہم یہ کہ سرو آسا کو بڑی دانائی سے قابو میں لا کر بسنت وزیر کے ساتھ کدخدا کیا۔ ساتویں مہم یہ کہ روشن رائے پری کے ساتھ چھ مہینے تک پتھر کا بنا رہا، اس کوہ کنی سے وہ ہاتھ آئی، منوچہر کے حوالے کی . . . ."

ان مہمات کے علاوہ بھی ہیروین کو متعدد مشکل مراحل سے گزرنا پڑا ہے لیکن ہر مقام پر اُس کی بے پایاں جرأت و شجاعت، غیرمعمولی ذہانت و فراست اور بے کراں استقامت و عزیمت کام آئی۔ سید وقار عظیم صاحب اس موقع پر فرماتے ہیں[1] :

"قصہ پڑھنے والا جہاں کہیں یہ محسوس کرتا ہے کہ اب ہیروین کسی جاں گسل صدمے سے دو چار ہے، وہیں کوئی غیبی قوت سنگ و آہن کو پگھلا کر موم بنا دیتی ہے اور کوہ کنی عشرتِ پرویز بن جاتی ہے۔ قصے میں آدمیوں کی طرح

۱- 'ہماری داستانیں' ناشر اُردو مرکز لاہور طبع دوم ۱۹۶۴ع، صفحہ ۴۳۹ -

باتیں کرتے ہوئے مینائیں ، شہباز ، سیمرغ اور گھوڑے ہیں ، سحر و طلسم ہیں اور ان طلسموں کو توڑنے والے اسم اور منتر ہیں ۔ دیو طاؤس بنتے ہیں ، پھولوں کے مس سے چشم کور بینا ہو جاتی ہے ، چوپائے ہوا میں آڑ کر بے پایاں دریا عبور کر لیتے ہیں اور ہر مہم یوں سر ہو جاتی ہے جیسے وہ مہم ہی نہیں ۔ لیکن چوں کہ پڑھنے والا برابر یہ جانتا ہے کہ یہ ہفت خوان کوئی مرد نہیں (جس کا شیوہ ہی جان بازی ہے) بلکہ ایک حسینہ طے کر رہی ہے ، جس کی تخلیق عشوہ طرازی کے لیے ہوئی ہے ، تو اسے یہ آسان مہمیں بھی حاتم اور حمزہ کی مہموں سے زیادہ سخت معلوم ہوتی ہیں اور اس طرح قصے میں وہی دل چسپی پیدا ہو جاتی ہے جو داستان امیر حمزہ ، طلسم ہوشربا ، بوستانِ خیال اور آرائش محفل کے لیے مخصوص ہے ۔''

۴۔ معاشرتی جھلکیاں اور حقیقی زندگی کی عکاسی :

قصہ ' 'اگر گل' از ابتدا تا انتہا نوابی عہد کے لکھنؤ کی معاشرت کا ایک دلآویز مرقع ہے ۔ اس عہد کے لکھنؤ کی معاشرت ، رسم و رواج ، تہذیب اور روایات اس داستان کے جزئیات میں حد درجہ رچی بسی ہیں اور مؤلف کو ان کے بیان پر حد درجہ قدرت حاصل ہے ۔ اس سلسلے میں مؤلف کا مطالعہ بہت وسیع اور مشاہدہ بہت عمیق ہے ۔ مؤلف اپنے ماحول کے ادب سے بھی اچھا خاصا متاثر نظر آتا ہے ۔ 'مثنوی میر حسن' کا پرتو ملاحظہ فرمائیے :

''وہ جوان رعنا ایسا دولھا کہ کبھی پیر فلک نے بھی دیکھا نہ سنا ، قمر کی مانند برات لیے ، سب براتی ستارے معلوم ہوتے ، دولھن کے گھر آیا ۔ آتش بازی چھوٹنے لگی ، نسرین و نسترن سے ہر کوچہ گلشن ہوا ۔ چراغاں کی روشنی پر ہر ایک

دل پروانہ ، شہنائی کی آواز پر تان سین دیوانہ تھا ، کل بادشاہ نے لے جا کر دولھا کو مسند پر بٹھایا ، شربت پلایا ، ہار پہنایا ، پان کھلایا ۔ مبارک سلامت کی ادھر آدھر دھوم دھام ہوئی[۱] ۔''

ایک دوسرے مقام پر لکھنوی رسوم دیکھیے :

''محلوں میں رت جگے ہوئے ۔ پیر دیدار کے کونڈے ، بی بی کی صحنک ، بی بی آسا کا کاسا ، ترت پھرت کی پڑیاں ، جناب مشکل کشا کے دونے دیے ۔ ہر جگہ سامان عیش مہیا ہوئے ۔''

قصہ' 'اگر گل' میں ایسے متعدد مقامات ہیں جہاں لکھنؤ کی حقیقی زندگی کی عکاسی نظر آتی ہے اور پڑھنے والا تیرھویں صدی ہجری کے نصف اول کے لکھنؤ میں پہنچ جاتا ہے ، جہاں اس کو ایک بھرپور زندگی کی چہل پہل نظر آتی ہے اور وہ خود کو بھی اسی ماحول کا ایک فرد سمجھنے لگتا ہے ۔

۵۔ لطف زبان و رنگینیِ بیان :

قصہ' 'اگر گل' بھی فسانہ' عجائب کے عہد کی پیداوار ہے اس لیے اس کا اسلوب نگارش بھی مسجع اور مقفیٰ ہے ۔ دراصل اس عہد میں یہ اسلوب بہت مقبول تھا ، اس لیے لوگ اس کی پیروی کرتے ہوئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے ۔ آج بےشک وہ طرز متروک ہے اور ناپسندیدہ بھی لیکن جس عہد میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں ، وہ اسلوب لیاقت و قابلیت کا معیار اور علم و فضل کی ایک کسوٹی سمجھا جاتا تھا ۔ کسی قدیم تصنیف پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کو اس کے

۱۔ 'ہماری داستانیں' ناشر اردو مرکز لاہور ، طبع دوم ، ۱۹۶۳ع ، صفحہ ۳۳۲ ۔

عہد کے لحاظ سے دیکھنا چاہیے ۔ قصہ ٔ 'اگر گل' بھی اپنے عہد کی مروجہ روش کے مطابق ایک ممتاز تالیف سمجھی جاتی تھی ۔ اس کا انداز بیان حد درجہ دل چسپ اور دل کش ہے ۔ رعایات لفظی ، ایہام اور تلازمہ ٔ خیال اُس عہد کی خصوصیات ہیں جو قصہ ٔ 'اگر گل' میں بھی موجود ہیں ۔ جا بجا اشعار کی ترصیع کی گئی ہے اور اکثر مقامات پر اشعار اس درجہ بر محل لائے گئے ہیں کہ مؤلف کے حسن انتخاب اور ذوق شعری کی داد دینی پڑتی ہے ۔

قصہ ٔ 'اگر گل' کی عبارت اگرچہ سجع اور قافیہ سے خالی نہیں ، اس کے باوجود عبارت میں روانی ہے اور پڑھنے والے کو کہیں رکاوٹ پیش نہیں آتی ہے ۔ عبارت کی رنگینی اور لطافت سے مسلسل صفحے کے صفحے چلتے ہیں اور کہیں مؤلف کے قلم میں تکان کے آثار نظر نہیں آتے ۔ مؤلف نے قصے کو دل چسپ بنانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوا ہے ۔ آخر میں سید وقار عظیم صاحب کی رائے پیش کر کے تبصرے کو ختم کرتا ہوں :

''قصہ ٔ 'اگر و گل' اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود قصہ گوئی کے اُس بنیادی منصب و مقصد کو پورا کرتا ہے کہ وہ پڑھنے والے کے لیے دل چسپ ہے ۔ قصے کا مصنف کہانی کی ترتیب و تعمیر میں اور اس سے بھی بڑھ کر اسلوبِ بیان اور طرزِ ادا کی خصوصیتوں میں ، زمانے کی عام روشوں کی پیروی کرتے ہوئے بھی یہ بات فراموش نہیں کرتا کہ اُسے پڑھنے اور سننے والوں کو ایک ایسا قصہ سنانا ہے جو ہر لحاظ سے اُن کے لیے دل چسپی کا ایک موثر ذریعہ ہو ، اور قصہ ٔ 'اگر گل' کی یہی خصوصیت اس کے بقا کا موجب ہے[۱] ۔''

۱۔ 'ہماری داستانیں' ناشر اُردو مرکز لاہور ، طبع دوم ۱۹۶۴ء ، ص ۲۴۴۔

طباعت و اشاعت :

جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں، ڈاکٹر گیان چند جین کا دعویٰ ہے کہ قصہ 'اگر گل' پہلی مرتبہ لکھنؤ سے ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے مطبع کا نام نہیں بتایا اور نہ یہ بتایا کہ انھوں نے مطبوعہ نسخہ کہاں دیکھا ہے۔ بہرحال ڈاکٹر گیان چند صاحب کی تحریر پر اعتماد کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس قصے کی طباعت ۱۸۴۶ء میں ہوئی۔ اس کے بعد نولکشوری ایڈیشن تک یہ کہاں کہاں اور کب شائع ہوا؟ کچھ معلوم نہیں۔

مطبع نولکشور کانپور سے یہ قصہ پہلی مرتبہ جنوری ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا۔ بڑی تقطیع کے ۶۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد مطبع نولکشور لکھنؤ اور کانپور سے یہ متعدد بار شائع ہوتا رہا ہے۔ اٹھویں مرتبہ مطبع نولکشور لکھنؤ سے مئی ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس مرتبہ یہ چھوٹی تقطیع پر چھپا اور صفحات کی تعداد ۱۱۸ ہے۔ ممکن ہے اس کے بعد بھی یہ مطبع نولکشور سے شائع ہوا ہو۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ صرف ایک مطبع نولکشور نے اسے کم از کم ۸ مرتبہ شائع کیا ہے۔ اس سے اس قصے کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسرے مطبعوں نے بھی اسے شائع کیا ہو۔

تصحیح متن :

افسوس ہے کہ متن ترتیب دیتے وقت مجھے اس کی وہ اشاعت دستیاب نہیں ہو سکی جس کا ذکر ڈاکٹر گیان چند جین نے کیا ہے، یعنی طبع اول ۱۸۴۶ء مطابق ۱۲۶۳ھ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب میں یہ تو لکھ دیا ہے کہ یہ پہلی

مرتبہ لکھنؤ سے ۱۸۴۶ع مطابق ۱۲۶۳ھ میں شائع ہوا لیکن مزید تفصیلات نہیں دیں - بہرحال متن ترتیب دیتے وقت میرے پیش نظر مرقومۃ الذیل دو نسخے رہے ہیں :

۱- قصۂ 'اگرگل' : مطبوعہ مطبع نولکشور کانپور، اہتمام طباعت جنوری ۱۸۷۳ع ، تقطیع کلاں ، صفحات ۶۲ -

۲- قصۂ 'اگرگل' : مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ، اہتمام طباعت مئی ۱۹۲۹ع بار ہشتم ، تقطیع صغیر ، صفحات ۱۱۸ -

متن کا مقابلہ کرنے میں میری مدد مسٹر گوہر نوشاہی اور ملک عبدالرحمان صاحب نے کی ہے جس کے لیے میں ان اصحاب کا شکر گزار ہوں - فقط

خلیل الرحمان داؤدی
ٹیگور پارک ، لاہور
۱۵- ستمبر ۱۹۶۶ع

پس طباعت

قصۂ اگر گل کی طباعت کے بعد جناب مشفق خواجہ صاحب کا مرتبہ تذکرہ 'خوش معرکۂ زیبا' تالیف سعادت خاں ناصر برائے طباعت مجلس ترقی ادب میں موصول ہوا - اس کے مطالعے سے واضح ہوا کہ مذکورہ داستان 'اگر گل' سعادت خاں ناصر کی تالیف ہے - چنانچہ ناظرین قصہ ہذا کے لیے یہ چند سطور اطلاعاً شامل کتاب ہیں -

خلیل الرحمان داؤدی
(مرتب)

قصۂ اگر گل

مرتّبہ

خلیل الرحمان داؤدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حمد

سرسبزی گلستانِ سخن کی ، حمد اُس باغبانِ قدرت کی ہے کہ اگر گل ہوائے محبت میں اُس کی گریبان چاک نہ ہوتا تو چشمِ بلبل میں مثلِ خار نظر آتا ۔

ابیات

وہ کلمۂ کن کا نغمہ پرداز
اس گلشن دہر کا چمن ساز
ہر غنچہ و گل میں جس کی بُو ہے
بلبل کی زبان پہ تو ہی تُو ہے
رنگ و گل و نوک خار ہے وہ
طغرا کشِ نو بہار ہے وہ
رزاق وحوش و طیر و انسان
خلاقِ دو کون ربِ یزداں
کُل عبد ہیں جس کے اور وہ معبود
ممدوح وہی ، وہی ہے محمود

نعت

اور بہار بوستان کلام کی ، نعت اُس سروِ خیابانِ رسالت کی ہے کہ اگر سرو ، انگشتِ شہادت سے گواہی اُس کی نبوت کی نہ دیتا تو نگاہِ فاختہ میں مانند دار کے ہو جاتا :

ابیات

محمد باعث ایجاد کُل ، محبوب سبحانی
شرف ہے عیسیٰؑ گردوں نشیں کا جس کی دربانی
چراغ طاق گردوں ماہِ بام یثرب و بطحٰی
کہ جس کے معجزوں پردال ہیں آیاتِ قرآنی
شبِ معراج میں ہر گہ براقِ باد پا اُس کا
گیا ہو چھوڑ پیچھے عالم اجسام روحانی
کہو یارو کہ اُس کے مرتبے کو کیا بھلا پہنچے
خیالِ فلسفی و ہندسی و وہمِ انسانی
سراپا نور یزداں وہ شہ لولاک ہیں عاصی
مرا کیا منہ کروں گر دعوئ نعت اور ثنا خوانی

بعد ازاں منقبت علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب میں زبان طوطیِ قلم کیوں کر نہ لال ہو کہ جہاں طائرِ سدرہ بھی اگر خیالِ اوج مرتبت کا اُس کے کرے ، تو محض بے پر و بال ہو۔

ابیات

علیؓ حجتِ کردگارِ ودود
علیہ الصلواۃ و سلام و درود
علیؓ گلشنِ زہد کا آب و رنگ
علیؓ مونسِ وحشتِ گورِ تنگ
بہا خلد کا ہے ولاے علیؓ
رضاے خدا ہے رضاے علیؓ
وصیِ نبیؐ ، شیرِ پروردگار
شہِ لافتیٰ قاسمِ خلد و نار
کسی کا نہ دے جس جگہ کوئی ساتھ
وہاں دامن اس کا ہے اور میرا ہاتھ

اور سلام اور تحیت آل اطہار رسول کردگار پر کہ اطاعت اُن کی عین اطاعت پروردگار ہے۔ بقول استاد

شعر

ہوس! ہم ہیں اثنا عشر کے غلام
برابر ہیں اپنے تو بارہ امام

اب یہ بندۂ خاکسار، ذرۂ بے مقدار، بیچ خدمت سامعینِ نکتہ پرور اور شائقینِ سخن گستر کے، حکایتِ رنگین اور داستانِ خوش آئین کو کہ نام اُس کا قصہ "اگر گل" ہے، بہ حسب فرمائش بعض احباب کے زبانِ فارسی سے بیانِ اُردو میں جلوۂ نو دیتا ہے۔

آغازِ داستان

شہرہائے قدیم سے ایک شہر کہ نام اُس کا خشخاش اور لوگ وہاں کے خوش معاش، تخت نشین اُس سر زمینِ بہشت آئین کا رعیت پرور، عدالت گستر، مقبول حضرت ذوالجلال، صاحبِ ملک و مال، وارثِ فوج و عَلم، مالک جاہ و حشم، کرم شعار منصور شاہ نامدار، چار وزیر مثل اربع عناصر کے ہمدم اور مشیر:

رباعی

عاقل تھا معظم اور ثانی خوش حال
قابل تھا تیسرا نہ تھا جس کا مثال
کامل تھا نام، جو چہارم تھا وزیر
مشہور تھا جس کا ربع مسکوں میں کمال

لیکن نخل بندِ قدرت نے باغِ جہاں بانی اور نخلِ زندگانی کو اُس کے گل اور ثمرِ مراد سے کہ علاقہ بہارِ اولاد سے ہے، آبیاریِ رحمت

سے اپنی سرسبز اور شاداب نہیں کیا تھا ۔ اسی صرصرغم سے وہ مانند برگ ِ نخل ِ خشک ِ خزاں رسیدہ کے اپنے تئیں برباد کیے رہتا تھا ۔ ایک روز ایک سوداگر باریاب حضور اقدس و اعلیٰ ہوا اور چند خوان جواہر بیش بہا کے پیش کرکے ملتمس ہوا ”حضرت جہاں پناہ سلامت ! خانہ زاد کو قاضی حاجات نے ایک گوہر شب چراغ زینت خانہ عزت کہ مراد وجود فرزند ارجمند سے ہے ، عطا کیا ہے ۔ امیدوار ہوں کہ حضرت قبلۂ عالم زبان مسیح بیان سے اس کو نامور فرماویں کہ وہ اس کی برکت سے عمر طبعی کو پہنچے ۔“ ارشاد ہوا کہ اس ُدرِ بے بہا کا تو نام محبت بہادر رکھ ۔

شعر

محبت بہادر رکھو اس کا نام
کہ اس کی محبت تمھیں ہو مدام

سوداگر آداب بجا لا کر خنداں و فرحاں بادشاہ کی بارگاہ سے رخصت ہوا ، مگر حضرت صدمۂ عدم اولاد سے اس وقت محزون ہو کر تخت سے اٹھ گئے ۔ کئی روز برآمد نہ ہوئے ۔ ایک دن خوش حال وزیر کہ وہ بھی بادشاہ کی طرح اولاد نہ رکھتا تھا ، اسے یاد فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ دل اپنا امور سلطنت سے برخاستہ ہے اس لیے کہ بعد اپنے کوئی وارث خاندان و سلطنت نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ ترک سلطنت کرکے گوشہ نشیں ہوں اور حیات مستعار کو یاد الٰہی میں بسر کروں ۔ خوش حال نے دست بستہ عرض کی ”بہت مناسب ، لیکن غلام نے سنا ہے کہ درویشان صدق و صفا کی دعا میں اثر اور سوال ان کا مقبولِ بارگاہِ ربِ اکبر ہے ۔ پہلے حتی الامکان بہ مقتضاے ”السعی منّی والاتمام من اللہ“ تدبیر کی جائے ، آگے جو مالک تقدیر چاہے وہ کرے ۔ اور اگر حضرت کا یہ ارادہ ہے تو خانہ زاد بھی سائے کی طرح رفاقت کو آمادہ ہے ۔“ القصہ وہ دونوں ایک دل ہو کر

اور اختیار سلطنت کا تینوں وزیروں پر کہ عاقل و قابل و کامل فاضل تھے ، چھوڑ کر دشت گرد اور صحرا نورد ہوئے ۔ بعد مدت ایک دشت میں جا نکلے ۔ وہاں ایک درویش صحرا نشین ، عزلت گزین ، عابد زاہد ، صالح پرہیزگار ، چارہ ساز بے قرار ، حاجت روائے آمیدوار ، روشن ضمیر باکمال توقیر ، پلکیں اُس کی حجاب رخسار ، مشغول عبادت کردگار نظر آیا ۔ دونوں نے آسے جھک کر سلام کیا اور دست بستہ روبرو کھڑے ہوئے ۔ فقیر روشن ضمیر پہلے بادشاہ سے مخاطب ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ ! اس بیابان میں تو کہاں سے آیا ؟ یہ تو ہم سے خاکساروں کی جائے سکونت اور آوارہ وطنوں کا گوشۂ عافیت ہے ۔ پھر وزیر کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے خوشحال ! تو نے بھی اپنے ولیِ نعمت کا خوب ساتھ دیا ۔ خوشحال اور بادشاہ نے عرض کی کہ ہم دونوں آوارۂ دشت یاس ہو کر یاوریِ طالع سے آپ تک پہنچے ہیں ۔

شعر

راہ گم کردہ ہیں ، اے خضر بیاباں مددے
بندۂ عاصی ہیں اے پیر خدا داں مددے

اور جو ہمارا مطلب و مقصد ہے ، وہ بھی حضرت سے مخفی نہیں ۔ اُس درویشِ معرفت کیش نے کہا " برآرندۂ مرادات قاضی حاجات ہے ۔ اگر میں مستجاب‌الدعوات ہوتا ، صحرا کی خاک کیوں چھانتا پھرتا ۔" جب بادشاہ اور وزیر نے یہ تقریر اُس فقیر کی سنی ، مغموم اور دل گیر ہو کر اُٹھے ۔ تب اُس نے ان دونوں کو پھر بٹھایا اور رجوع بہ خدا کرکے کہا " اے بادشاہ ! ہمتِ مرداں مدد خدا ۔ یہ عصا کہ میرا مایۂ تقویت ہے ، اسے لے اور باغ میں جا ۔ جو پھل تیری قسمت کا ہوگا وہ سیب کے درخت سے ملے گا ۔" بادشاہ وہ عصا کہ فقیر کا دست دعا تھا ، لے کر اُس گلشن آمید میں

گیا اور اُس شجر تک پہنچ کر دیکھا کہ وہ درخت ثمر افشاں بلکہ برگ ریزاں ہو چکا ہے ۔ بسم اللہ کہہ کر اُس عصا کو سیب کے درخت پر مارا ، ایک ثمر تر و تازہ بالائے شاخ سے گرا ۔ بادشاہ نے خاک سے اُس کو دامن میں اُٹھا لیا اور پسر کی طرح عزیز کیا ۔ پھر وہ عصا اپنے وزیر کو دے کر کہا کہ تو بھی اپنے بخت کا امتحان کر ۔ اُس نے بھی عصا کو نخل تمنا پر لگایا ؛ قدرت کاملہ سے اُس کے لیے بھی نخل بار آور ہوا ۔ ایک سیب زمین پر مثل گوہر غلطاں کے غلطاں ہوا ۔ وزیر نے بھی جیبِ تمنا کو معمور کیا ۔ پھر بادشاہ وزیر اُس باغ سے درویش کی خدمت میں آئے اور عرض حال کیا ۔ فقیر نے کہا ”اے بادشاہ ! یہ پھل تمھیں مبارک ہو ، نخل تمھاری مراد کا بار آور ہوا ۔“ بادشاہ نے کہا ” آپ کی دعا کی برکت سے خدا ہم کو فرزند عطا کرے تو اُس کا نام کیا رکھیں ؟“ فقیر نے کہا ”بابا ! اُس لعل کا نام لعل شہزادہ کے سوا کیا رکھے گا ۔“ پھر وزیر سے کہا کہ تیرا سیب توام ہے ۔ خدا کی قدرت سے ایک فرزند اور ایک دختر ساتھ پیدا ہوں گے ۔ پسر کو محمود اور دختر کو 'اگر' سے نام‌ور کرنا اور حفظ آسیب زمانہ بہت سا ملحوظ رکھنا کہ اُن کے شمع جمال پر انسان کیا ، پری زاد بھی پروانے کی طرح نثار ہوں گے ۔ لازم ہے کہ شہزادے کو بارہ برس تک آغوش تہ خانہ سے باہر نہ کیجیو اور اُس در بے بہا کو صدف حفظ میں رکھیو ۔ اگر اس میں غفلت کرو گے ، بہت پچھتاؤ گے ۔ القصہ بادشاہ مع وزیر خدمت فقیر سے رخصت ہوا اور اپنے وطن میں تشریف لایا ۔

پیدا ہونا لعل شہزادے کا منصور شاہ کے گھر سیب کی تاثیر سے اور محمود و اگر کا خوشحال وزیر سے

کہتے ہیں جب منصور شاہ بادشاہ اور خوش حال وزیر اُس درویشِ روشن ضمیر سے رخصت ہو کر اپنے شہرِ خشخاش میں پھر

آئے ، تینوں وزیروں کی جان میں جان آئی ۔ رعیت اور سپاہ کے دل کو خوشی ہوئی ۔ بادشاہ نے وقتِ شب محلِ خاص میں آرام فرمایا ، تحفہ درویش کا کھلایا ، بزمِ حرم کو رشکِ ارم بنایا ۔ خدا کی قدرت سے اسی شب صدفِ تمنا پُر از گوہرِ مراد ہوئی اور اسی امید خوشی میں نو مہینے تک دن عید ، رات شب برات رہی ۔ بعد ایام معہودہ کے اول شب بادشاہ کی دولت سرا میں فرزند ارجمند جہان کا روشن کرنے والا ، چاند کا ٹکڑا ، آنکھوں کا تارا ، سپہرِ خوبی کا ستارہ ، ساعتِ سعید میں تولد ہوا ۔

ابیات

عجب ماہِ تابندہ پیدا ہوا
مہِ چاردہ جس پہ شیدا ہوا
یہی فرق یوسف میں اور اس میں تھا
وہ پنہاں ہوا ، یہ ہویدا ہوا

ہر طرف شادی کی دھوم پڑ گئی ۔ لونڈیاں ، باندیاں ، ددا دائیاں انا کھلائیاں ، سب جمع ہو کر خوش خبری اس کے پیدا ہونے کی بادشاہ کی خدمت میں لائیں ۔ کسی نے کڑے ، کسی نے چھڑے ، کسی نے توڑا ، کسی نے جوڑا ، کسی نے اشرفیاں ، کسی نے کشتیاں پائیں ۔ دائی کو نال کٹائی میں نالکی عطا کی ۔ شاگرد پیشہ کو سال بھر کی تنخواہ انعام میں دی ۔ اکثر پیادوں کو سوار اور سواروں کو فیل نشین بنایا ۔ بادشاہ نے فضلِ خدا سے ایسا لعل پایا جس کی خوشی میں خزانۂ قارون لٹایا ۔

بیت

رکھا لعل شہزادہ جب اس کا نام
نچھاور کیے لعل و گوہر تمام

بادشاہ کی دولت سرا میں اول شب جشنِ صبحِ عید تھا ۔ بعد اُس کے وزیر کے خاص محل سے آوازۂ مبارک و سلامت بلند ہوا ۔ آخرِ شب کو اول کیا ؛ کنیز و خدم تہنیت کے مژدے سے نہال ، نوکر و چاکر انعام و اکرام سے مالا مال ، فرزند و دختر کے جمال سے کہ قران ماہ و مشتری تھا ، مادر نہال اور پدر خوشحال ہوا ۔ اُس عاقبت محمود کا نام محمود اور دختر خجستہ اختر کا نام 'اگر' رکھا ۔

ابیات

وہ محمود ، محمود جس کا ایاز
کیا حق نے جس پر درِ حسن باز
ستارہ نہ تھا ، ماہ تابندہ تھا
مہ چاردہ اُس سے شرمندہ تھا

اور وہ دختر خجستہ اختر کہ پری کنیز اور حور اُس کی خادمہ تھی ؛ حسن اُس کا غارت گر ایمان مسلماں اور لطافت اُس کی صندل پیشانی برہمنان گل تر نزاکت میں وہ سیم بر سراپا بدن میں بھی بوے اگر ۔ وزیر نے سجدہ خداوند اکبر کا بجا لا کے یہاں تک سخاوت و ہمت کو کام فرمایا کہ گوہر نے تہ دریا و لعل نے سنگ خارا میں آپ کو چھپایا اور حضرت قبلۂ عالم کی نذر کے واسطے دو جفت گوہر کہ جواہر خانۂ قدرت سے اُس کو ملے تھے ، لا کر بادشاہ کے قدموں پر ڈال دیے ۔ بادشاہ نے اُن موتیوں کو صدف آغوش میں لیا ، چھاتی سے لگایا ، وزیر کو خلعت فاخرہ پہنایا ۔ کئی روز جشن کی دھوم دھام رہی ۔ بعد اُس کے منصور شاہ نے ایک باغ خوش تعمیر ، دل پذیر تیار کرایا ۔

بیت

عجب طرح کا باغ تھا جاں فزا
کہے تو نمونہ تھا فردوس کا

درخت قطار قطار ، فوارۂ بے شمار ، گلبن گلشن گلشن ، خیابان چمن چمن ، حوض دریا دریا ، وسعت صحرا صحرا ، بلبل ہزار ہزار ، قمریاں ترانہ شعار ، آسی میں چہچہاتیں اور حسب حال یہ گاتی تھیں ۔

شعر

ہوا ہے ، ابر ہے ، ساقی ہے ، صہبائے گلستاں ہے
مبارک قمریوں کو ، آمد سرو خراماں ہے

اس باغ میں ایک تہ خانہ مثل نہاں خانۂ دل تیار کر کے شہزادے کو لعل کی مانند اس منزل سنگین میں پوشیدہ کیا ۔ نیرنگیِ تقدیر سے کیا چارہ ؟ کسی دن بہ حکم قضا اس لعل بے بہا پر نظر ایک دیو کی کہ نام اس کا لال دیو تھا ، پڑ گئی اور پیکان خدنگِ عشق کی اس کے دل میں اتر گئی ، مگر عشق دیو کا کسی پر ظاہر نہ ہوا ۔

ابیات

کوئی اس حال سے واقف کہاں ہے
یہ رمزِ عشق عاشق پر عیاں ہے
جہاں گل ہے وہاں ہے خار لازم
جہاں ہے شمع ، پروانہ وہاں ہے

غرض جب مدت بارہ برس کی تمام ہوئی اور روشنی اس ماہِ نخشب کی مانند ماہ چاردہ کے عام ہوئی ، بادشاہ زادے اور وزیر زادے کے سوار ہونے کا دن آ پہنچا ۔ سامان سواری کا بڑے کرّوفر سے دروازۂ باغ سے جلو خانۂ بادشاہی تک دو طرفہ آراستہ ہوا ۔

شکار کو جانا لعل شہزادے کا وادیٔ پُرخار میں اور گرفتار ہونا قیدِ دیوِ ستم گار میں

شہزادہ آفقِ اقبال سے مانند مہر تاباں کے وزیر زادے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے، ایک کا دل دوسرا لیے، دونوں دروازۂ باغ سے ہنستے کھیلتے برآمد ہوئے اور وزیر نے طبق جواہر کے اُن پر نثار کیے اور ہودجِ مرصع میں اُن کو بٹھا کر یہ شعر پڑھا۔

شعر

خدا کا شکر کر اے دل کہ یاریٔ مقدّر سے
میسر وہ ہوا جس چیز کی تھی آرزو ہم کو

دو چار گھڑی ادھر اُدھر کی خوب سیر کی۔ پھر اُسی باغ میں لا کر داخل کیا۔ مغنیان پری انداز و لولیانِ نغمہ پرداز نے اُس باغ کو راجا اندر کا اکھاڑا بنایا۔ ایسی تانیں اڑائیں کہ مطربۂ فلک نے بھی کان پکڑ لیے اور صداے تال سے اُن کے طایر ہوش تان سین کے بھی اُڑ گئے۔ تین دن رات یہی دھوم دھام رہی۔ ہنگامہ مہمانداری کا کم ہوا۔ اکثر شہزادہ و وزیرزادہ دونوں مشغول شکار رہتے تھے۔ ایک دن شہزادہ اسپ باد رفتار پر سوار شکار کی تلاش میں صیاد آسا سر بصحرا تھا، ناگاہ قطار قطار حلقہ حلقہ غزال دامنِ صحرا سے نمودار ہوئے اور اپنی شوخی اور رعنائی سے شہزادے کے دل کو وحشی کیا۔ وہ مثل آہو، از خود رمیدہ ہو کر اُس کے تعاقب میں دواں، وزیرزادہ بھی گرد کے مانند رواں ہوا۔ آخر دونوں کی گردِ سواری مثل آہو نظر سے غایب اور ہر ایک اُس غزال رعنا کا طالب ہوا۔ رفتہ رفتہ قطار ہرن کی دیوار طلسمات کی طرح درمیان حائل ہوئی اور ایک باغ اُس سر زمین پر نمایاں ہوا۔ شہزادہ اپنے گھوڑے سے برآمد ہو کر اُس میں درآمد ہوا۔ عجب طرح کا ایک باغ دیکھا کہ مثلِ بلبل محو حیرت ہو کر رہ گیا۔

وزیرزادہ نے کہا ''صاحب عالم ! دیکھیے کہیں تو سونے کی زمین اور کسی چمن کا تختہ سیم خالص کا ہے ۔ جو شجر ہے ، وہ عجیب و غریب ہے ۔ شاخیں الماس کی ، برگ زمرد کے ، ثمر عقیق یمن کے ، قمری اور بلبل سیم و زر کے درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے ترنم کر رہے ہیں ۔ یہ باغ طلسمات کا معلوم ہوتا ہے ، یہاں پھرنا اور گلگشت کرنا مناسب نہیں ۔'' شہزادے نے اُس کی بات کا کچھ جواب نہ دیا ۔ آگے بڑھا ، ایک مکان میں گیا ۔ اُس میں ایک پلنگ جواہر نگار آراستہ اور شراب و کباب انواع و اقسام قرینے سے کشتیوں میں چنے ہوئے دیکھے ، لیکن آدم کا نشان معدوم ۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کوئی پری زاد یا انسان اس کے قدم کی آہٹ پا کر اٹھ گیا ہے ۔ شہزادہ تھکا ماندہ تھا ، اُس پلنگ پر لیٹ گیا ۔ محمود وزیرزادہ چپی کرنے لگا ۔ ناگاہ لشکرِ خواب اس کی متاع ہوش پر تاخت لایا ۔ وزیرزادہ رفع احتیاج ضرورت کو وہاں سے اٹھا ۔ پھر جو وہاں آیا ، اُس مسافر کو مہمان خانے میں نہ پایا ۔ یہ رنگ دیکھ کر طوطے ہاتھ کے اڑ گئے ۔ وحشی کی طرح ہر نخل و شجر کی بُو لیتا اور صبا کی طرح سر ٹکراتا تھا ۔ ابر بہار کی طرح گریاں اور بلبل کی مانند گرم فغاں ۔ آب جو کی طرح ہر طرف دواں تھا ۔ کبھی اپنی تنہائی پر فریاد کرتا تھا ، کبھی اُس کی آوارگی پر دم سرد بھرتا ۔ وزیر عاقل نام کہ اُن کی حفظ و حراست کو معین تھا ، ڈھونڈتا ہوا مع اشکر وہاں پہنچا ۔ محمود سے یہ حالت سن کر گھبرایا اور وہ اخبار مصیبت شعار سمع مبارک بادشاہ تک پہنچایا ۔ جس وقت یہ خبر وحشت اثر گوش گذار بادشاہ ہوئی ، سنتے ہی کلیجہ پکڑ لیا ۔ ماں نے ایک پتھر اپنی چھاتی پر مارا اور وزیر خوشحال نے بےتابانہ جا کر محمود سے وہ ماجرا پوچھا ۔ اُس نے تمام احوال کہا اور بہ منت و الحاح متمنی اس امر کا ہوا کہ خدا

کے واسطے مجھ کو یہاں سے نہ لے چلو کہ میں اپنے تئیں اُس کی جدائی میں زندہ نہیں جانتا ۔ کیا کسی کو اپنا روے سیاہ دکھاؤں اور زبان طعن خلائق سے خفت اٹھاؤں ، اور اگر لے چلتے ہو تو ایک تہ خانے میں زندہ در گور کرنا کہ میری صورت نحس کوئی نہ دیکھے۔ القصہ خوشحال نے اُسے ساتھ لے کر وہاں سے مراجعت کی اور اُس کو تہ خانے میں ڈال دیا ۔ محمود وزیرزادہ اُس کی مفارقت میں یہ پڑھتا تھا اور روتا تھا ۔

شعر

تجھی کو اگر جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

ظاہر ہونا شہزادے پر حال دیو ستم گار کا اور بے قرار ہونا اُس نو گرفتار کا

اب اُدھر کا قصہ سنیے کہ جب لعل شہزادے نے دیدۂ مخمور نیم باز کیا ، آپ کو تنہا دیکھا ۔ محمود کو اپنی بالیں پر نہ پایا ۔ اسیر قفس کی طرح گھبرا کر مانند مرغ نوگرفتہ کے پھڑکنے لگا اور بے ساختہ محمود وزیرزادے کو پکار کر یہ شعر پڑھا :

شعر

سرو قمری ، نے گل و بلبل ، نہ تجھ سا ہم صفیر
وہ گلستاں کیا ہوا یہ گھر ہے کس صیاد کا

اُس وقت لال دیو نے سامنے آ کر عرض کی کہ محمود تو نہیں ہے ، یہ ایاز کہ آپ کا قدیمی بندہ ہے ، حاضر ہے ۔ شہزادے نے کہا ”اے شخص ! میں نے تجھ کو کبھی نہیں دیکھا ، تو قدیمی نہیں بلکہ حادثات سے ہے ۔“ دیو نے کہا ”اے شہزادے ! میں ایک مدت سے جگر خستہ دل برشتہ تیرے عشق سے ہوں ۔“

بیت

کہتے ہیں قدیمی جسے میں یار ہوں تیرا
زلفیں بھی نہ تھیں جب سے گرفتار ہوں تیرا

تیری جستجو اور تلاش میں برسوں تلووں کو خارِ تردد سے فگار کیا اور جنگل جنگل کی خاک چھانی ، جب تجھ سا لعل ہاتھ آیا ۔ شہزادے نے دیکھا کہ بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں ، اپنے دل کو مراحم خداوندِ حقیقی کا اُمیدوار کر کے ، اُس سے آفتابہ و جانماز طلب کی ۔ لال دیو نے دونوں چیزیں حاضر کیں ، شاہزادے نے وضو کر کے نماز با صد نیاز ادا کی ۔ جب نماز اور دعا سے فارغ ہوا ، دیو نے کشتیاں جواہر کی پیش کیں اور کچھ میوہ جاتِ خوش ذائقہ اور ماکولات لطیفہ حاضر کیے ۔ شاہزادے نے کچھ تناول کیا ۔ واسطے تفریح کے محفل نغمہ پردازی کی گرم ہوئی ، مگر شہزادے کو اپنے رنج و الم کے سوا کسی طرف توجہ نہ تھی بلکہ غنا باعث عنا کا تھا ۔ سب کو اشارے سے منع کیا اور مجلس سے اُٹھ کر اپنی خواب گاہ میں آیا اور محمود کے تصور میں روتے روتے سو گیا ۔

عاشق ہونا لعل شہزادے کا ماہ پرور پر ، تعریف اُس کے حسن کی کبوتر سے سن کر

جب طاؤس زریں بال آفتاب عالم تاب آشیانۂ مغرب سے مشرق کی طرف خراماں ہوا ، لعل شہزادہ بھی خواب گاہ سے برآمد ہو کر اپنی نشست گاہ میں آیا ۔ شعاع جمال سے تمام باغ منور اور شرف بزرگی میں چرخ اخضر ہوا ، دیو بھی اپنے معمول پر آیا ، آداب کورنش بجا لایا ، بعد اس کے اپنے کاروبار کی طرف متوجہ ہوا ۔ شہزادہ اپنے مکان میں تنہا بیٹھا تھا ، ناگاہ ایک جفت کبوتر خوش منظر

گرہ باز بلند پرواز اڑتے اڑتے حوض کے کنارے پر آ بیٹھا ۔ مادہ نے نر سے کہا ''دیکھ تو شہزادہ کیا بلا میں پھنسا ہے ؟ کہاں یہ شہریار کہاں وہ دیو ستم گار !''

شعر

کہاں یہ اور کہاں وہ زشت منظر
خسوف اس ماہ کا ہے وہ بد اختر

چلو اس واردات عجیبہ کی خبر ماہ پرور پری کو پہنچائیں اور یہ داستان غریبہ اسے سنائیں کہ ہم نے ایک آدم زاد طلسمات لال دیو میں دیکھا ہے ۔ پری سے بہتر ، حور سے خوش‌تر ، اغلب کہ وہ سن کر خیلے شادمان اور ہماری ممنون احسان ہو ۔'' شہزادے نے کہا ''ہماری واردات عجیبہ سے یہ غریب تر ہے کہ تم بے زبان زبان آوری کرتے ہو ۔ ہمارے ملک کے جانوروں کو گویائی سے بہرہ نہیں ۔'' انھوں نے کہا ''اے شہزادے ! یہ کارخانہ طلسمات کا ہے ۔ یہاں کی زمین بولتی ہے ، نہ کہ ذی حیات'' ۔ شہزادے نے کہا ''آدم زاد کا شہر یہاں سے کتنی دور ہوگا ؟'' کبوتر نے کہا ''بارہ برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا ۔'' یہ کہہ کر وہ جوڑا عنقا ہوا اور شہزادہ طائر بسمل کی مانند ماہ پرور کے دام عشق میں پھڑکنے لگا ۔ کبوتر کے جوڑے نے احوال شہزادے کا اور ظلم لال دیو کا ماہ پرور سے بیان کیا ۔ پری کو سنتے ہی غلبۂ ذوق اور ولولۂ شوق پیدا ہوا ۔

شعر

گفتگوے یار بھی دیدار سے کچھ کم نہیں
آرزوے وصل ، وصل یار سے کچھ کم نہیں

یہاں لال دیو نے ایک خلعت شاہانۂ پُر زر اور تاج مرصع بجواہر شہزادے کو پہنا کر مجلس عشرت میں بڑے کروفر سے بٹھایا

اور پریوں کو بلا کر جلسہ ناچ گانے کا شروع کیا ۔ یہاں تو یہ راگ و رنگ تھا ، وہاں ماہ پرور پری پوشاک پر تکلف پہن کر تخت مرصع پر سوار ہو کر اس باغ میں آئی اور ایک گوشے میں چھپ کر تماشا دیکھنے لگی ۔ گل رخسار معشوق سے باغ باغ اور شعلۂ حسن سے داغ داغ ؛ پروانے کی طرح جب نظر اس پر جا پڑتی تھی ، بے ساختہ یہ بند پڑھتی تھی ۔

بند

پہنچے نہ تیرے حسن کو زنہار ماہ و مشتری
ہم چہرۂ خورشید کو تجھ سے نہ ہووے ہم سری
کب حور و غلماں کر سکیں تجھ ساتھ پیارے ہمسری
اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری
ہرچند وصفت می کنم در حسن زاں بالاتری

اگرچہ وہ پری جادو ادا ، معشوقۂ جہاں ، فتنۂ دوراں تھی ، مگر اس کے عشق سے ایسی پریشان ہوئی کہ دیوانے کی طرح مدہوش اور مانند غنچۂ تصویر کے خاموش تھی ۔ ادھر لال دیو بے ہوش پڑا تھا ۔ آدمی کے حسن ملیح کا وہ مزا ہے کہ دیو پری کا دل پس جاتا ہے اور منہ میں پانی بھر آتا ہے ۔ شعلہ اس کے عشق کا سنگ و آہن کو پگھلاتا ہے ۔ شہزادہ اگرچہ نغمے کی طرف مصروف تھا ، مگر ماہ پرور کا بھی تصور پیش نظر تھا ۔ جہاں وہ چھپی بیٹھی تھی ، شہزادے کی نظر ادھر جا پڑی ۔ کسی بہانے سے اٹھا ، دیو نے چاہا اس سرو قامت کا سایہ بن کر اس کے ساتھ ہو ، غصے سے منع فرمایا ۔ وہاں جا کر دیکھتا کیا ہے کہ عجائب حسن جلوہ گر ہے ۔ ایک گل اندام بہ تکلف تمام تخت مرصع پر بلقیس بنی بیٹھی ہے ۔ بہ نگاہِ اولین غش کھا کر گرا ۔ اس نازنین نے سر اس سلیمانِ کشورِ خوبی کا زانو پر رکھا اور گلابِ اشک اس کے چہرے

پر چھڑکا ۔ اپنے دامن کی خوشبو کہ خلخۂ مقوی دماغ سے بہتر تھی ، سنگھائی ۔ ہوش میں اُس خود رفتہ کو لا کر کہا کہ ”اے آدم زاد ! یہ بے خودی اور بے ہوشی عبث اور یہ لوٹنا اور غش بے فائدہ ہے ۔ کیا حاصل ، تُو جس کے بس میں ہے اُس سے تو یہ کج ادائی کرتا ہے ، مجھے سرو قامت سے کیا نہال کرے گا ؟ اگر میرے وصل کی حسرت اور تمنا ہے ، تو لال دیو کو اپنے سے رضامند کر اور شیریں زبانی سے خرسند رکھ ۔

بیت

چاہیے تقلید تجھ کو بلبل گلزار کی
ایک گل کے واسطے ایذا سہے سو خار کی

لے اب جا ، ایسا نہ ہو کہ یہ راز کسی پر افشا ہو ۔“ یہ کہہ کر اُٹھی ، اپنے تخت پر سوار ہوئی ۔ ہوا نے وہ تخت اڑایا ، شہزادہ اُدھر سے ادھر آیا ۔ دیر تک مجلس میں بیٹھا رہا ۔ اپنے ہاتھ سے ہر ایک کو انعام دیا ۔ پھر چھپر کھٹ پر آرام فرمایا ۔ دیو سے کہا ”اے رفیق غم خوار ، و اے مونس وفادار ! میں چاہتا ہوں کہ آج تُو میرے پلنگ پر استراحت فرمائے ۔ میرا پہلو کہ ایک مدت سے اپنے باپ کے پہلو سے جدا ہے ، گرم ہووے ۔“ دیو نے کہا ”معاذاللہ میری کیا طاقت ہے کہ آپ کے برابر لیٹ سکوں ؟ میں تو آپ کے سنگ پا سے بدتر ہوں ۔“ شہزادے نے کہا ”معلوم ہوا تُو مجھ سے محبت نہیں رکھتا ، کچھ دشمنی کا ارادہ ہے ، کینہ اپنے سینے سے نہیں نکالتا ۔“ لال دیو خوف آزردگی سے اُس کے برابر لیٹا ، مگر ڈرتا تھا کہ میرے ہاتھ پاؤں پہاڑ سے اور جسم اس کا گل برگ تر سے بھی نازک ہے ، ایسا نہ ہو کہ ذرا سے میرے بدن کے چُھو جانے سے اسے کچھ صدمہ پہنچے ۔ یہ سمجھ کر الگ تھلگ لیٹا ۔ شہزادہ اُس کی گردن سے لپٹا ، معلوم ہوتا تھا کہ یشب کی نادِ علی اُس دیو

کے گلے میں پڑی تھی ۔ جب شہزادے نے اس طرح کی خاطرداری لال دیو کی کی ، تب دیو نے اُس سے کہا کہ ''حیران ہوں آپ جو اتنی نوازش فرماتے ہیں ، کیا وجہ ہے ؟ جو مطلب ہو ارشاد فرمائیے اور غلام کو اُس کام سے آگاہ کیجیے ۔'' شہزادے نے کہا ''میں تجھے اپنا محسن سمجھتا ہوں ۔ اگر میرے کہنے کو تُو رد نہ کرے ، تو کہوں ۔'' دیو نے کہا ''ارشاد ہو ، غلام حتی‌الوسع قصور نہ کرے گا اور اپنے ہاتھ پاؤں مارے گا ۔'' شہزادے نے کہا ''میرا رقعہ ماہ پرور کے پاس لے جاؤ ۔'' دیو نے کہا ''آپ ماہ پرور کو کیا جانیں ؟ یہ راز کہاں پایا ؟ یہ نام کس نے سنایا ؟'' شہزادے نے کہا ''میں نے بھی نام اُس کا کسی سے سنا ہے ۔'' دیو اس بات کی تلاش میں کھویا گیا مگر کوئی بات اُس کے ذہن نشین نہ ہوئی ۔ چار و ناچار رقعہ پہنچانا اور جواب لا دینا قبول کیا ۔

طاؤس بننا لال دیو کا شاہزادے کے خط اور پیغام پہنچانے کے واسطے ماہ پرور کو

جب طاؤس خورشید سپہر مرصع بال شعاع پھیلا کر رقصاں رقصاں مشرق سے مغرب کو چلا ، لعل شہزادہ بستر خواب سے ہنستا ہوا اُٹھا ۔ ایک بند کاغذ کا اُٹھا کر ماہ پرور کو یہ نامہ لکھنے لگا ۔

ابیات

اے راحت جان بے قراراں
وے مردم چشم اشک باراں
دل شوق جمال سے ہے بے تاب
ہے تیرے خیال سے عدم خواب
جانے سے تیرے ہوں سخت غم‌ناک
ہے تیرے بغیر زندگی خاک

ہے وصل کی آرزو نہایت
رہتی ہے یہ جستجو نہایت
تو پاس ہمارے جب نہ تب ہو
اور سینہ بہ سینہ لب بہ لب ہو

جب وہ خط تیار ہوا ، لال دیو نے اپنے تئیں ایک طاؤس مرصع بنایا ۔ شہزادے نے وہ خط تعویذ کرکے اُس کے گلے میں باندھ دیا ۔ دفعتاً ماہ پرور کے باغ میں پہنچا ۔ وہ پری زاد اُس وقت پریوں کے ساتھ جھولا جھولتی تھی ۔ وہ طاؤس بھی جھولے کے برابر جا کر شہزادے کی زبانی یہ زبان پر لایا ۔

شعر

غم فراق میں ہیں جھولتے وہاں عشّاق
یہاں رقیبوں میں تیاریاں ہیں جھولوں کی

پری نے اُس کی آواز سے کچھ مدعائے سخن دریافت کرکے ایک پری کو حکم کیا کہ سنہری لگن میں موتی بھر کے اس کے آگے رکھ دے ۔ اُس نے وہی کیا ، مگر طاؤس نے اُس میں سے ایک دانہ نہ اُٹھایا ۔ وہاں سے اُڑ کر اور طرف جا بیٹھا ۔ ماہ پرور اُس شغل سے فراغت حاصل کرکے گوشۂ خلوت میں گئی ۔ طاؤس سے کہنے لگی کہ ”اے جانور ! قسم ہے تجھے اپنے خدا کی ، میرے پاس آ ۔“ مور اُڑ کر اُس کی گود میں جا بیٹھا ۔ پری اُس کو گود میں لیے ہوئے چھپر کھٹ میں لیٹی ۔ دالان کے پردے چھڑوا دیے ۔ طاؤس نے کہا ”اے ماہ پرور ! لعل شہزادے نے تجھ کو کہاں سے دیکھا کہ تیرا پیغام بر مجھ کو بنایا ۔“ یہ بات سنتے ہی پری نے اُسے دامن سے نکال کر پھینک دیا اور کہا ”اے کم بخت ، بے نصیب ! تجھ پر خدا کی مار ، کالا منہ ، نیلے ہاتھ پاؤں ، کون لعل شہزادہ کس کا دیکھنا ؟ تو مجھ کو تہمت لگاتا ہے ۔ رہ تو سہی ، تیرا سر پتھر

سے کچلتی ہوں ۔'' مور نے کہا کہ ''اے اڑتی ناگن! زہر نہ اگل ، باتیں نہ بنا ، رقعہ میرے گلے سے کھول ۔ مجھ کو ڈر کیا ، ایلچی کو خطر کیا ۔ غصے کو مار ، مجھ کو نہ للکار ۔'' دیو کی چکنی چپڑی باتوں سے اس کا غصہ فرو ہوا ، رقعہ اس کے گلے سے کھول کر پڑھا ، بقیہ عبارت اس کی یہ تھی کہ اے مہر آسمان خوبی و اے سروِ گلستانِ محبوبی !

ابیات

تھا وعدہ ترا بلاؤں گی میں
یا آپ ہی یاں پھر آؤں گی میں
سو تو نے نہ مجھ کو ہی بلایا
نہ تیری طرف سے کوئی آیا
ہے یاں المِ فراق سے جبر
کیا فائدہ آئے گر سرِ قبر

اس کو پڑھا اور خوش ہوئی ، جواب رقعے کا لکھ کر اس کی گردن میں باندھ دیا اور رخصت کیا ۔

جانا لعل شہزادے کا محل سرا میں لال دیو کے اور ملاقات ہونی گل سے کہ بیٹا لال دیو کا تھا اور اس کی ماں سے کہ نام اس کا قریش تھا

یہاں کا احوال سنیے کہ دیو بہ وقت رخصت کنجیاں اپنے مکان کی شہزادے کو دے کر یہ کہہ گیا تھا کہ اگر آپ کا دل بہ سبب تنہائی کے گھبرائے تو قفل کسی مکان کا کھولنا اور اپنے دل کو اس کے سیر و تماشے سے خوش کرنا ۔ تین طرف کی سیر کی تمھیں اجازت ہے ، چوتھی طرف کی ممانعت ہے ، ادھر نہ جانا ۔

شعر

کہ وہ البتہ جائے پُر خطر ہے
تمھیں اُس سمت سے لازم حذر ہے

جب شہزادہ تین طرف کی سیر کر چکا، چوتھی طرف بھی گیا؛ ایک دروازہ مقفل بہ قفل آہن دیکھا، اُس کو وا کیا۔ دوسرا در کچھ فاصلے سے نظر آیا۔ سیم خام کا اور عمارت سنگ رخام سے۔ اُس کا بھی قفل کھولا۔ فرش اُس میں پُر لطف ہر طرف بچھا ہوا۔ متصل اُس کے تیسرا دروازہ مرصع نہایت ارفع دکھائی دیا، اُس کو بھی مفتوح کیا۔ بہ مجرد کھلنے در کے ایک زن فہمیدہ گرم و سرد جہاں چشیدہ اُس سے دو چار ہوئی۔ فرط ترحم و محبت سے اُس جاں باختہ پر اشک بار ہوئی اور منع کرنے کے طور سے یہ کہا کہ ”اے محبوس غم و الم! یہ مکان اُس ظالم خونخوار کا ہے کہ بہ ظاہر گل اور باطن میں خار ہے۔“ شہزادے نے کہا ”میں غریب الوطن ہوں۔ تیرے دامن کی پناہ چھوڑ کر اب کہاں جاؤں؟ اے مادر مہربان! ماں باپ کی مفارقت میں آوارہ، دل پارہ پارہ رکھتا ہوں، آپ مجھ پر کرم کی نگاہ اور اُن کے نام سے آگاہ کریں کہ وہ کیسا گل ہے کہ جس کو آپ خار سے مناسبت دیتی ہیں؟“ اُس نے کہا ”اے فرزند! وہ میرا بیٹا ہے کہ اُس کا نام گل اور میرا نام قریش ہے۔ میں نے یہاں کے آنے سے اس لیے منع کیا کہ وہ کوئی دم میں آئے گا، تجھے پارہ پارہ کر کے دیووں کے آگے ڈال دے گا۔ تو جان، جو احوال تھا پوست کندہ میں نے تجھے سنایا۔“ شہزادہ اُس کے قدموں پر گرا، قریش کو اُس پر رحم آیا، لعل شہزادے کو اپنے دامن میں چھپایا۔ اتنے میں بادشاہ آیا، ماں کو جھک کر سلام کیا، ماں نے دعا دی۔ گل نے کہا ”آج تو دامن سے بوے خوش آتی ہے۔“ قریش نے کہا ”تم گل ہو اور اس دامن کے پلے ہوئے

ہو، بولے خوش کیوں کر نہ ہوگی'' گل ماں کے پہلو میں جا بیٹھا۔ موافق معمول کے طبق شیر برنج کا اُس کے روبرو آیا۔ گل بادشاہ نے کہا ''آج کھانا کچھ زیادہ ہے، آپ بھی تناول فرمائیے۔'' گل کی ماں نے شہزادے کو ٹھوکا دیا، اُس نے دو ایک نوالے چھپے چھپے کھائے۔ پھر ایک بار وہ ماہ تاباں پردۂ ابر سے نکل آیا۔ بھائی جان کہہ کر گلے سے لپٹ گیا۔ گل کو اُس کی ڈھٹائی اور بے باکی سے خار سا گزرا، لیکن بہ سبب ہم شیر ہونے کے اور ماں کی سفارش سے بھائی کہا۔ وہ شیر برنج دونوں نے نوش جاں فرمائی۔ ایک ساعت کے بعد جواہر نام وزیر فرد خرچ روزمرہ کی لے کر حاضر ہوا۔ چاہتا ہے کہ پیش کرے، بادشاہ نے کہا ''اے وزیر! اگر رونمائی گراں دے تو وہ چیز عنقا تجھے دکھاؤں کہ تیرے ہوش و حواس کے طوطے اڑ جائیں۔'' وزیر نے کہا ''حاضر۔'' بادشاہ نے وزیر کو بلایا، اپنے مہمان کو دکھایا۔ جواہر لعل شہزادے کو دیکھتے ہی غش ہو گیا۔ جب ہوش ٹھکانے آئے، ایک گوہر شب چراغ بیضۂ مرغ کے برابر کہ ہاتھ جواہر کا اس کی روشنی سے یدبیضا تھا، پیش کش کیا۔ شہزادے نے کہا ''میں اسے لے کر کیا کروں اور کہاں دھروں؟'' گل بادشاہ نے کہا، ''بھائی صاحب! قبول کیجیے اور طبیعت پر رنج و الم کو راہ نہ دیجیے۔ دیکھیے تو کیا ہوتا ہے۔'' شہزادے نے اُس کی نذر قبول کی۔ شہزادہ ابھی وہاں سے رخصت نہ ہوا تھا کہ لال دیو جواب خط کا لے کر آ پہنچا۔ اُس مکین سے مکان کو خالی دیکھا۔ پریشان حال ہو کر اِدھر اُدھر ڈھونڈتا ہوا اُس طرف جا نکلا۔ قریش نے چاہا کہ شہزادے کو چھپائے، گل نے کہا ''اب جانے دو، رات کو میں آؤں گا، جا کر لے آؤں گا۔'' شہزادہ اُسے دیکھتے ہی اُٹھا، دیو نے ہاتھ اُس کا پکڑ چھاتی سے لگایا، واسطے تنبیہ کے گھر کا جھڑکا کہ خبردار! پھر نہ جانا، وہ میری دشمن ہے۔ شہزادے نے کہا ''میری تو وہ ماں ہیں

اور گل بادشاہ بھائی جان ہیں ۔'' دیو نے کہا ''گل کی والدہ بارہ برس سے مجھ سے خفا ہیں ، ڈرتا ہوں کہ میری رنجش کے سبب سے تجھے مضرت نہ پہنچائیں ۔'' یہ کہہ کر دیو تو تھکا ماندہ تھا ، سو رہا ۔ شہزادہ اپنی خواب گاہ میں ماہ پرور کے خیال میں تارے گن رہا تھا کہ گل بادشاہ آیا اور پردۂ شب میں باپ کی آنکھ بچا کر لے گیا ۔ تمام رات وہ دونوں شغل شطرنج میں رہے ۔ شہزادے نے اپنے پیل بند سے پیادوں کی جماعت کو پست کیا ، کبھی بادشاہ نے اپنی بازیِ رفتہ کو قائم رکھا ۔

مطالعہ کرنا ماہ پرور کے نامے کا ، پھر جواب لکھنا شہزادے کا ماہ پرور کو اور ملاقات ہونی لعل شہزادے سے اور محمود وزیر زادے سے

جب شاطرِ گردوں نے ستاروں کی نردوں کو شفق کی بساط میں لپیٹا اور خسروِ خاور نے شاہانِ نجوم کو خانہ نشین کیا ، شہزادے نے بازیِ شطرنج سے ہاتھ کھینچا ۔ اسپِ عجلت پر سوار ہوا ، اپنی خواب گاہ میں آ کر سو رہا ۔ جب دیو جاگا ، شہزادے کے قدم کو بوسہ دے کر جگایا اور ماہ پرور کا نامہ دیا ۔ عاشق نے معشوق کے نامے کو کبھی چشمِ تر پر ، کبھی سر پر رکھا ، بعد ازاں کھولا اور پڑھا ۔ نامۂ عنبر شمامہ کی عبارت رنگین ، الفاظ شیریں ، ہر سواد اُس کا سوادِ چشم سے خوش نما ، لطافت عبارت کی دل اربابِ صفا کا پایا ۔

ابیات

لکھا تھا کہ پہنچا ترا مجھ کو خط
ہوا اُس سے دل کا مرے غم غلط

مجھے مایۂ عیش و عشرت ہے وہ
مگر کیمیائے سعادت ہے وہ

رکھا تھا اُسے تُو نے کیا زلف پر
کہ خوشبوے مشک اُس میں ہے سربسر
لکھا تھا جو وہ اشتیاقِ وصال
سمجھ تُو اُسے ہے یہ خواب و خیال
پری سے کہاں وصلِ انسان ہوا
وہ مانندِ پروانہ سوزاں ہوا
محبت سے خالی ہے انسان کا دل
فریب و دغا ان میں ہے آب و گل
فقط چار دن کے ہیں یہ آشنا
یہ گل ہیں، نہیں ان میں بوے وفا

شہزادے نے جب وہ خط پڑھا، جانا کہ وہ بھی اشتیاق بھری ہوئی ہے اور یہ چند شعر جو اُس نے بےپروائی کے لکھے ہیں، یہ عاشق فریبی ہے کہ زیادہ اُس کی ناشکیبی ہو ۔ اُس وقت جواب باصواب اُس کو لکھا ۔

جواب معشوق کے خط کا، عاشق کی طرف سے

اے راحتِ جانِ من سلامت
وے روح روانِ من سلامت
ظاہر ہو یہ بعد شوق دیدار
سیّار نمط ہے چشم بیدار
ہر شب سوے در مری نظر ہے
محشر ترے غم سے ہر سحر ہے
دل سے میرے لے گیا ہے آرام
جانا ترا اے بتِ گل اندام
گر تیغ اجل ہو جاں کی دمساز
دلبر دلبر کی آئے آواز

کیا تو نے لکھا تھا یہ سخن آہ
مت کیجیو میرے وصل کی چاہ
تو ہے کفِ خاک، میں پری ہوں
سب حرص و ہوس سے میں بری ہوں
یوں تیرا غلام ہوں میں اے جان
گر فخر کروں تو ہوں سلیماں
انسان سے نہیں ہے کوئی بہتر
ہے مہر و وفا بھی ختم ہم پر

یہ خط لال دیو کو دے کر ماہ پرور کے ملک کو روانہ کیا ۔ وہ پری اپنے والدین کے ہمراہ باغ کی سیر کو گئی تھی، طاؤس طلسم اُس کے پلنگ کے گرد پھر رہا تھا ۔ یہاں لعل شہزادہ گل بادشاہ کی مجلس میں ساغر عیش بھر رہا تھا ۔ اتفاقاً بادشاہ نے جواہر وزیر سے خاص دان طلب کیا، وزیر نے حاضر کیا ۔ بادشاہ نے پہلے شہزادے کو دیا، دوسرا پان آپ کھایا ۔ شہزادے کو اس وقت محمود وزیر زادہ یاد آ گیا تو بے ساختہ مغموم ہوا ۔

شعر

ڈبڈبائیں آنکھیں آنسو تھم رہے
کاسۂ نرگس میں جوں شبنم رہے

گل بادشاہ نے کہا ''اے برادر! اس وقت طبیعت کو ملول کرنے کا کیا باعث ہے؟'' ہرچند اصرار کیا، شہزادے نے کچھ جواب نہ دیا ۔ وزیر با تدبیر نے حقیقت حال کو اپنی میزان عقل میں تول کر عرض کیا کہ شاید اس وقت شہزادۂ آفاق کو اپنے وزیر زادے خیال اور اُس کی مفارقت کا ملال گزرا ہے ۔ شہزادے نے اُس کی فہم و فراست کی تحسین و آفرین کی، پھر گل بادشاہ نے سب احوال محمود وزیر زادے کا سنا ۔ شہزادے کے ملال پر بہت سر دھنا اور

فوراً تخت پر سوار ہو کر شہر خشخاش میں جا پہنچا ۔ تفحص اور تجسس کر کے وزیر زادے کو کہ مانند مُردے کے تہ خانے کی قبر میں پڑا تھا ، نکالا ۔ وعدۂ وصل سے اُس کو جلایا ۔ طرفۃ العین میں شہزادے کے پہلو میں لا بٹھایا :

ابیات

ملے اس طرح سے وہ شیدا بہم
کہ دریا سے ہو جیسے دریا بہم
ہوئے رنج ہجراں بیاں یک دگر
دکھائے بہم اپنے داغِ جگر

شہزادے نے دفتر صعوبت کو وا کیا ، وزیر زادے نے اپنا صورت حال دکھایا ۔ قریش نے کہا ”اے شہزادے ! تیرے رونے سے دل ٹکڑے ہوتا ہے ، آنسو پونچھ ، شکر کر آج تجھے خدا نے تیرے مہجور سے ملایا ۔“ پھر وزیر زادے کو یاقوتی قوت دل کی کھلائی کہ اُس میں توانائی آئی ۔

اُس طرف کا احوال سنیے ؛ جب ماہ پرور دامن نظارہ گلگشت باغ سے معمور کرکے پھری ، وہ طاؤس اپنے داغ دکھاتا ہوا اُس رشک بہار کے سامنے آیا اور تعویذ کہ گلے میں بندھا تھا ، دکھایا ۔ ماہ پرور تعویذ کو کھول کر پڑھنے لگی ۔

ابیات

کبھی وہ پری ہنس پڑی کِھل کِھلا
کبھی رہ گئی اپنے سر کو ہلا
رکھا چشم پر گاہ با صد سرور
کبھی زلف آسا کیا خط کو دور

کئی بار کھولا ، کئی بار پڑھا ، جواب اُس کا لکھ کر تعویذ بنا کر اُس کے گلے میں باندھ دیا ۔ لال دیو اُس خط کو لے کر اپنے مکان

میں آیا ، لعل شہزادے کو نہ پایا ، جانا کہ اُنھیں کی صحبت میں ہوگا ۔ دل میں کہنے لگا کہ اُس کو بھی اپنی طرح مجھ سے دشمن کیا چاہتے ہیں ۔ قریش کے محل میں گیا اور نظر تیز سے شہزادے کی طرف دیکھا ۔ وہ وہاں سے اُٹھا ، منت کرنے لگا ، دیو کے گلے سے لگ گیا ۔ دیو نے کہا ''کیا کہتے ہو ، کہو ۔'' شاہزادے نے کہا ''بھائی جان نے مجھ پر بڑا سلوک کیا کہ میرے وزیر زادے کو مجھ سے ملایا ۔ میں اُس کے عوض میں چاہتا ہوں کہ تم اماں جان کی تقصیر بخشو اور بھائی صاحب کو چھاتی سے لگاؤ ۔'' دیو یہ بات سن کر بہت خوش ہوا ، کہنے لگا ''بہت اچھا ، وہ اپنا جوگ اُتاریں ، اُنھوں نے تو ایک مدت سے اپنا اور ہی حال بنا رکھا ہے ۔'' شہزادہ جا کر قریش کے قدم پر گر پڑا ، اُس نے اپنی چھاتی سے لگایا ، جو کہا وہ قبول کیا ۔ پھر ایک بار ناگن کی طرح کیچلی ڈال کے نود سالہ ، بارہ برس کی ہوئی ۔ گویا شب دیجور چاندنی بن گئی ۔ وزیر زادہ بھی لال دیو سے ملاق ہوا ، لال دیو شہزادے کو خلوت سرا میں لے گیا ، وہ خط اُس کے آگے دھرا ۔

جواب مضمون کا پری کی طرف سے

اے یار جانی و اے دوست جاودانی ! اس سوختۂ آتش فراق ، دوختۂ ناوک اشتیاق کی طرف سے معلوم ہو کہ خط تیرا حرف بحرف لفظ بلفظ پڑھا ۔ جو تُو نے اپنی اضطرابی اور بے قراری لکھی ہے ، وہ میرے اضطراب کا ذرہ ہے اور اشک باری تیری کا ایک قطرہ ہے ۔

ابیات

قابل شرح نہیں حال ہمارا ھیہات
کون سی اپنی پریشانی کی لکھیے تجھے بات
روز ہنگامۂ محشر ہے تری فرقت سے
خواب ہے خلق کو دشوار مری رقت سے

جب بہت دل پر قلق ہوتا ہے، تصور میں سیر باغ کرتی ہوں - وہاں سے زیادہ مضطر و پریشان پھرتی ہوں - شہزادے نے جب مکتوبِ محبت اسلوب مطالعہ کیا، خوب رویا، ہر حرف اُس کا آنسو سے دھویا - جواب اُس کا مژگانِ قلم سے صفحۂ دل پر رقم کیا -

خط شہزادے کی طرف سے

غنچۂ نودمیدۂ گلزار خوبی و نوباوہ رسیدہ باغ محبوبی ! زاد اللہ حسنہا، بعد چمن چمن شوق اور دستہ دستہ اشتیاق کے معلوم ہو کہ گلدستۂ محبت و ولا پہنچا، دل بلبل زار کو شوق تازہ، سرور بے اندازہ بخشا -

ابیات

تیری ہے زبانی مجھ سے اُلفت
تیری سی نہیں ہے مجھ کو اُلفت

تو سیر بہار باغ میں ہے
یاں تازگی دل کے داغ میں ہے

تو آب رواں سے ہم قدم ہے
یاں آنکھوں میں جوں حباب دم ہے

تو سبزے پہ کر رہا ہے رفتار
یاں پار ہے دل کے نشترِ خار

تو تاک کے سائے میں کھڑا ہے
یاں زیست کا دن ہی ڈھل گیا ہے

یعنی ہوں تیرے لیے میں مضطر
دن مجھ پہ کٹے ہے روز محشر

ہر شب ہوں بہ آہ و نالہ روتا
تو کیوں کہ ہے نیند بھر کے سوتا
یاں بات نہیں کسی کی بھاتی
صحبت مجھ کو نہیں خوش آتی
ہر چند کہ قابل جفا ہوں
کر رحم کہ بندۂ خدا ہوں

لال دیو اُس خط کو لے کر ماہ پرور کے پاس گیا ، اُس نے خط پڑھا ۔ جواب اُس کا بہ صد اشتیاقِ ملاقات اور چند در چند کے عذرات کے ساتھ دیا ۔

جواب خط کا ، پری کی طرف سے

نامۂ محبت شمامہ کہ شکایت کا بھرا ہوا تھا ، پہنچا ۔ خدا آگاہ ہے کہ گلگشت میری ، واسطے تفریح کے نہیں بلکہ حاصل اس سے تو یہ ہے کہ رخ کو تیرے گل ، گیسو کو سنبل تصور کرتی ہوں ۔ قد کو سرو صنوبر ، نرگس کو چشم جادوگر سمجھتی ہوں ۔ میری گلگشت میں نظارہ تیرا ہے ، اگر منظور تیرا دیکھنا نہ ہوتا تو مجھے گلشن سے کام کیا تھا ۔

شعر

بسا دل میں اپنے جو تو خوب رو ہے
جدھر دیکھتی ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

اگرچہ پری ہوں لیکن محض بے پری ۔ مجھ میں تجھ میں اس قدر فرق ہے کہ جس کے تُو بس میں ہے وہ تیرا محکوم اور میں اپنی بے بسی سے مغموم ۔

شعر

نہیں کہتے ہیں اپنے دل سے ہم جس راز پنہاں کو
قلم کو کیجیے آگاہ اُس اسرار سے کیوں کر

یہ خط لکھ کر لال دیو کو دیا کہ پریشانیِ خاطر اُس پر ظاہر ہو ۔ لال دیو اُس خط کو لایا ، ماہ پرور کی پریشانی کا حال سنایا ۔ شہزادے کو اُس کے غم و الم کا نہایت قلق اور حیرانی سے چہرے کا رنگ فق ہوا ۔

آگاہ ہونا منصور شاہ کا محمود کے بھی گم ہوجانے سے اور تخت پر بٹھانا وزیر کی دختر کو کہ نام اُس کا 'اگر' تھا

منصور شاہ کو لعل شہزادے کے گم ہو جانے کا ایسا صدمہ پہنچا کہ حضرت یعقوب کے مانند اپنے یوسف کے غم میں کور ہوگیا ، آب و طعام ترک کیا ۔ وزیر 'خوشحال' کبھی کبھی قسمیں دلا کر بادشاہ کو کچھ کھلاتا ۔ جب وزیر نے احوال محمود کے گم ہو جانے کا بادشاہ کے گوش گزار کیا ، اس صدمۂ جان گداز نے اور بھی بے قرار کیا ۔ وزیر سے کہا ''اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ آپ کو ہلاک کروں ۔

بیت

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
بس ہجومِ یاس دل گھبرا گیا

میں سمجھتا تھا کہ محمود عاقبت کار مالک تخت و نگیں ، تسلی دہ دلِ اندوہ گیں ہوگا ۔ کوئی بات نہ بن پڑی اور ایک تدبیر راست نہ آئی ۔

شعر

دانۂ باروت بنتے ہیں مرے تخم اُمید
تا نہ برق ان پر گرے نشو ونما ہوتا نہیں''

آخرکار بادشاہ نے وزیر کی دختر کو کہ نام اُس کا 'اگر' تھا ، پسر قرار دے کر تخت سلطنت پر قائم مقام اپنا کیا اور خلق میں جابجا شہرت ہوئی کہ بادشاہ کا بیٹا کہ جس کو چشم خورشید نے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا ، وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا ہے ۔ یہ مژدۂ جاں بخش سن کر تمام شہر اُس ولی عہد کی زیارت کو گیا ۔ عمر دوازدہ سالہ ، حسن اُس کا رشک گل و لالہ ، خوبصورت و خوش رو ، زلف مشک بو ، سیاہ گیسو ، حسین نازنین ، چودھویں رات کا چاند ، عالم کو عالم عالم شادمانی اور جہاں کو جہان جہان کام رانی حاصل ہوئی ۔ اکثر مقدمات اُس نے فیصل کیے ۔ ممالک محروسہ میں اُس کی عدالت کی دھوم اور دانائی ہر صغیر و کبیر پر معلوم ہوئی ۔ صورت میں یوسف ، عدالت میں نوشیرواں ، سخاوت میں حاتم ، شجاعت میں رستم مشہور ہوا ۔ خلل و فساد ، قصہ و قضایا اُس کے عہد دولت سے دور ہوگیا ۔ بادشاہ کو تقویت اور سرور ، 'خوشحال' مسرور تھا ۔ 'اگر' بادشاہ نے اپنے رہنے کا مکان شہر پناہ کے دروازے کے متصل بنایا ۔ اہل فضل و کمال کو تحصیل علم کے واسطے بہم پہنچایا ۔ چند روز میں علم کما ینبغی حاصل کرکے طبع رسا کو علم ریاضی پر مائل کیا ۔

معلوم ہونا حال جوگی صاحب کے کمال کا اور فائدہ مند ہونے کا اگر شاہ کو اُن کی ملاقات سے از روے علم نجوم کے

رہبری طالع سے علم نجوم اور رمل و جفر کو خوب معلوم کیا ۔ قواعد سابق کسو ذہن کی رسائی سے تقویم پارینہ کر دیا ۔ علم نجوم سے دریافت ہوا کہ ایک جوگی اس فن میں یکتا ہے ، فلانے مقام پر آتا ہے ۔ اگر وہاں ایک مکان پُر تکلف تیار ہو اور اُس میں اقسام ماکولات اور مشروبات سے جو کچھ لازمہ مہمان داری کا ہوتا ہے ،

مہیا رہے تو ایک روز وہ جوگی اس مکان میں آن کر وارد ہوگا اور جو چیز تناول فرمائے گا ، اپنا جھوٹا کھلائے گا ۔ اس کے اثر سے حال غیب کا مجھ پر ظاہر ہوگا اور نعمات غیر مترقب حاصل ہوں گے ۔ اور اس کے سوا چالیس بادشاہ صاحب جاہ میرے حلقہ بگوش ہو کر خراج دیا کریں گے ۔ جب قاعدۂ نجوم و رمل سے یہ حال معلوم ہوا ، تب اگر بادشاہ نے ایک مکان نفیس اس جگہ پر تعمیر کیا اور وقت شب مہمان کی تلاش میں بوے خوش کی مانند ہر طرف متلاشی رہا ۔ بعد چند دن کے جوگی صاحب کا اس جگہ گزر ہوا ۔ اگر شاہ نے غبار پاؤں کا کحل البصر کیا اور بڑی عزت و تکریم سے اس مکان میں لا کر بٹھایا ۔ جوگی صاحب نے متوجہ ہو کر کہا ''صد آفرین تیری فہم و فراست پر ! ہزار فرزند تجھ ایسی دختر پر قربان ہوں ۔'' بادشاہ نے کہا ''شاہ صاحب ! میں دختر نہیں ہوں ، آپ کو میری سادگی پر شبہ ہوا ہے ۔'' جوگی ہنسا اور کہا کہ الحق تو فرزند سے بہتر ہے ۔ القصہ جوگی نے اس دعوت سے کچھ تناول کیا ، اپنا پس خوردہ اسے کھلایا ۔ پھر یہ کہا کہ اے فرزند ! چالیس بادشاہ تیرے محکوم اور اسرار غیبی اور سخنان جانوران تجھے مفہوم ہوں گے ۔ اکثر علوم سینہ تعلیم کرکے رخصت چاہی ۔ بادشاہ نے قدم کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ میں حضرت کو قبلہ گاہ جانتا ہوں ، بندہ پروری سے ہاتھ نہ اٹھائیے گا ، ضرور کبھی کبھی تشریف لائیے گا ۔

جوگی صاحب بہ سر و چشم کہہ کر رخصت ہوئے ۔ شہزادہ اپنے مکان میں آیا ، صبح کی نماز سے فراغت حاصل کرکے تخت پر جلوہ گر ہوا ۔ خبرداروں نے خبر دی کہ کئی ملک کے سلاطین آمادۂ جنگ ہو کر حضرت کی سرحد میں وارد و صادر ہوئے ہیں ۔ منصور شاہ نے کہا کہ اس ملک کو اگر شاہ کا تصدق سمجھتا ہوں ، جس کا جی چاہے وہ اس ملک کو لے لیکن اگر بادشاہ کو

اذیت نہ دے۔ اگر بادشاہ نے عرض کیا ''جو قبلہ عالم کو یہی منظور تھا، مجھے اپنا ولی عہد کیوں کیا؟'' یہ سن کر شیرانہ مردانہ برق کی طرح اُن کے خرمن ہستی پر گرا۔ فوج مخالف تاب مجادلہ و مقاتلہ نہ لا سکی، آخرکار صفیں کی صفیں اُس صف شکن کے آگے عرصۂ مصاف میں نظر آئیں۔ دھڑ پر دھڑ، مُردے پر مُردے گرائے، کشتوں کے پشتے لگائے۔ اگر بادشاہ کی فوج نے چالیس بادشاہوں کو محاصرہ کیا۔ فلک گنجفہ باز نے بازی کو اُن کی اس طرح ابتر کیا کہ سب تاج دار اُس کے ہاتھ آئے۔ پھر اُس غیرت آفتاب نے چالیس مکان عالی شان تعمیر کیے۔ ہر ایک تاج‌دار کو جداگانہ اُس میں رکھا۔ اُس فتح عظیم کی ملک بہ ملک دھوم پڑ گئی۔ آدمی کیا، جن و پری تھرائے۔ منصور شاہ نے شادیانے فتح کے بجوائے۔ جتنا نقدی اور اسباب لوٹ میں آیا، سب اُس کے تصدق میں لٹایا۔ تب سے اگر بادشاہ دن کو انتظام امور سلطنت میں مشغول رہتا تھا، شب کو خدمت گزاری میں جوگی صاحب کی بہ دل مصروف ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کو راضی کیا کہ جوگی صاحب نے اُس کی بود و باش کے واسطے اپنے ملک میں ایک باغ بے نظیر عنایت کیا اور کتاب ''معدن البدایع'' سے تیس اسم اُس کو بخشے اور سو منتر برن بدلنے کے تعلیم کیے اور جو کچھ سرمایہ عیاری اور جادوگری کا تھا، اُس کو سکھلایا۔ اگر بادشاہ اپنے باغ کی سیر میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن جوگی صاحب کے مختار کار سے کہ مدارالمہام تھا، ملاقات ہوگئی۔ اُس نے کہا کہ آپ کون ہیں، جواب دیا کہ جوگی کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ تارک‌الدنیا ہیں، بیٹا کہاں سے پایا؟ یہ پھل اُس سر زمین میں کب آیا؟ فرمایا کہ بارہ برس کے جوگ میں خدا نے یہ فرزند عطا کیا ہے۔ وہ اُٹھا، آداب بجا لایا۔ بادشاہ نے الطاف و عنایات سے اپنے آسے بہت راضی کیا۔ اُس نے سرنگ

ایک اپنے مکان سے اُس بنگلے تک کھدوائی اور عرض کیا کہ آپ تکلیف بہت اٹھاتے ہیں ، اس راہ سے آمد و رفت اختیار فرمائیے ۔ جوگی صاحب نے یہ سن کر اپنے ہاتھ کی انگوٹھی کہ سب علم و کمال جس کے زیر نگیں تھا ، عنایت کی ۔ نگینہ اُس کا گوہر شب چراغ ، اُس کی روشنی سے وہ راہ تاریک روشن ہوتی تھی ۔ صبح کو اگر بادشاہ اپنے تخت کی طرف توجہ فرماتے ، چالیس بادشاہ اُس کے مجرے کو آتے ۔ ایک مدت یہی معمول رہا ۔ ایک دن جوگی صاحب سے کہا ''اگر حکم ہو تو آپ کے ملک کے گرد و نواح کی بھی خبر لوں ؟ جو برباد ہوا اُس کو عدالت سے آباد کروں ۔ اس واسطے کہ روز قیامت مظلمہ رعیت کا بادشاہ کے ذمے ہے :

شعر

کیا خالق نے اگر آباد تجھ کو
تو کر آباد تُو خلق خدا کو

جوگی صاحب نے کہا '' بہت بہتر ، طبیعت کو رعیت پروری اور عدالت گستری پر مصروف رکھو ۔ ''

داستان شہریار وزیر کی جو راجا باسک کی بیٹی پر عاشق تھا کہ اگر شاہ نے کس ہمت سے عاشق و معشوق کو ملایا

اگر شاہ اکثر شب کو ماہ کامل کی طرح مصروف سیر و تماشا رہتا ۔ ایک دن کیا دیکھتا ہے کہ ایک دروازے پر کوئی خستہ حال دلارام کا نام لے کر پکارا ۔ بہ مجرد آواز کے کسی نے اندر سے خشم آلود ہو کر اُسے جواب دیا کہ اے بدبخت ! اس وقت کیوں خلل انداز راحت و آرام ہے ؟ دور ہو ، نہیں مثل مرغ ۔ ہنگام کے بسمل کروں گا ۔ وہ تو کلامِ تلخ سے سرمہ درگلو ہوا ، مگر دلارام

کی عورت نے اس سے کہا "اے شخص ! اہل حاجت سے اتنی بے اعتنائی اور درشتی نہ چاہیے ۔ جو کچھ اس کا معیّن ہے اسے دے ۔ دلارام نے چند برگ پان اسے دیے ۔ وہ شخص جدھر سے آیا تھا چلا ۔ اگر شاہ بھی اس کے ساتھ ہوا ۔ ایک باغ میں آیا ۔ وہاں چار شخص منوچہر ، جواہر ، بسنت ، بہرام ، گل بادشاہ کے وزیر مانند اربع عناصر کے جمع تھے ۔ یہ پانچواں وزیر بھی کہ نام اس کا شہریار تھا ، راجا باسک کی بیٹی کے دام عشق میں گرفتار تھا ۔

نظم

وہ اس کی ناگنی زلفوں کا مارا
گریباں تا بہ دامن پارا پارا
رخ اس کا زرد تھا اور چشم خونبار
کہ یہ ظاہر محبت کے ہیں آثار

مثل حواس خمسہ کے صحبت احباب میں شریک ہوا ۔ بعد اس کے اگر بادشاہ بھی مہمان ناخواندہ کی طرح خوان صحبت احباب پر حاضر ہوا ۔ اگرچہ اس کا جانا ناگوار گزرا مگر حسن نمکین اور سخن شیریں اس کے سے مزہ اٹھایا ۔ شہریار نے کہا "آپ کون ہیں اور یہاں کیوں کر آئے ؟" اگر شاہ نے کہا "فلانے شخص کا پسر ہوں ، اکثر دشت و بیاباں کی سیر کرتا ہوں ۔" جب وہ اس کے احوال سے ماہر ہوئے ، بادشاہ نے کہا "اے شہریار ! تیرے چہرے سے آثار عشق معلوم ہوتے ہیں لیکن کیا وجہ کہ وصل یار سے محروم ہے ؟" اس نے کہا "شرطیں میرے معشوق کی احاطۂ امکان سے باہر ہیں ۔ چناں چہ پہلے اژدہا بن کے دوڑے ، پھر اپنے تئیں تیل کے کڑھاؤ میں جلائے ، پھر بارہ برس کے گرم حمام میں نہاوے ۔" بادشاہ نے کہا "پروانے کو آگ میں جلنا آب بقا ہے اور خیال زلف معشوق کا ایک اژدہا ہے ۔ کیا دشوار ہے جو تجھ سے نہیں ہو سکتا ؟

مگر جذب صادق اور عشق کامل نہیں ۔'' شہریار نے کہا ''اے صاحب زادہ! ہنوز نیش محبت سے آپ بیگانہ ہیں ، نہ کسی شمع عارض کے آپ پروانہ ہیں ، آپ کیا جانیں محبت کسے کہتے ہیں ، یہ لاف زنی اور یہ دل شکنی آپ کو مناسب نہیں'' بادشاہ نے کہا ''اے شہریار! اپنی تیغ مجھے دے کہ اپنا جوہر تجھ پر عیاں کروں ۔'' غرض وہ خود غرض اس کو اپنی تیغ دے کر کہنے لگا ''اگر یہ کام آپ سے سر انجام ہو گا تو عمر بھر آپ کا غلام رہوں گا ۔''

اگر شاہ وہاں سے چلا ، دلارام کے دروازے پر آ کر پکارا ۔ اس نے کہا ''اے عزیز! آیا تجھے خلل دماغ ہوا ہے کہ گھڑی گھڑی مجھ کو پکارتا ہے ؟ اے کمبخت دور ہو یہاں سے ۔'' بادشاہ نے کہا ''وہ شخص میں نہیں ہوں کہ جسے تو نے پان دے کر رخصت کیا تھا بلکہ میں اس جوگی کا بیٹا ہوں کہ تو اس کی رعیت سے ہے اور عاشق ہوں راجا باسک کی بیٹی پر ۔ تو میری رہبری کر اور اس راستے پر لگا دے ۔'' دلارام خوف زدہ ہو کر باہر نکل آیا اور دعائیں دے کر یہ زبان پر لایا ۔

رباعی

اس راہ سے در گزر ہے بہتر
یعنی یہ نہیں رہِ سلامت
قاصد جو ہوا رہِ فنا کا
وہ لے گیا دل پہ داغ حسرت

بادشاہ نے کہا ''شاید میں تیرے قدم سے چلوں گا جو تجھے راہ بتانے میں یہ اندیشہ ہے ۔'' ہرچند دلارام نے عذر کیے لیکن کچھ پیش نہ گئی ۔ غرض دلارام نے مجبور ہو کر سب سراغ اور نشان بتا کر اگر شاہ کو ادھر رخصت کیا اور ادھر فوراً آ کر یہ ماجرا جوگی صاحب سے بیان کیا ۔ جوگی صاحب بے تاب ہو کر اس کے

ساتھ چلے ۔ راجا باسک کے دروازے پر اگر شاہ سے ملاقات کر کے کہا ''اے فرزند ! تیری کوشش و سعی کے قابل یہ مہم نہیں ۔ اس میں خوف جان ہے ۔ آدمی کیا ، دیو جن سے بھی ممکن نہیں کہ وہ شرطیں بجا لاوے ۔'' شہزادے نے کہا کہ میں نے زبان سے کہا ہے ، بات پر جان بھی جائے تو دریغ نہیں ہے ۔ جو کچھ ہو ضرور جاؤں گا ۔ اب اُمیدوار ہوں کہ آپ منع نہ فرمائیں ۔'' یہ سن کے جوگی صاحب نے ایک پھول ، خاصیت اُس کی یہ کہ پنکھڑی کی خوشبو سے آدمی اژدہا ہو جائے ، جڑ کو سونگھنے سے جیسا تھا ویسا ہو جاوے ، اور ایک انگوٹھی کہ شعلۂ آتش کو سرد کر دیتی تھی ، اگر شاہ کو دے کر رخصت کیا ۔ جب راجا باسک کو اُس کے آنے کی خبر پہنچی ، روبرو طلب کیا ۔ محو جمال ہو کر یہ سوال کیا ''تم اپنے معشوق کی شرطیں ادا کرو گے اور جان اپنی اُس پر فدا کر سکو گے ؟'' شہزادے نے کہا '' انشاء اللہ تعالیٰ ۔

بیت

جان تک اُس کی محبت میں گنوا بیٹھے ہیں
ہاتھ جینے سے سردست اُٹھا بیٹھے ہیں''

راجا باسک نے کہا ''پہلی شرط یہ ہے کہ اژدہا بن کر ہمارے ساتھ دوڑو ۔'' اگر بادشاہ نے بسم اللہ کہہ کر پھول کو سونگھا اور اژدہائے دمان بن کر اُس سانپ کے ساتھ کئی کوس دوڑا اور خس و خاشاک کو شعلۂ دم سے جلایا ، کہیں اُس کا ساتھ نہ چھوڑا ۔ جب اُس شرط سے باسک کی نشان خاطر ہوئی ، کہا ''اے عاشق صادق ! اب جلتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ میں کود پڑو ۔'' اگر شاہ بسم اللہ کہہ کر اُس کڑھاؤ میں کودا اور انگوٹھی کی برکت سے سمندر کی طرح اُس میں سے صحیح و سالم نکلا ۔ تیسری شرط گرم حمام میں نہانے کی مقرر کی ، اگر بادشاہ نے وہ بھی ادا کی ۔ جب وہ کار نمایاں اُس

کی کوشش سے ظہور میں آیا ، تب راجا باسک نے تیاری اپنی بیٹی موتی رانی کی شادی کی کی اور اگر شاہ اپنی تلوار کے ساتھ نکاح موتی رانی کا پڑھوا کے بڑی دھوم سے بیاہ کرکے دلھن کو ساتھ لے کر اپنے باغ کی طرف روانہ ہوا ۔ یہاں شہریار وزیر کے پاس آن کر کہا ”لو صاحب ، موتی رانی تم کو مبارک ہو ۔“ یہ مژدۂ جاں بخش سن کر شہریار متحیر ہوا ، کئی بار اگر شاہ کے تصدق ہوا اور بہت سی دعا و ثنا کی ۔ غرض شہرہ اگر شاہ کی ہمت و مروت کا چار طرف پڑ گیا ۔ ایک روز اگر شاہزادہ اپنے ملک میں منصور شاہ کے تخت پر بیٹھا متوجہِ امور سلطنت اور انتظام مملکت تھا کہ سامنے سے ایک اژدہا خاک پر لوٹتا ، سر پٹکتا ، آنکھوں سے لہو برساتا ، شعلے آہ کے منہ سے نکالتا ، بحضور اگر شاہ آن کر مستغاثی ہوا کہ اے شاہ معدلت پناہ ! میں ایک روز گل بادشاہ کی مملکت میں گیا تھا اور وہاں ایک ناگنی پر عاشق ہوا ۔ گل بادشاہ نے اس گناہ پر مجھے تو شہر سے اپنے نکلوا دیا ، اس ناگنی کو ریچھ اور بندروں کی قید میں رکھا ہے ، لہٰذا میں امیدوار عدالت اور منصفت کا ہوں کہ بدولت تیرے اپنی جفت کو پاؤں ۔ بادشاہ نے اس اژدہے کو شیر سے سیر کیا اور فرمایا کہ رات کے وقت حاضر ہونا ۔ اژدہا رخصت ہوا ۔ بادشاہ اپنے خلوت خانے میں شب کو اس کا منتظر بیٹھا تھا ، وہ اژدہا پھر آیا ۔ جوگی کا دیا ہوا پھول سونگھ کر اگر بادشاہ بھی ایک اژدہائے خونخوار بن گیا اور اس اژدہے پر کہ داد خواہی کو آیا تھا ، سوار ہو کر گل بادشاہ کے ملک کو روانہ ہوا ۔ جہاں وہ ناگن قید تھی ، وہاں پہنچا ۔ ریچھ و بندر بھاگ گئے ۔ ناگن نے کہا ”اے بادشاہ ! ہزار آفرین اور تحسین تیری ہمت پر اور ملامت اور نفرین اس گلِ پرخار پر جس نے بے گناہ مجھے میرے جوڑے سے چھڑایا ۔“ ایک ساعت کی ساعت وہ دونوں اژدہے وہاں

رہے ، بعد اُس کے وہاں سے پھرے ۔ گل بادشاہ نے یہ خبر سن کر چوکیداروں پر شدت کی ۔ اُنھوں نے کہا ’’ہمیں یہ خیال گزرا کہ حضرت سلامت برن بدل کر تشریف لائے ہیں ۔‘‘ آخرکار گل بادشاہ نے اُس ناگن کے ماں باپ کو ملک سے نکال دیا ، گھر بار اُن کا تاخت و تاراج کرکے اُس ناگن کو سات سمندر پار لے جا کر قید کیا ۔ اُس اژدہے نے یہ خبر سن کر پھر بادشاہ سے فریاد کی ۔ اگر شاہ نے اُس کی بہت تشفی کی اور کہا ’’خاطر جمع رکھ ۔‘‘ اگر شاہ اسی تردد اور پریشانی سے ایک صحرائے لق و دق میں گیا ۔ وہاں بیٹھ کر بین بجانے لگا ۔ پرند و چرند صحرا کے اُس کے سننے کو آئے ۔ سوا ایک روباہ کے کہ بہت فیلسوف تھی ، کوئی باقی نہ رہا ۔ کسی نے اُس سے کہا کہ ’تو کیوں نہیں چلتی ہے ؟ اُس نے کہا ’’جب وہ شیر خصلت خود میرے لینے کو آئے گا یا باعزاز و اکرام بلائے گا ، تو میں حاضر ہوں گی ۔‘‘ بادشاہ نے یہ سن کر کہا ’’جو جانور کہ ذی رتبہ ہیں ، اُس کے لینے کو جاویں ۔‘‘ القصہ وہ لومڑی بعداز روباہ بازی بسیار کے آئی اور ایک پھول نذر لائی :

شعر

وہ گل تھا کہ گلدستۂ مکر و فن
کہ بو کرکے زن مرد ہو ، مرد زن

بادشاہ نے تحفہ لے کر اُس سے فرمایا کہ ’تو سات سمندر طے کرکے اس اژدہے کی ناگن کو لا ۔ غرض وہ روانہ ہوئی ، موج کی طرح پار اُتری ، اُس ناگن کو فوراً وہاں سے لائی ۔ بادشاہ کو اپنی خدمت گزاری سے شاد اور اژدہے کو آباد کیا ۔ جب یہ خبر گل بادشاہ نے سنی ، گل کی طرح داغ دار اور اگر شاہ سے آمادۂ پیکار ہوا ۔ بعد چند نامہ و پیام کے اگر شاہ نے گل کو لکھا کہ تیرے پاس لشکر دیو پری کا ہے ، میرے پاس انسان کا ۔ بظاہر زور اور

قوت میں اپنے تئیں غالب جانتا ہے ، اس سبب جنگ وستیز کا طالب ہے ، لیکن باطن میں ہم تجھ سے اشرف ہیں کہ حضرت سلیمان نے دیو پری کو اپنا مطیع و فرماں بردار کیا تھا ۔ بہتر یہ ہے کہ بندگان خدا تلف نہ ہوں ۔ ہم تم لڑیں جھگڑیں ، جو غالب ہو اس کی متابعت کریں ۔ شہریار گل بادشاہ کا وزیر کہ اختیار کل رکھتا تھا اور اگر بادشاہ کا بندۂ احسان تھا ، گل بادشاہ کی طبیعت کو بالکل اصلاح پر لایا اور باعث صلح کا ہوا ۔

بیاہ ہونا لعل شاہزادے کا ماہ پرور کے ساتھ لال دیو کی کوشش و تدبیر سے

نخل بندانِ گلشنِ حسن و عشق گلدستۂ سخنِ وصل کو یوں آرایش دیتے ہیں کہ جب ماہ پرور کا چمنِ حسن سمومِ ہجراں سے زرد و ژولیدہ اور لعل شاہزادے کا گلِ رخسار خارِ مفارقت سے پژمردہ و افسردہ ہوا ، وہ مثل شمعِ سحرگاہ کوئی دم کی مہمان ، یہ مانندِ نسیمِ صبح سر بہ سر پریشان ۔

ابیات

گریباں چاک تھا یاں صورتِ گل
وہ تھی فریاد کش مانندِ بلبل
وہ اپنی زلف سے گر بےخبر تھی
پریشانی یہاں مدِّ نظر تھی
وہاں تھی اشک سے گر یک مژہ نم
یہاں تھا چشم میں دریا کا عالم

لعل شہزادے نے حالت اضطرار و بے قراری میں دیو سے کہا " باوجود اس شفقت کے جو آپ میرے حال پر رکھتے ہیں ، شومیِ طالع سے آج تک مبتلائے مرضِ فراق اور شربت وصال کا

مشتاق ہوں ۔ اب میرے دل کو تاب مفارقت اور صبر مہاجرت نہیں ۔ کوئی دن میں چراغ سحر کی طرح بجھ کر رہ جاؤں گا ۔

شعر

ٹک اپنے جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغِ سحری کا"

لال دیو نے کہا "میں نے آپ کی رضا مندی میں کچھ قصور نہیں کیا اور کوئی تدبیر نامہ و پیام کی اٹھا نہیں رکھی ، مگر مقدر سے لاچاری ہے ۔" یہ کہہ کر دیر تک غوطہ زن بحر تردد میں رہا ۔ گوہرِ مقصود صدف آغوش میں پا کر کہا " ایک تدبیر اور ذہن میں آئی ہے ، بن پڑنا بات کا شرط ہے ۔" فوراً اٹھ کر وہ دیو ، پری کے پاس گیا ۔ شہزادے کی کمال بے قراری اور اضطرابی ظاہر کی ۔ ماہ پرور نے بہت دل داری اور خاطر داری کی ۔

شعر

وہ پردہ جو حایل تھا اس کو اٹھایا
دھڑکنا اسے اپنے دل کا دکھایا

دیو نے کہا "آخر یہ بے قراری طرفین کی اور یہ اضطرابی جانبین کی کیوں کر دور ہو ؟ دل تمھارے کیوں کر مسرور ہوں ؟" پری نے کہا "مجھ سے کیا تدبیر ہو سکے ؟ ماں باپ کا خوف ایسا غالب نہیں کہ سر اٹھاؤں ، نگوڑی ناٹھی نہیں کہ تمھارے ساتھ چلی جاؤں ۔ میں سوختہ قسمت تو مجبور ہوں ، تدبیر کیا بتاؤں ۔" دیو نے کہا "ایک تدبیر یہ ہے کہ میں تجھے وہ دوا کھلادوں جس کی تاثیر سے خون کا استفراغ اور غم کے ہاتھ سے فراغ ہو ۔" پری نے کہا "علاج وصال میں زہر ہلاہل بھی تریاق ہے ۔"

شعر

دوا تو کیا ہے کہ انکار زہر سے بھی نہیں
تپِ فراق سے مجھ کو کہیں نجات ملے

القصہ دیو نے وہ دوا کھلائی کہ جس کے کھانے سے خون کی قے آئی ۔ ماں باپ گھبرا کے دوا علاج کی تلاش میں جا بجا دوڑنے لگے ۔ دیو نے اپنے تئیں برہمن بنایا ، صندل اور سیندور ماتھے پر لگایا ۔ ہر ہر کرتا ، مالا جپتا اُدھر سے ہو نکلا ۔ کسی نے کہا ”مہاراج دیوتا ! ہماری شہزادی کو سایہ سکہ ہوا ہے ، پوتھی دیکھ کر پرشن بچارو ۔ برہمن نے بچار کر بتایا ” کل ایک شاہزادہ بیاہ کیے ہوئے ادھر آئے گا ، کشتی اس کی طوفان سے تباہ ہوگی ۔ اگر اُس کے ساتھ اس پری کی شادی ہو ، اس بیماری سے اسے رہائی ہو ۔ پوتھی میں لکلتا ہے کہ وہ شہزادہ تو مر جائے گا مگر اس کا مرض جاتا رہے گا ۔ سوا اس کے کوئی علاج نہیں ۔“ پری کے ماں باپ نے کہا ” ہمیں قبول ہے ۔ آپ اُس کی تلاش میں رہیں ، جس وقت وہ کشتی آئے فوراً ہمیں خبر ہو ۔“ یہ کہہ کر برہمن وہاں سے غایب ہو اپنے باغ میں آیا ۔ شہزادے کو دولھا بنایا ، سمجھایا ، بجھایا ، کشتی پر سوار کرکے روانہ کیا ۔ صبح ہوتے ہی لعل شاہزادے نے گریبان کو چاک کیا ، سر پر خاک ڈالتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا ۔

ابیات

صدا اُس کی یہ تھی کہ وا حسرتا !
مرا خانماں غرقِ دریا ہوا
اُٹھے کیوں نہ طوفاں مرے دل سے آہ
کیا ہے حوادث نے مجھ کو تباہ

یہ کہتا تھا اور دھاڑیں مار مار روتا تھا ۔ خبر اُس کی بادشاہ

کو ہوئی ، برہمن کے کہنے کا یقین ہوا ۔ امیروں وزیروں کو بادشاہ نے سمجھا کر دریافت حال کے واسطے بھیجا ۔ کسی نے پوچھا ''اے عزیز! کیوں تو روتا ہے اور کس لیے جان کھوتا ہے ؟'' اُس نے کہا ''آہ ! کیوں کر نہ روؤں اور جان نہ کھوؤں ؟ کل شادی کی ، آج بے خانماں ہوا ۔ ایک گوہر ناسفتہ کو صدف کے مانند بارہ برس تشنہ لب رہ کر پایا تھا ، اسے شورشِ دریا قطرۂ نیساں کی طرح لے گیا ۔'' اُس نے کہا ''مرضی خدا سے کیا چارہ ہے ؟ اگر اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی ماہ پرور کے ساتھ شادی قبول ہو تو تمھاری سفارش بادشاہ سے کی جائے ۔'' دولھا نے کہا ''سبحان اللہ ! میرا تو یہ حال ہے ، تم شادی کو کہتے ہو ؟'' غرض ہر ایک نے بہت سا سمجھایا اور بیاہ کرنے پر آمادہ کیا ۔ دولھا نے کہا ''خیر اس شرط اور اقرار پر کہ جہاں چاہوں گا اُسے لے جاؤں گا ۔ اگر سب خویش و برادر ، مادر و پدر اس کے اپنی مہریں کر دیں ، مجھے قبول ہے ۔'' اُن کے تو دل سے لگی ہوئی تھی اور یہ جانتے تھے کہ اس کا صدقہ اُس کی جان ہے ، وہ اچھی ہو جائے گی ، یہ مر جائے گا ، اقرار نامے پر چھوٹے و بڑے نے مُہر و گواہی کر دی ۔ شادی کی تیاری ہونے لگی ۔ ماہ پرور کو دلھن بنایا ۔

نظم

کروں اُس کی تزئیں کا کیا میں بیاں
کیا مانگ کو غیرتِ کہکشاں
وہ گیسو کہ تھے سینکڑوں اس میں دل
ہوئی لیلۃ القدر اُن سے خجل
کہاں کہیے ابرو کو اُس کے اگر
مژہ ترکشِ تیر تھے سر بہ سر
وہ آنکھیں کہ آہو تھے اُن سے خجل
وہ آہو کہ جن کے چراگاہ دل

عجب خوش نما آن میں کاجل دیا
مگر مردمِ دیدہ کو حل کیا

عجب معدنِ حسن تھے اُس کے کان
وہ بینی کہ خود منہ ہو جس سے عیان

لب اُس کے تھے یا ریزہ ہائے نبات
دہن اُس کا یا حوضِ آبِ حیات

فقط اُس پہ مسّی تھی بہرِ شگون
تصور سے بوسے کے وہ نیلگون

گلُو اور گردن یہ شفّاف تھے
وہ دو شیشۂ بادۂ صاف تھے

وہ ساعد نہ تھی شاخِ بلور تھی
بعینہ وہ شمعِ سرِ طور تھی

وہ پنجہ نہ تھا پنجۂ مہر تھا
وہی باعثِ اُلفت و مہر تھا

خجل اُس کے سینے سے گوہر کی آب
مگر سطحۂ آب پر دو حباب

کہاں تک کوئی اس کا پردہ کرے
وہ دو قمقمے رنگ کے تھے بھرے

جڑاؤ جو اُس گل کی انگیا تھی وہ
نہ انگیا تھی سونے کی چڑیا تھی وہ

کمر کو کہوں کس طرح اس کی ہیچ
نہ آوے نظر تو یہ قسمت کا پیچ

شکم تھا جو مانندِ آئینہ صاف
تو عکسِ زنخداں تھی وہ اُس کی ناف

کھلا تھا نہ وہ گل، تھی اب تک کلی
تصور سے جس کے رہے بے کلی
رگِ گل سے نازک شگافِ نہاں
ہوا و ہوس کو گزر واں کہاں
پھسلتی تھی زانو پہ اُس کے نگاہ
اُنھیں جس نے دیکھا کہا واہ واہ
وہ نازک قدم چشم پر ہوں اگر
گرانی کرے پھر مژہ چشم پر
وہ سر سے قدم تک قیامت تمام
قیامت تھا وہ قد و قامت تمام

مختصر یہ کہ اُس زہرہ کو ماہ کے ساتھ قران السعدین کیا ۔ نکاح کے بعد نوشاہ کو اندر بلایا، دلھن کو پہلو میں بٹھایا ۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی لعل شاہزادہ غش کھا کر گر پڑا ۔ دلھن والے خوش ہوئے کہ برہمن کی بات مطابق ہوئی ۔ دلھن نے گلاب اشک چھڑکا، بارے ہوش میں آیا، گل کی طرح بدن میں پھولا نہ سمایا ۔ مدعی خجالت سے سر افگندہ بلکہ پراگندہ ہوئے ۔ دولھا نے دلھن کی گردن میں ہاتھ اپنے حمائل کیے ۔ پستۂ لب کے، بادام چشم کے، انار پستان کے خوب مزے اُڑائے، گلے سے لگایا، بغل میں دبایا، گدگدایا، ہنسایا، غنچے کو گل رسیدہ، صدف کو نیساں دیدہ کیا ۔ پھر جوش دل کے ساتھ آرام فرمایا ۔

رخصت ہونا دلھن کا اپنے ماں باپ سے اور مراجعت کرنا شہزادے کا لال دیو کے باغ میں

جب عروس شب نے خسرو خاور سے شرما کر اپنے رخ کو پردۂ عدم میں چھپایا، شہزادے کو خواب گاہ سے جگایا ۔ دولھا نے دلھن کی رخصت کا سوال کیا، اُنھوں نے کہا ”یہ نہ ہوگا ۔

اگر تمھیں خانہ دامادی قبول ہو تو رہو، نہیں اپنی راہ پکڑو۔" شہزادے نے وہ اقرار نامہ کہ اُن سے لکھوا لیا تھا، پیش کیا؛ آخرکار کچھ پیش رفت نہ گئی۔ دلھن کی رخصت کا ایک کہرام ہوا۔ ہر ایک کا دل ماہ پرور کی مفارقت سے پسنے لگے۔ چھوٹے بڑے گلے لگا کر ملنے لگے۔ سامان رخصت کا ہوا، جہیز نکلنے لگا۔ بیان جہیز باعث طول ہے۔ پھر دولھا کے سامنے ہاتھ جوڑے اور یہ کہا، "ہم یہ لونڈی خدمت کے واسطے دیتے ہیں۔" لال دیو نے کہا "یہ آپ نہ فرماویں، یہ ہماری مخدوم ہیں۔" ماں باپ کے رونے کا شور، نوبت کی ٹکور، القصہ بڑی دھوم دھام سے دلھن رخصت ہوئی۔ شہزادہ ہنسی خوشی سے دلھن سمیت اپنے باغ میں آیا۔ محمود وزیر زادے نے سجدے شکر کے کیے۔ گل بادشاہ نے گوہر شب چراغ اُس پر نثار کیا۔ قریش نے آنکھوں کو دلھن کے پاؤں کا فرش بنایا۔ ہر ایک نے رونمائی میں جواہر بیش بہا دیا۔ گل بادشاہ نے آنے میں تامل کر کے کہا "اے بھائی! "الحیاء من الایمان۔" شہزادے نے کہا: مصرع

"چُھپے ہے کہیں بھائی سے بھی بہن

تمھیں میرے سر کی قسم! تشریف لاؤ۔" گل بادشاہ سر جھکائے ہوئے گھر میں آیا۔ ماہ پرور نے سلام کرنے سے انکار کیا کہ ہم بادشاہ، یہ سب ہمارے مجرئی ہیں۔ مگر دولھا کے اشارے سے سلام کیا۔

دوبارہ قریش اور گل بادشاہ کا شادی کرنا لعل شہزادے کی اور ظاہر ہونا عشق گل کا اگر سے

گل بادشاہ نے اپنی ماں سے کہا "میرا جی چاہتا ہے لعل شہزادے کا دوبارہ بیاہ ہو، تا ہم بھی تماشا دیکھیں کہ بھائی صاحب کیسے دولھا بنتے ہیں۔ آپ دلھن کی طرف ہوں، میں

دولھا کا مہتمم ہوں ۔" قریش نے کہا "میرا بھی یہی جی چاہتا ہے کہ ماہ پرور کو دلھن بناؤں ۔ تم نے یہ بات میرے دل کی کہی ۔ صدقے گئی ، باپ کی بھی مرضی دریافت کرو ۔" القصہ لال دیو کو بھی راضی کرکے بیاہ کی تیاری کی ۔ جا بجا رقعے بھیجے ۔ جوگی صاحب کو بھی کہ اگر شاہ کا پیر و مرشد تھا ، یہ نامۂ محبت انجام لکھا :
"عموی صاحب قبلہ ! میرے بھائی کی شادی ماہ پرور پری کے ساتھ فلانی تاریخ کو مقرر ہوئی ہے ، حضرت بھی مع صاحب زادۂ والا قدر کہ وہ آپ کے شجرۂ پرستش کا گل نورس ہے اور بارہ برس کے بعد ہاتھ آیا ہے ، تشریف لائیے اور اُن امور سے کہ بہ سبب مقتضاے سن کے صاحب زادے نے مجھ سے کیے ہیں ، پس و پیش نہ فرمائیے ۔" جوگی نے بہ خیال اُنھی باتوں کے کہ اکثر معاملات میں اگر نے گل کو زک دی تھی اور بارہا شوخ طبعی سے گستاخی کی تھی ، اپنا جانا بہتر نہ جانا ۔ عذر چند در چند پیش کیے ۔ جواب صاف بھیجا کہ مجھے بہ سبب کسل طبیعت کے ھرج دُشوار ہے اور فرزند میرا ابھی کہیں جانے کے سزاوار نہیں ۔ اس شادی میں میرا پہنچنا نہیں معلوم ہوتا ۔ گل بادشاہ اُس کے لطایف الحیل سے درہم و برہم ہوا ۔ شہریار وزیر سے کہا "اگر میں یہ جانتا کہ وہ جوگی بچہ نہ آئے گا تو ہرگز نہ بلاتا ۔ مجھے اُس کے نہ آنے کا اور جوگی کی حیلہ بازی کا نہایت ملال ہے ۔" غرضیکہ شادی کا سامان جیسا چاہیے ، ویسا مہیا ہوا ۔ مہمان ہر طرف سے بڑے کروفر کے ساتھ آئے :

ابیات

بنا ایسا نوشاہ وہ بادشاہ
ٹھہرتی نہ تھی اُس کے رخ پر نگاہ

شہانا لباس اور گورا بدن
بعینہ بہارِ گلِ یاسمن

پڑا منہ پہ سہرا جواہر نگار
خطِ مہر تھا اس کا ہر ایک تار
وہ مہندی وہ مسّی وہ گوٹوں کے ہار
نہیں بھولتی آج تک وہ بہار
جوانی کا ایّام عہدِ شباب
حسینانِ عالم میں وہ انتخاب
دراز اُس کی قامت سے زلفِ رسا
غرض فتنۂ دہر سر تا بہ پا
وہ چشم سیہ شرم سے تھی خجل
وہ چتونِ پسے جس پہ لاکھوں کا دل
مژہ جوہر تیغ نظّارہ تھے
دلِ عاشقاں جس سے صد پارہ تھے

وہ جوان رعنا ایسا دولھا بنا کہ کبھی پیر فلک نے بھی دیکھا نہ سنا۔ قمر کے مانند برات لیے سب براتی ستارے معلوم ہوتے۔ دلھن کے گھر آیا۔ آتش بازی چھوٹنے لگی، نسرین و نسترن سے ہر کوچہ گلشن ہوا، چراغاں کی روشنی پر ہر ایک دل پروانہ، شہنائی کی آواز پر تان سین دیوانہ تھا۔ گل بادشاہ نے لے جا کر دولھا کو مسند پر بٹھایا، شربت پلایا، ہار پہنایا، پان کھلایا، مبارک سلامت کی اِدھر اُدھر دھوم دھام ہوئی، راگ رنگ شروع ہو گیا۔ گل بادشاہ نے جواہر و شہریار سے کہا ''میں نے یہ تقریب شادی کی فقط اُس جوگی بچے کے بلانے کے واسطے کی تھی۔ وہ نہ آیا، مجھے اُس کا نہایت خار ہوا۔ تم تخت پر سوار ہو کر اُدھر جاؤ، دیکھو تو وہ جوگی بیمار ہے یا اُس نے فریب کیا ہے۔'' غرض وہ دونوں وزیر باتدبیر تخت پر سوار ہو کر اُدھر چلے۔ گل بادشاہ بھی وزیروں سے پوشیدہ اُدھر روانہ ہوا۔ اُس بلائے آسمانی سے بے خبر، افشائے راز سے بے خطر،

ہنستے بولتے طرفۃ العین میں اُس ملک میں پہنچے ۔ دیکھا جوگی صاحب دردِ سر میں مبتلا ہیں ۔ اگر شاہ جبین نیاز کو آستانۂ حضرتِ بے نیاز پر صندل کی طرح گھس رہا ہے ۔ کبھی جوگی پاس جاتا ہے ، کبھی باہر آتا ہے :

مصرع

کہیں قرار نہیں اُس کو بے قراری سے

شہریار وزیر نے سلام کیا ۔ بادشاہ نے کہا ''آج تمھارے یہاں تقریب شادی کی تھی ، تم کیوں کر آئے ؟'' وزیر نے کہا ''ہم نے پیشاب کا بہانہ پیش کیا اور چلے آئے ۔'' بادشاہ نے کہا ''شاباش اپنے آقا کے منہ میں شاشا کرتے رہو ۔'' اہل مجلس قہقہہ مار کر ہنسے ۔ وہ دونوں اپنے دل میں کٹے ۔ گل بادشاہ تخت پر سوار اگر شاہ کے سر پر منڈلا رہا تھا ، یہ کہنا اُس نے سنا ، متعجب ہوا ۔ اُس کے سر سے قدم تک نگاہ کی ، محک عقل پر طلائے حسن اس کے کو لگایا تو اُس مرد کو عورت پایا ۔ تیر عشق کا جگر کے پار ہوا ، نہایت بے قرار ہوا ، چار و ناچار بادل خار خار وہاں سے پھرا ۔

بیت

تماشا دیکھنے آیا تھا وہ گل
کیا عشقِ 'اگر' نے اُس کو بلبل

وہ صحبت اُس کو بزم ماتم ، خاطر اُس کی شمع کی طرح درہم و برہم ہوئی ۔ لعل شہزادے نے کہ نیش محبت سے آشنا ہو چکا تھا ، معلوم کیا کہ اُس کا دل بھی کہیں آیا ، کسی کی زلف نے اُسے بھی دام میں پھنسایا ۔ عاشق سے اپنے ہم پیشہ کا حال نہیں چھپتا ۔ یہ سب ایک پری کے دیوانے ایک شمع کے پروانے ہیں ۔

شعر

چھپے ہم درد سے کیا حالِ ہم درد
محبت کی علامت ہے رخِ زرد

شہزادہ اُس کو بد مزہ دیکھ کر اُداس ہوا ۔ رِیت رسوم برخاستہ خاطری سے کرکے اپنی دلھن کو لے کر محل میں داخل ہوا مگر گل کا اندوہ باعثِ ملالِ خاطر رہا ۔

بیان درد سر کا جوگی صاحب کے اور سرگرداں پھرنا اگر صاحب کا تدبیر علاج میں

اگر شاہ بہ سبب ناسازیِ طبیعت جوگی صاحب کے اپنی چشم کی طرح بیمار اور زلف کی مانند پریشان ہو اُس کے درد بے درماں کی تلاش میں سیر بیابان کرتا تھا ؛ ایک شب دریا کے کنارے ایک سیمرغ نے اُس کو بادلِ پُرغم اور چشمِ پُرنم دیکھ کر کہا ”اے جوان! کیا سانحہ تجھے درپیش ہے اور سبب تیرے تکدر خاطر کا کیا ہے ؟“ اگر شاہ نے کہا ”ایک فقیر سے ارادت صادق ہے ، اُس کے درد سر نے ہلاک کر رکھا ہے ۔“ سیمرغ کے دل میں رحم آیا ، اپنے بازو کا ایک پر توڑ اُسے دیا اور یہ کہا ”اے ہمائے اوج سلطنت! اس پر کو گھس کر دو تین قطرے اُس کے گوش اور بینی میں ٹپکا دینا ، درد سر اس کا عنقا ہو جائے گا ۔“ شہزادے نے اُسے دعائے خیر دے کر وہ لے لیا اور پھر رخصت ہو کر جوگی کی خدمت میں آیا ۔ اُسی دست معجز نما سے پر کو گھس کر عرق اُس کا اُس کی بینی میں ٹپکایا ۔ جوگی کو صحت کامل حاصل ہوئی ۔ قصہ کوتاہ جوگی صاحب نے (کہ) ایک مدت سے بے خور و خواب اور درد دل سے بے تاب تھے ، راحت و آرام پا کر استراحت کی ۔

جانا اگر شاہ کا جوگی صاحب کی محل سراؤں میں اور ملاقات ہونی ان کے محلات سے

اگر شاہ نے دیکھا کہ کچھ کنجیاں جوگی صاحب کے سرہانے رکھی ہیں ۔ فرصت وقت غنیمت سمجھ کر کنجیاں نکال کر ہر ایک دروازۂ مقفل کو وا کیا ۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک جوگن خوبصورت خوش سیرت ، منہ پر بھبھوت ملے ہوئے منکے ٹھنکے پہنے ، تنبورا ہاتھ میں لیے ، بیٹھی کچھ گا رہی ہے ۔ شہزادے کو دیکھ کر پوچھنے لگی ''اے سادہ رو ، جوان خوش خو ! تو کون ہے ؟ تجھے میں نے کہیں نہیں دیکھا ۔'' اس نے کہا ''میں جوگی کا فرزند ہوں ۔'' جوگن نے اس کی بلائیں لیں اور دعائیں دیں ۔ پیٹھ پر ہاتھ پھیرا ، پہلو میں بٹھایا ۔ دو بیڑے پان کے آسے دیے ۔ ایک پان کھایا اور ایک چھپایا ۔ وہاں سے رخصت ہوا ، دوسرے مکان میں آیا ۔ وہاں دیکھا ایک شہزادی پری پیکر ، خورشید منظر ، مسند ناز پر با صد امتیاز تکیہ دیے ہوئے بیٹھی ہے ۔ تعجب سے وہ بھی مستفسر ہوئی ۔ اگر شاہ نے اسی طرح جواب دیا ۔ وہ بھی بھبھوت رانی کے طور سے پیش آئی ۔ وہاں سے اٹھ کر تیسرے مکان میں آیا ، ایک پری ، جوبن میں بھری ، صاحب جمال ، پندرہ برس کا سن و سال ، نظر آئی ۔ پری نے کہا ''اے دل دار گل رخسار! تو کوئی بادشاہ یا فرشتہ یا ماہ ہے ؟'' بادشاہ نے کہا ''جوگی کا پسر ، تیرا نور نظر ہوں ۔'' وہ متعجب ہو کر کہنے لگی ''بید میں کس نے ثمر دیکھا ہے اور اس پتھر سے یہ لعل کب نکلا ۔'' اگر شاہ نے کہا ''خداوند بے نیاز کو سب طرح کی طاقت ہے ۔'' اس نے بھی دو بیڑے پان کے دیے ۔ ایک کھایا ، دوسرا غائب کیا ۔ وہاں سے چوتھی محل سرا میں داخل ہوا ؛ ایک تخت پر تین عورتیں نظر آئیں ؛ ایک ماہ تاباں ، دوسری زہرہ ، تیسری مشتری ، آپس میں یہ کہہ رہی تھیں '' اگر کوئی ہم کو اپنے ساتھ

پری زادوں کے فلانے ملک میں لے چلے ، ہم اُس ملک کی حکومت بے تردد اُس کے قبضۂ تصرف میں کر دیں ۔'' ماہ تاباں نے کہا ''اگر ایک پھول شاہ لالہ کے باغ کا ہاتھ لگتا تو میں بارہ برس کی ہو جاتی ۔ کیا کیجیے ، جوگی کے اولاد نہیں ۔'' ناگاہ اُن میں سے ایک کی نظر اگر شاہ پر جا پڑی ، ہکا بکا ہو کر پوچھنے لگی : ''تم کون ہو ؟'' بادشاہ نے کہا ''جوگی کا خلف ہوں'' ۔ ماہ تاباں نے کہا ''غلط ہے ۔'' اگر شاہ نے ثابت کیا ۔ کمال مسرور ہوئی ۔ اُس نے دو بیڑے پان کے دیے ۔ اگر شاہ نے کہا ''اے مادر مہربان ! شاہ لالہ کے باغ کا مجھ سے بیان کرو کہ وہ کہاں ہے ؟'' اُس نے کہا ''وہ جائے خطرناک ، موضع خوف و ہلاک ہے ، وہاں کوئی نہیں گیا ۔ اُس باغ میں ایک حوض ہے ، اُس کے منہ پر لوہے کا توا دیا ہے ۔ ہزارہا دیو جمع ہوں ، تب وہ توا اٹھایا جائے ۔ علاوہ اس کے دروازہ بھی اُس کا دس بیس سے نہیں کھل سکتا ۔'' بادشاہ اُن باتوں پر مصروف تھا ، یہاں جوگی کی آنکھ کھلی ، پوچھا کہ اگر شاہ کہاں ہے ؟ کسی نے کہا ''آپ کی محل سرا میں تشریف لے گئے ہیں ۔'' جوگی نے محل سرا میں جا کر دریافت کیا ۔ اُس نے کہا ''دوسرے محل کی طرف گیا ہے ۔'' اگر شاہ نے یہ خبر سن کر آپ کو جلد اُس کی خدمت میں پہنچایا ۔ پوچھا ''آپ کا درد سر کیسا ہے ؟'' اُس نے کہا ''الحمدللہ کہ فضل خدا سے اور تیری کوشش سے تندرست ہوں ۔'' اگر شاہ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت مجھے اپنے محلوں کے نام سے آگاہ فرمائیے ۔ جوگی نے کہا ''جوگن کا نام تو بھبھوت رانی ، شہزادی کا خورشید ، پری زاد کا مہتاب ، چوتھی کا ماہ تاباں ہے ۔'' پھر اگر شاہ جوگی سے رخصت ہو کر خلوت خانۂ خاص میں تشریف لایا ، آرام فرمایا ۔ آدھی رات کے وقت جوگی کی خدمت میں گیا ۔ بعد نماز صبح زہرہ و مشتری کو اپنے ساتھ لے کر شاہ لالہ کے باغ کی طرف چلا ۔

جانا اگر شاہ کا شاہ لالہ کے باغ میں اور لانا عجوبہ پری معشوقہ جواہر وزیر کی اور پانا پھول شاہ لالہ کے باغ کا اور حمید وفادار اور اسپ خوش رفتار کا

کہتے ہیں کہ اگر شاہ زہرہ و مشتری کو کہ وہ دونوں ماہ تاباں کی خواصیں تھیں ، ساتھ لے کر قمری کی طرح سریع السیر ہوا ۔ اُس شہر میں پہنچا جس میں وہ باغ تھا ۔ باغبان سے کہا کہ ہمیں اس میں سے ایک پھول توڑ لا دے ۔ اُس نے پری کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر بادشاہ آیا ہے ، ایک پھول طلب کرتا ہے ۔ پری نے کہا ”چار پانچ سوار جاویں ، اُس کی زلفیں پکڑ کے لے آئیں ۔“ زہرہ و مشتری نے آمد سواروں کی سن کر ٹانگیں اپنی دست دعا کی طرح پھیلا دیں ۔ وہ سوار کہ اپنے تئیں پانچویں سواروں میں گنتے تھے ، ٹانگوں میں گھوڑوں سمیت غائب ہو گئے ۔

شعر

وہ تہ خانہ تھا ایک بحرِ عمیق
معِ اسپ اُس میں ہوئے سب غریق

پری زاد نے غصے ہو کر بیس سوار اور بھیجے ، اُن کا بھی تھل بیڑا نہ لگا ۔ فوج فوج سوار ، موج موج پیادے آئے ، وہ دونوں اپنے تہ خانۂ سحر میں بھرنے لگیں ۔ قصہ کوتاہ سارے لشکر کو ٹانگ کے نیچے سے نکالا ۔ رنڈیوں سے ہزاروں نے شکست پائی ۔ اگر شاہ نے کہا ”اے زہرہ ! مجھے تشنگی غالب ہے ۔ کیا عجب ہے کہ زہرہ آب ہو جائے ۔“ اُس نے کہا کہ یہاں کا پانی پینا مناسب نہیں ، آگے بڑھ چلیے ، وہاں آب خوش گوار و باغ میوہ جات موجود ہیں ۔

آگے بڑھا ، ایک باغ خوش تزئین با میوہ ہاے شیریں ، در و دیوار رنگیں ، درخت لہلہاتے ، جانور چہچہاتے ، فوارے چھٹے ہوئے نظر آئے ۔ اگر شاہ اُس باغ کو دیکھ کر خوش و خرم ہوا اور چاہا کہ پانی ہاتھ سے اُٹھا کر پیے کہ ایک قفس آویختہ سے مینا اور طوطے کی آواز آئی ''اے بندۂ خدا! اس نہر سے پانی پینا مناسب نہیں ہے ۔'' اگر شاہ پانی سے ہاتھ اُٹھا کر اُن سے مخاطب ہو احوال پوچھا ، مینا نے کہا ''اے شہر یار! مالک اس باغ کا تین دن سے بے آب و دانہ ہے ۔ مہمان کو لازم ہے کہ میزبان کے بغیر اکل و شرب سے اجتناب کرے ۔'' اگر شاہ نے کہا کہ ''صاحب باغ کا نشان دو ، نام بتاؤ ، اُس کا حال سناؤ ، وہ کون ہے ؟ آب و دانہ کیوں ترک کیا ہے ؟ بیمار ہے ، قید ہے ، کسی پر مبتلا ہے ؟'' طوطے نے کہا ''سنیے ، نام تو اُس کا جواہر ہے ؛ کل بادشاہ کا وزیر ایک پری کے عشق سے دل گیر ، صدمۂ مفارقت سے مانند تصویر کے ہو گیا ہے ۔'' اگر شاہ نے کہا :

ابیات

ہمیں اُس سے مدت سے ہے رسم و راہ
ہوا رنج اس کا ، خدا ہے گواہ
بتاؤ ہمیں جلد وہ ہے کہاں
ابھی اُس طرف ہوتے ہیں ہم رواں

طوطے نے اُس کے مکان کا نشان دیا ۔ شہزادہ اُس طرف کو روانہ ہوا ۔ جواہر کا باپ دیوان خانے میں بیٹھا روتا تھا ، اگر شاہ مستفسر حال ہوا ۔ اُس نے کہا کہ حال اس کا کیا بیان کروں ؛ تین دن سے بے آب و دانہ ، ننگ و ناموس سے بیگانہ ، دروازہ بند کر کے بیٹھا ہے ۔ بادشاہ نے بیت الحزن پر پکارا ، جواہر کی جان میں جان آئی ۔ دروازہ کھولا ، اگر شاہ اُس کا حالِ زار دیکھ کر رو دیا ۔ اپنی تمام و کمال سرگذشت جواہر نے بیان کی ۔ اگر شاہ اُس کو

تسلی دے کر وہاں سے اُٹھا ، طوطے مینا کے پاس آیا ۔ انھوں نے کہا ”آپ مہم سر کرنے کو چلتے ہیں تو ہمیں ساتھ لیجیے ، ایک مشت پر پر بھی اعتماد کیجیے ۔ وہ ہمائے اوج اقبال طوطے مینا کو واسطے تلاش عجوبہ پری کے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا ۔ جب اُس پری زاد کے مکان کے نزدیک پہنچا ، شور و غلغلہ برپا دیکھا ۔ سبب اُس کا پوچھا ۔ کسی نے کہا ” مدت مدید سے ایک پری زاد کے سر میں درد ہے اور چہرہ زرد ہے ۔ رات دن سر پٹکتا ہے ، نہ جیتا ہے ، نہ مرتا ہے ۔“ مینانے اگر شاہ سے کہا ”شاہ لالہ کا باغ جو اُس پری زاد کے قبضے میں ہے ، اُس میں مشرق کی طرف ایک چمن ہے ، اُس چمن میں ایک پھول ہے کہ جس کے باعث سے یہ گل پھولا ہے اور عوام اُس کے خواص سے آگاہ نہیں ، پہلے وہ آئے تو اُس کا درد سر جائے ۔“ بادشاہ نے کہا ”میرے سوا کون ہے جسے بھیجوں ، آپ جاتا ہوں ۔“ طوطے نے کہا ” اے شہزادے ! ایک دیو حمید نام کہ مدت سے اُسے بیماری جذام کی ہے ، اُس نے نجوم میں دیکھا ہے کہ رہبری طالع سے وہ شرف آفتاب کہ نام جس کا اگر شاہ ہے ، ایک دن اس باغ میں آئے گا ۔ اس اُمید پر وہ دیو اُس باغ میں فلانے برج میں مقیم ہے ۔ اگر اپنے ہاتھ پاؤں دھو کر تھوڑا سا پانی چھڑک دیجیے ، اچھا ہو جاوے ، تو وہ جا کر پھول لائے ۔“ شہزادہ ادھر آیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرکے وہ پانی کہ وضو سے بچ رہا تھا ، اُس پر چھڑکا ، فوراً آزار حمید کا دور ہو گیا ۔ جب کہ حمید کا بدن صحیح و سالم ہوا ، وہ سجدۂ شکر بجا لا کے بادشاہ کے قدم پر گرا کہ اس احسان کا زیست بھر بندہ رہوں گا ، دامن دولت سے جدا نہ ہوں گا ۔ بادشاہ نے کہا ”فلانے باغ میں جاؤ ، وہاں سے ایک پھول توڑ لاؤ ۔“ حمید نے کہا ”بہت بہتر ، جان اپنی غلام تصدق کرتا

ہے ۔'' فرمایا کہ تنہا نہ جاؤ ، ہم بھی چلتے ہیں ۔ اگر شاہ اور حمید ، طوطا و مینا ، زہرہ و مشتری اُدھر روانہ ہوئے ۔ طوطے نے کہا '' اے بادشاہ ! جس وقت وہ پھول توڑنا ، اُس باغ کی سیر سے منہ موڑنا ۔ پھر نظر اُس طرف نہ کیجیو ، شور و غل پر کان نہ دیجیو :

شعر

نہیں تو سنگ ہو جاویں گے صاحب
تمامی عمر پچھتاویں گے صاحب''

قصہ مختصر جب اُس کے دروازے پر پہنچے ، حمید نے جھٹ پٹ ایک پھول توڑ لیا ۔ پھول کے توڑتے ہی شور گیر و دار ہوشیار باش بلند ہوا ۔ ہزاروں دیو باہر نکل پڑے ، زہرہ و مشتری نے محبس مخصوص میں گرفتار کر لیے ۔ پری زاد یہ خبر سن کر بہت جھنجھلایا اور کہلا بھیجا ''انشا اللہ تعالیٰ اس تمہاری زیادتی کا ایسا عوض ہوگا کہ پھر عمر بھر یاد کرو گے ۔'' بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ خار اس گل کے لینے کا خاطر مبارک سے دور اور بندے کو دامادی سے مسرور فرمائیے ۔ از خورداں خطا ، و از بزرگاں عطا ۔'' وہ اس پیغام سے اور بھی خفا ہو کر کہنے لگا ''یک نہ شد ، دو شد ۔'' غرض بعد گفتگوے بسیار کے اُس نے کہا ''خیر دو شرط پر یہ پیام تمہارا قبول ہے ، اگرچہ طبع ہماری تمہاری گستاخی سے ملول ہے : اول یہ کہ عارضۂ درد سر سے مجھے افاقہ ہو ، دوسرے یہ کہ زوجہ میری علیل ہے ، تندرست ہو جاوے ۔'' اگر شاہ نے کہا ''جو تم رنجور ہو تو ہم مجبور ہیں ۔ خدا مسبب الاسباب ہے ۔'' یہ کہہ کر حمید کو لے کر اُس پری زاد کے محل میں داخل ہوا ۔ پھول پری زاد کو سنگھایا ، درد سر بالکل زائل ہوا ۔ مدت سے بے خور و خواب تھا ، خوب سویا ، ماندگی کو کھویا ۔ پھر پہر بھر کے بعد آنکھ کھولی ، گرانیِ درد سر سے بدن کو سبک بار پایا ۔

سجدۂ شکر بجا لایا ۔ اگر شاہ کو خاص محل میں لے گیا ۔ عورت اُس کی کہ از خود رفتہ تھی ، ایک آدمی کا روز خون کر کے کھا جاتی تھی اور نہایت بے قرار اور بیمار تھی ، سامنا کیا ۔ حمید نے اس کے آزار کو عقل و فراست سے دریافت کر کے ، ایک کڑھاؤ میں دودھ بھر کے اُس کی پائینتی رکھا ۔ ایک سانپ کی کھوپری آگ میں ڈالی ، اُس کی بو سے ایک کالا اژدہا موٹا تازہ ، پھنپھناتا بانبی سے باہر نکل آیا ۔ وہ عورت ہوش میں آئی ۔ یہ بات زبان پر لائی ”یہ نامحرم کون لوگ ہیں ؟“ پری زاد نے کہا ”الحمد للہ تمھیں تمیز اپنے بیگانے کی ہوئی ۔ اگرچہ یہ نا محرم ہیں لیکن حرمت میری ان سے رہی ۔“ حاصل یہ کہ وہ پری زاد ممنون منت ہو کر مصروف سامان شادی ہوا ۔ کمال عزت و تکریم سے اگر بادشاہ کو مسند دامادی پر بٹھایا ۔ اگر شاہ نے اپنا نام جواہر بتایا ۔ بلبل کا بلبل سے صیغہ پڑھا ، زہرہ کا زہرہ سے عقد کیا ، جہیز میں لعل و گوہر ، اشرفی ، روپے ، لونڈی ، غلام کے سوا ایک گھوڑا ایسا دیا جس کی جست و خیز کا یہ عالم تھا :

شعر

گاہ آ جائے نظر ، گاہ نظر سے غائب
کہ ہوا بیچ وہ شب رنگ تھا جگنو کی چمک

حمید نے کہا ”اے بادشاہ ! گھوڑا نایاب ہے ، اس سے بہت کام نکلے گا ۔ حمید سا غلام ، ایسا اسپ خوش گام قسمت سے ہی ملتا ہے ۔ یہ وہ گھوڑا ہے کہ میدان جستجو میں جس کے سمند صبا بھی رہ جائے ، گھوڑا وہم و قیاس کا ٹھوکریں کھائے ۔“ حمید کی باتیں سن کر گھوڑا ہنسا ۔ شہزادہ اس کے خلاف ادب ہنسنے سے آزردہ ہؤا ۔ اُس بے زبان نے رفع ملال کے واسطے حمید سے یہ خطاب کیا : ”جس روز سے خالق انس و جان نے مجھے پیدا کیا ہے ، آج تک مجھ

پر کوئی سوار نہیں ہوا - یہی تمنا ہے کہ اگر شاہ مجھ پر سوار ہو -''
بادشاہ اُس کی گویائی سے راضی ہؤا ، سواری کا وعدہ کیا - غرض
عجوبہ پری کو ماں باپ نے رخصت کیا - طوطا مینا چہچہا
کرتے ہوئے اور زہرہ و مشتری قہقہہ مارتے ہوئے ساتھ ہوئیں -
بادشاہ نے حمید سے کہا ''تم آگے جاؤ ، جواہر کو یہ مژدہ سناؤ -

شعر

پیام وصل اے قاصد نہ کہنا بے دھڑک اُس سے
مبادا سنتے ہی اس کو وہ شادی مرگ ہو جاوے''

حمید اُدھر گیا ، جواہر کو یہ مبارک باد دے کر کہا : ''اٹھو ،
بیٹھو ، ہنسو ، بولو ، جس سے لو لگائی تھی وہ شمع رو اگر شاہ
کے اقبال سے تجھ پروانہ کی زیب انجمن ہوئی -'' جواہر خوشی سے
شعلے کی طرح بھڑکنے لگا - اُس مکان کو رشک جنان کرکے اگر شاہ
کے استقبال کے واسطے روانہ ہوا - اگر شاہ ، عجوبہ پری کو
جواہر کی صدف آغوش تمنا میں دے کر فوراً گھوڑے پر سوار
ہو کر شاہ لالہ کے باغ کا پھول لیے ہوئے جوگی کی خدمت میں
پہنچا - اُس نے کہا ''اے بندۂ خدا ! ناحق اپنی جان غیروں کے
واسطے ہلاکت میں ڈالتا ہے ، تیرا پدر بھی جوان ہے ، اُس کے
واسطے عجوبہ کو لایا ہوتا -'' عرض کی کہ بہت خوب ، اب کی مرتبہ
حضرت سلامت کی خاطر حاضر کروں گا - یہ کہہ کر ہنستا ہؤا
محل سرا میں گیا ، شاہ لالہ کے باغ کا پھول ماہ تاباں کو دیا ، اُس
تحفے کی جہت سے وہ بارہ برس کی ہو گئی - وہاں سے اپنی تخت گاہ
میں تشریف لایا - چالیس بادشاہ کہ اُس کے حلقۂ غلامی میں تھے ،
اُن کو تاج بخشی کرکے ہر ایک کے ملک کو رخصت کیا -

سیر کو جانا اگر شاہ کا جوگی صاحب اور اُن کے محلات کے ساتھ مع موتی رانی اور عجوبہ پری کے اور ملاقات سیمرغ کی اور خبر پانی شہباز کی اسی سے، پھر آوارگی شہباز کی تلاش میں

جب سیمرغ زریں بال مغربی، تاج مرصع سر پر رکھ کر طرف مشرق کے خراساں ہوا، اگر شاہ نے موتی رانی اور شہریار اور عجوبہ پری اور جواہر کو حمید کے تئیں بھیج کر طلب کیا۔ بہ مجرد طلب کے سب حاضر ہوئے۔ پھر جوگی صاحب سے کہا ''آج میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت کے چاروں محلوں کے ہمراہ رکاب باغ کی سیر کو جاؤں، دو چار گھڑی دل کو بہلاؤں۔'' جوگی صاحب نے کہا ''بابا! میں بھی چلوں گا۔'' اُس نے کہا ''بہت خوب!'' اگر شاہ مع جوگی صاحب اور شہریار اور جواہر اور حمید سوار ہوا، زنانی سواریاں ہمراہ تھیں۔ ایک باغ کے دروازے پر پہنچے۔ اگر شاہ نے قفل اُس کا کلید انگشت سے کھولا۔ باغ میں داخل ہوئے، حاضرین متعجب ہوئے۔ کسی نے کہا ''یہ تو کرامات آپ کی دیکھی مگر یہ بھی طاقت ہے کہ برن بدلیے، روح کو اور قالب میں لائیے؟'' کہا ''البتہ سو طرح سے برن بدل سکتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اُس پری پیکر نے دیو مہیب کی صورت بنائی۔ منہ سے شعلے نکلنے لگے۔ ایسی صورت خوف ناک تھی کہ موتی رانی اور عجوبہ پری سہم گئیں۔ اتفاقاً گل بادشاہ بھی اُس وقت تخت پر سوار اُدھر سے آ نکلا۔ یہ کارخانہ دیکھ کر بہت سا جلا بُھنا اور کہنے لگا۔

ابیات

وہ فن کون سا ہے جو اس میں نہیں
کہیں دیو ہے یہ، پری ہے کہیں

یہ ہے صورت اژدہا شعلہ ور
اسے شعلۂ آہ سے کیا خطر

گل بادشاہ تو اس طرح سے کہہ رہا تھا ، جوگی کی نظر اُس پر جا پڑی ۔ اگر پر غصے ہوا ، شور کیا ۔ وہ اُس کے کہنے سے صورت اصلی پر آیا ۔ واہ واہ کی صدا زمین سے آسمان تک بلند ہوئی ۔ گل بادشاہ متعجب ہو کر کہنے لگا ۔

شعر

شعلہ ہے ، برق ہے ، ہوا ہے یہ
کچھ نہ ثابت ہؤا کہ کیا ہے یہ !

اگرچہ گل ہر ادا پر نثار اور ہر صورت پر بے قرار تھا لیکن بہ مجبوری اپنے ملک کو روانہ ہؤا ۔ اگر شاہ نے اُس باغ میں جشن نوروزی ترتیب دیا ، ارباب نشاط کو طلب کیا ، صحبت ناچ و رنگ کی ہوئی ۔ یہ خبر سیمرغ نے جو پائی ، وہ بھی اُس باغ میں آیا ۔ دعا دے کر کہنے لگا : ''الحمد للہ ! دوبارہ تیرے دیدار سے آنکھیں روشن ہوئیں ۔ میں نے سنا ہے کہ حضور وقتِ تبسم غنچہ دہن سے گل افشانی فرماتے ہیں ، دامن نظارہ کو گل آگیں کیا چاہتے ہیں ؟'' وہ نوبہار گلستان محبوبی اُس کی تمنا پر ہنس پڑا ۔ پھولوں سے سیمرغ کا دامن بھر گیا ۔ شہریار اور جواہر نے اپنے دل میں کہا کہ گل بادشاہ اگر یہ گل فشانی دیکھتا تو ہزار دل سے تصدق ہوتا ۔ سیمرغ نے ایک تاج مرصع نذر دیا ۔ وہ تاج اُس کے فرق مبارک پر نہایت مزیب ہؤا ۔ پھر اُس سیمرغ نے عرض کیا '' اے بادشاہ ! اور تو سب کچھ عنایت ایزدی سے حضور میں سامان سلطنت مہیا اور موجود ہے ، لیکن دست مبارک شہباز سے خالی ہے ۔ مگر وہ شہباز جو تجھ سے سراپا ناز کے قابل ہے ، خواص عنقا کا رکھتا ہے ۔ میسر ہونا اُس کا محال ، کس کی مجال

جو طائر وہم اُدھر اُڑائے ، سات سمندر پار جائے ۔ اُس کا لانا بہت دشوار ہے ۔ دو طرف دریائے آب جوشاں ، دو طرف سے آتش سوزاں ۔ دریا میں گرے نیست و نابود ، آتش میں پڑے تو دود ہووے ۔ اور بالفرض اُس راہ سے اگر سلامت گزرے ، جوں ہی شہباز کا نام لے کر پکارے ، آواز کے تمام ہوتے ہی خاک کا تودہ ہو کر گر پڑے ۔ آدمی کیا ، پری زاد بھی اُسے نہیں لا سکتا ، دیو و دد بھی نہیں جا سکتا ۔'' شہزادے نے کہا ''انشاءاللہ ہم جائیں گے اور تائید ربانی سے اُسے لائیں گے ۔'' سیمرغ نے کہا کہ خبردار! زنہار اُدھر کا قصد نہ کرنا ، اُس طرف بھولے سے بھی قدم نہ دھرنا ۔ اُس نے نہ مانا ۔ پھر حمید اور گھوڑے سے پوچھا ، دونوں نے متفق اللفظ ہو کر التماس کیا کہ یہ سفر سراسر پُر خطر ہے ، اس میں جان کا ضرر ہے ، کسی طرح جانا وہاں کا مناسب نہیں ۔ جانور لایعقل کے کہنے پر عمل کرنا عقل و فراست سے دور ہے ۔ اگر شاہ نے ایک نہ سنی ، جانے پر مستعد ہؤا ۔ مجبور ہو کر حمید نے کہا ''میں نے یہ بھی سنا ہے کہ شہباز مرد کے سوال کا جواب نہیں دیتا ہے ۔ یہی منظور ہے کہ لباس زنانہ قامت پر راست کیجیے ۔'' اگر شاہ پوشاک زنانہ کہ اُس کے قد و قامت پر قطع ہوئی تھی ، پہن کر گھوڑے پر سوار ہؤا ، حمید کو ساتھ لیا ، مردانہ وار اسپ فلک سیر پر سوار ہو کر روانہ ہؤا ۔ فضل خدا سے سب راہیں پُر خطر اور ساتوں سمندر طے کر کے ساحل مراد کو پہنچا ۔ شہباز کو آواز دی کہ اے یار جانباز! بڑی جاں بازی سے تجھ تک پہنچا ہوں ۔ تجھے قسم ہے اُس بے نیاز کی کہ میرے پاس آ ۔ یہ سنتے ہی شہباز پرواز کر کے بازیِ معشوقانہ کرتا ہؤا اُس زہرہ جبیں کے ہاتھ پر آ بیٹھا ۔

شعر

نہیں معلوم کیا لذت ملی اُن کو اسیری میں
کہ مرغان چمن یوں دام میں آ آ کے پھنستے ہیں

اگر بادشاہ نے دام اندوہ سے مخلصی پائی اور کہنے لگا ''ہم نے عنقا کو بھی دام محبت سے شکار کیا'' ۔ اُس باغ کی سیر کی ، انواع اقسام کے میوے لگے ہوئے دیکھے ۔ چاہا کہ کچھ کھاوے ، اس اندیشے سے کہ کوئی اور گل نہ پھولے ، تامل کیا ۔ گھوڑے نے کہا ''اندیشہ نہ کیجیے ، شوق سے نوش فرمائیے ۔'' دو چار دانے انار کے تناول فرما لیے ، کچھ میوے تر و تازہ توڑ کر گھوڑے کی خرجین میں بھر لیے ، پھر وہاں سے سوار ہوئے ۔ اسپ فلک سیر نے عالم بالا کا تماشا دکھایا ۔ القصہ اُس سرزمین کو طے کر کے اپنی مملکت میں پہنچے ، ناگاہ جوگی کی نظر اُن پر جا پڑی ۔ خیال گزرا کہ کوئی دیو اُڑا جاتا ہے ، اُس قادر انداز نے تیر کمان میں جوڑا ۔ وزیر نے کہا ''ہاں ہاں کیا غضب کرتے ہو ۔ اگر شاہ کو بھی سیر و شکار کی عادت تھی ۔'' جوگی نے تامل کیا ، اتنے میں دیکھا کہ شہزادہ اسپ باد رفتار پر سوار ، شہباز ہاتھ پر ، حمید جلودار ، آسمان سے اُترا ۔ جوگی نے وزیر کی تحسین کی ، حمید کو گُھرکا ، گھوڑے کو جھڑکا ، یہ زبان پر لایا ''تمھی اسے ساری خدائی میں آوارہ لیے پھرتے ہو ، ابھی غضب ہؤا تھا ، تیر کمان میں جوڑ کر چاہا تھا کہ اسے نشانہ کروں ، خود ہدف ملامت ہوں ؟ وزیر نے منع کیا ، اُس کا ممنون ہؤا ۔

شعر

غضب تھا گر اُسے کرتا ہدف میں
تو ہوتا اپنے ہاتھوں پھر تلف میں''

اور شہزادے سے کہا '' ان بدبختوں کو اپنے پاس سے دور کر ۔''

شہزادے نے کہا ”بہت بہتر۔“ پھر جوگی صاحب نے شہباز کے لانے کی بڑی خوشی منائی ، بہت سی دولت اُس کے تصدق میں لٹائی ۔ وہ مژدہ ہر ایک بادشاہ کو پہنچا ، مبارک باد کو ہر طرف سے قاصد آیا ، تصدق لایا ۔ شہزادے نے میوے اُس باغ کے جوگی جی کو کھلائے ، منصور شاہ کو دو چار خوان بھجوائے ۔ بادشاہ و وزیر دونوں خوش حال ہوئے ۔ سیمرغ بھی مبارک باد کو آیا ، یہ زبان پر لایا ۔

شعر

ترے شہباز ہمت نے کیا عنقا کو صید اپنا
اسے تسخیر کہتے ہیں ، اسے اقبال کہتے ہیں

پھر اگر بادشاہ نے گل بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ ہمارے سفر کرنے کی ، شہباز کے لانے کی ، یقین ہے کہ خبر پہنچی ہوگی ، طوطے ہاتھ کے اُڑ گئے ہوں گے ، بدحواسی میں اتنی توفیق نہ ہوئی کہ صدقہ تیل ماش بھی بھیجتے ۔ یہ کار نمایاں بہت ناگوار گذرا ۔“ گل بادشاہ نے اُس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں نے صدقہ اس لیے نہیں حاضر کیا کہ میں اپنے تئیں آپ کی ایڑی چوٹی پر تصدق کروں گا اور قریب ہے کہ ایک شخص ہماری طرف سے حاضر ہوگا ۔ جو راہ و رسم ہماری اور جوگی صاحب کی ہے ، گذارش کرے گا ۔ خاطر جمع رکھو ۔ دوسرے دن جواہر وزیر کو لال دیو نے جوگی صاحب کے پاس بھیجا ، اُس نے تہنیت اور مبارک باد اگر بادشاہ کے آنے کی ، شہباز کے لانے کی عرض کی اور اگر شاہ کو لعل شہزادے ، محمود وزیر زادے کا سلام پہنچایا ۔ اگر شاہ نے ہنس کر جواہر سے فرمایا کہ تیرا بھی بادشاہ کتنا خسیس اور دنی ہے ۔ جواہر نے کہا ”آپ جو چاہیں فرمائیں مگر وہ جان و مال سے آپ پر نثار ہیں ۔“ القصہ جواہر رخصت ہوا ، گل بادشاہ کی خدمت میں

آیا ۔ کہنے لگا کہ آدم زادوں میں یہ رسم ہے کہ جو کوئی سفر سے پھرے یا فتح کرکے آئے ، عزیز و اقربا ، یگانہ و بیگانہ ، یار و آشنا کچھ تصدق بھیجتے ہیں ۔ گل بادشاہ نے کہا ''اُس جوگی بچہ نے ایسی کون سی لڑائی فتح کی ۔'' جواہر نے کہا ''گستاخی معاف ، جی ہی جانتا ہوگا ۔'' ہنس کر بادشاہ نے کہا ''تُو تو اُس کا احسان مند ہے ، ایسے کیوں نہ کہے گا ۔'' غرضیکہ گل بادشاہ نے وزیر کو مع تصدق شاہانہ اُدھر روانہ کیا ۔ باریاب ہوا ، آداب بجا لایا ۔ اگر شاہ نے کہا '' اُس دیو بچہ نے بہت پچھتا کے تصدق بھیجا ، بڑی زیر باری ہوئی ۔ معلوم ہوتا ہے تیرا بادشاہ کوڑی کوڑی پر جان دیتا ہے ، جی چاہتا ہے اُس کو صدقے اُتارے ۔'' جواہر نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ گل بادشاہ تخت پر سوار گرد پھر رہا ہے ، تصدق ہو رہا ہے ۔ جواہر نے اشارے سے اگر شاہ کو جتایا ۔ ایسی چھیڑ چھاڑ دونوں طرف سے رہی ، چوری چھپے سے ایک دوسرے کو دیکھ لیا ۔ اگر شاہ برخاست کرکے جوگی کے مکان میں آیا ، نقب کی راہ سے اپنی تخت گاہ میں رونق افزا ہوا ۔ کاروبار مالی و ملکی میں مشغول تھا ۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اگر شاہ جوگی صاحب کے مکان میں سرگرم صحبت تھا ، جواہر وزیر حاضر ہوا ۔ بادشاہ نے کہا '' اے جواہر ! آج کل تو بہت بے عزتی سے رہتا ہے ، تیرے بادشاہ کو پان تک میسر نہیں ہے جو تجھے دیتا ۔'' اُس نے کہا ''کیا عرض کروں ، پان ایک طرف ، کئی دن سے میرے بادشاہ نے آب و دانہ ترک کیا ہے ، میں کس طرح پان کھاؤں'' ۔ اگر بادشاہ نے کہا ''اگر ہم تیرے آقا کو کھانا کھلائیں تو ہمیں کیا نذر کرے ؟'' اُس نے کہا ''غلام جان و مال سے حاضر ہے لیکن اب وہ نہ کھائیں گے ۔ قریش و لال دیو نے بہت سمجھایا ، نوش نہ فرمایا ۔

شعر

فائدہ اب کیا کرے تریاق وصل
زہر غم ہجر اثر کر گیا

ارشاد فرمایا کہ اس پر کچھ شرط باندھیے ۔ جواہر نے کہا ''بہت اچھا ، کیا بدتے ہو ۔'' بادشاہ نے کہا ''جو ہم اُس کو کھانا کھلائیں تو سات پاپوشیں تیرے لگائیں اور جو شرط ہاریں تو یہ شہباز تجھے دیں ۔'' اُس نے کہا ''قبول !'' یہ شرط بد کر وہ رخصت ہوا ، گل بادشاہ کو خبردار کیا ۔

جانا اگر شاہ کا گل شاہ کے مکان میں
جذب صادق سے اور کھانا کھلانا اُس کو

جب گردۂ آفتابی گرما گرم تنور مشرق سے نکلا اور رزاق مطلق نے اطعام عام کا حکم دیا ، اگر شاہ تشنۂ دیدار کی سیری کے واسطے بہ صد آب و تاب چلا ۔ گل بادشاہ کو اُس کے دل نے آگاہ کیا کہ وہ مہمان نمکین با صد شیریں ادائی اس بیت‌الاحزان میں مہمان ہؤا چاہتا ہے ۔ اُس مریض محبت نے بے ساختہ سر اُٹھا کر دیکھا اور یہ شعر پڑھا :

شعر

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد
سر من فدائے راہت کہ سوار خواہی آمد

جواہر وزیر آمد آمد کی خبر لایا ، وہ ناتوان و زار بے‌اختیار اُٹھ بیٹھا ، درستیِ مکان میں مشغول ہؤا ۔ آپ اہتمام کرتا تھا اور یہ شعر جواہر کو سنا سنا پڑھتا تھا :

شعر

ہم‌نشیں جب مرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے مرے گھر آپ چلے آئیں گے

مشتاق و منتظر تھا کہ وہ یکہ تازِ میدانِ دل ربائی ، طاؤسِ گلستانِ شوخی و رعنائی ، شہباز ہاتھ پر ، تاجِ مرصع سر پر ، اسپ صبا رفتار پر سوار نمودار ہوا ۔ گل بادشاہ بےقرار ہو کر بستر اندوہ سے اٹھا ، بےساختہ منہ سے نکل گیا ۔

شعر

منتظر جس کے تھے ہم آج وہ جاناں آیا
اپنے طالع نے مدد کی کہ وہ مہماں آیا

اگر شاہ آہستہ آہستہ ناز و ادا کے ساتھ کبھی ادا سے نہال ، کبھی پائمال کرتا ہوا مکائین صدر میں آیا ، آفتابِ رخ سے اس ظلمت کدہ کو روشن کیا ۔ صاحب خانہ استقبال کو گیا ، ساتھ لایا ۔ اگر شاہ نے گل بادشاہ کا ہاتھ تھام کر اپنے برابر بٹھایا ۔ گل بادشاہ نے بارِ منت سے سر جھکایا اور فرطِ خوشی سے از خود رفتہ ہوا ۔ اگر شاہ نے کہا ”اس سکوت و خموشی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا آنا بہت ناگوار گذرا“ ۔ گل بادشاہ کئی بار تصدق ہوا اور یہ رباعی پڑھنے لگا :

رباعی

اگر خواہم غم دل با تو گویم جا نمی یابم
اگر جائے شود پیدا ترا تنہا نمی یابم
اگر یابم ترا تنہا و جائے ہم شود پیدا
ز شادی دست و پا گم می کنم خود را نمی یابم

بعد اس کے اس نیم جان نے جان تازہ پا کر عطر عیاری ہاتھ

پر انڈیل کر اُس کے بدن پر ملنے لگا کہ اسی بہانے سے کوئی نیا پھل ہاتھ آئے ۔ اگر شاہ نے جس وقت ارادہ ادھر کا کیا تھا، پہلے وہی پھول روباہ کا دیا ہوا کہ جس کے سونگھے سے زن مرد ہو جائے، سونگھ لیا تھا ۔ جب کہیں کچھ علامت نہ پائی بہت کھویا گیا ۔ سخت نادم ہوا ۔ شہزادے نے کہا ''اے بدظن! ظن باطل کو دل سے دور کر ۔'' اُس نے کہا ''آپ کے بہروپ سے بندہ خوب واقف ہے ۔'' مہمان نے کہا ''بس زیادہ باتیں نہ بنا، کھانا منگا، دسترخوان بچھا ۔'' مہمان نے کہا ''تنہا خوری کی عادت نہیں ہے ۔'' اُس نے کہا ''میں کھا چکا ہوں، آپ تناول فرمائیں ۔'' کہا ''یہ نہ ہوگا ۔'' انکار و اصرار بہت رہا ۔ اگرچہ گل بادشاہ نے کہا ''میں نے قسم کھائی تھی'' اُس کی خاطر شکنی نہ کر سکا، پیمان شکنی کی، ایک نوالہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور یہ شعر پڑھا:

شعر

''جھوٹا ہمیں پلاؤ کوئی جام آب کا
دے گا مزا زباں کو ہماری شراب کا''

اگر بادشاہ نے کہا ''گھڑی گھڑی اغماض موقوف کیجیے اور کھائیے'' ۔ کہا ''اپنے ہاتھ سے کھلائیے ۔'' اگر بادشاہ نے کہا ''اختلاط زیادہ بر آشنائی اچھا نہیں ہوتا ہے ۔'' آزردگی کے خوف سے دو چار لقمے کھا کے پھر ہاتھ کھینچ لیا ۔ اُس نے بھی ہاتھ اُٹھایا ۔ گل بادشاہ نے کہا کہ قسم ہے اُس رزاق مطلق کی! میرا دل آپ کی نعمت دیدار سے سیر ہوگیا ہے ۔ اگر بادشاہ نے کہا ''اس کا ہضم کرنا آسان نہیں ۔'' غرضیکہ میٹھی میٹھی باتوں سے خوب مزے اُٹھائے اور سیر ہو کر کھانے کھائے ۔ جب دسترخوان بڑھایا، گل بادشاہ نے کہا ''میری خلوت کی بھی سیر کیجیے،

وہاں بھی قدم رنجہ فرمائیے ۔'' شہزادے نے جواہر کو بلا کر کہا ''تو نے کچھ سنا ؟ :

شعر

مجھ سے کہتا ہے میرے گھر چلیے
دیکھیے اختلاط کی خوبی

اے صاحب ! میں نے تو فقط اپنی شرط کے جیتنے کے واسطے ناگوار گوارا کیا ورنہ :

مصرع

ہم کہاں ، تم کہاں ، یہ بزم کہاں''

یہ سن کر جواہر روپوش ہوا ، اگر شاہ اپنے گھوڑے پر سوار ہؤا ۔ گل بادشاہ اس کی مفارقت سے بےقرار ہوا ۔ کئی مرتبہ شہزادے نے جواہر کو بلایا ، وہ خجلت سے نہ آیا ۔ کسی نے کہا ''بادشاہ کے سامنے کیوں نہیں جاتا ؟'' اس نے کہا ''مجھے اپنی شرط کے ہارنے کی بڑی ندامت ہے ۔ وہ مجھ کو لوگوں میں ذلیل کرنے کو بلاتے ہیں ۔'' غرض اس بات کی مدت تک دونوں طرف ہنسی رہی ۔

اگر شاہ نے ایک مکان گل بادشاہ کے مکان کی نقل بنایا ، گویا نقل مکان کر دکھایا

کہتے ہیں جب اگر شاہ اپنی دولت سرا میں آیا ، جوگی صاحب سے کہا ''میں چاہتا ہوں جیسا گل بادشاہ کا مکان ہے ، ویسا ہی ایک مکان آپ کے واسطے تعمیر کروں بلکہ نقل کو اصل کر دکھاؤں ۔'' جوگی نے کہا '' اے بابا ! وہ بادشاہ ! میں فقیر ، مگر بسم اللہ ، تم مختار ہو ، بہتر ۔'' اگر شاہ مکان کی تعمیر میں خود مصروف ہوا ۔

اشعار

بنائی ایسی خوش اسلوب منزل
جو دیکھے ہو شگفتہ غنچۂ دل
کیا طرفہ گلستاں اُس میں تیار
گلِ بے خار تھا گویا وہ گلزار

وہی رنگ آمیزی ، ویسی ہی گل کاری ، طلسم طرح طرح کے بے نظیر بنائے ، تصویروں کو جو دیکھے تصویر بن جائے ۔ جب وہ باغ تیار ہوا ، جوگی صاحب کو واسطے سیر کے اُس میں لے گیا ۔ جوگی صاحب نے بہت سی تعریف کی ، باغ بے نظیر اُس کا نام رکھا ۔ اگر شاہ نے سامان جشن اُس میں ترتیب دیا ، ہر ایک کو مہمان کیا ۔ چند روز چوگان بازی میں مشغول رہا ۔ گل بادشاہ نے یہ خبر سن کر جوگی صاحب کو یہ پیغام بھیجا ۔ ''ہم نے سنا ہے کہ آپ کے فرزند دل بند نے ایک باغ بے نظیر تعمیر کیا ہے ۔ یہ تکلیف و تصدیع ناحق اٹھائی ؛ باغ حاضر تھا ، اُسی سر زمین میں نصب کر دیتا ۔'' اگرشاہ نے کہا ''سبحان اللہ ! چار پیسے تصدق کے ہزار طرح سے پچھتا کے بھیجے تھے ، باغ کو یہاں لاتے ، آسمان پر اٹھاتے ۔'' جوگی صاحب مسکرا کر چپ ہو رہے ۔ پھر وکیل نے عرض کیا کہ باغ کے تیار ہونے کی بہت سی مبارک باد دی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ شہزادے اکثر اُس باغ میں چوگان بازی کرتے ہیں ، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ گیند کی طرح افتاں و خیزاں وہاں پہنچوں ۔ جوگی صاحب نے کہا '' وہ بادشاہ زادہ ، یہ جوگی بچہ ، شاہ کو گدا سے کیا نسبت ؟ کہنا ، یہ غریب خانہ گھر آپ کا ہے ، ضرور تشریف لائیے لیکن اس ارادے سے قصد نہ فرمائیے ۔'' جب گل بادشاہ اس آرزو سے مایوس ہؤا ، تخت پر سوار ہو کر چوری چھپے سے وہاں آیا ، چوگان بازی کا تماشا دیکھنے

لگا ۔ جب وہ چوگان گیند پر پڑتا تھا ، گل بادشاہ کے دل پر چوٹ لگتی تھی ۔ شہزادہ شاد و خرم اپنے باغ میں بیٹھا تھا ، جو امیر باریاب ہوتا ، اُسے انعام و خلعت دیتا تھا ۔ جب تک وہ عاشق صادق ہوا پر ٹھہرا ، یہ بھی بیٹھا ۔ وہ اُدھر گیا ، یہ ادھر اُٹھا ۔ حمید ہمراہ چلا ، گھوڑے کی جانب خراماں جا نکلا ۔ اُس نے دریافت کیا کہ اس وقت اس کی طبیعت کچھ مکدر ہے ۔ رفع ملال کے واسطے کہا ''اے بادشاہ ! کچھ سیر و تماشے کو جی چاہتا ہے تو آئیے سوار ہو جیئے ۔'' اگر شاہ سوار ہوا ، گھوڑا اس قدر آسمان پر بلند ہوا کہ عمارت زمین کی مثل حباب کے معلوم ہوتی تھی ۔ گھوڑے نے کہا ''میرے کف دہن کا سرمہ لگائیے ، آسمان کو زمین بنائیے ، دور سے نزدیک کی سیر کیجیے ۔'' اگر شاہ نے سرمہ دیا ، گھوڑے نے اشارہ کیا کہ فلانے مکان کی طرف ملاحظہ ہو ۔ بادشاہ اُدھر متوجہ ہوا ، دیکھا تخت پر ایک پری زاد نازنین بیٹھی ہے ۔ اگر صاحب نے کہا ''اس زہرہ جبیں سے کچھ بوے آشنائی آتی ہے ۔

شعر

یہ معنی ہوئے اُس کی صورت سے پیدا
یہ نا آشنا ہم سے کچھ آشنا ہے''

گھوڑے نے کہا '' یہ پری زاد گل بادشاہ کی خواہر ہے اور پیوند ہونا اُس کا محمود وزیر زادے سے مقدر ہے ۔''

سیر دریا میں دیکھنا سرو آسا کی سواری کا بحالت عجیب اور دریافت کرنا اُس کا بسنت وزیر سے

ایک شب کا ذکر ہے کہ نور مہتاب نے شب تیرہ کو روشن اور مقام ظلمت کو وادیِ ایمن کیا ، خوشۂ انجم شمعِ طور ، جس سے ظلمت زنگی بھی کافور ، آبِ دریا پرتوِ مہتاب سے گوہر ، زمینِ صحرا

نور کی چادر ، سرخاب مرغ سفید ، خفاش رشک خورشید ۔

ابیات

زمیں نور کی ، آسماں نور کا
جدھر دیکھیے اک سماں نور کا
عجب چاندنی اور عجائب بہار
کیا ماہ نے نور اپنا نثار
مہِ چاردہ چاندنی صاف صاف
شب و روز میں کچھ نہ تھا اختلاف

اگر شاہ کا دل اُس چاندنی میں لہرایا ۔ شہریار ، جواہر ، منوچہر سے کہ حاضر تھے ، فرمایا کہ آج تمھارے ساتھ بسنت وزیر کیوں نہ آیا ؟ کسی نے کہا ''کچھ علیل ہے ۔'' اگر شاہ نے کہا ''آج دریا کی طرف چلیے ، چاندنی کی سیر دیکھیے ۔'' سب کے سب بسم اللہ کہہ کر اُس ماہ کامل کے ساتھ مثل نجوم کے روانہ ہوئے ۔ دریا پر پہنچتے ہی ایسی آندھی تیز اور تند اُٹھی کہ شب نور مبدل بہ دیجور ہوئی ۔ ایک کو ایک نہ سوجھتا تھا ، ہاتھ کو ہاتھ نہ معلوم ہوتا تھا ۔ درخت شدت ہوا سے تپاتے پھرتے تھے اور پہاڑ زلزلے سے آپس میں ٹکراتے تھے ۔ یہ حال ہولناک دیکھ کر حمید اور گھوڑے نے عرض کی ''حضرت سلامت ! مراجعت فرمائیے ۔ دیکھیے کیا سناٹے کی ہوا ہے جس نے قندیل فلک کو گل کر دیا ہے ۔ معلوم نہیں کیا آفت نازل ہو ، کیا بلا آئے ؟ برائے خدا و رسولؐ سوار ہوجیے ۔'' ارشاد ہوا ''اگر تمھاری خاطر اس ہوا سے مکدر ہوئی ، جاؤ ؛ میں تو جیسے چاندنی کی سیر دیکھتا تھا ، اب اس آندھی کی سیر دیکھتا ہوں ۔''

شعر

کار بستہ سے نہ کر اندیشہ رکھ دل کو قوی
آب حیواں جس کو کہتے ہیں وہ ہے ظلمات میں

سب وہاں بیٹھے رہے - گل بادشاہ کو بھی اس سیر کی خبر پہنچی ، فوراً تخت ہوا پر سوار ہؤا ، موج کی مانند اُس دریائے حسن کی ہوا میں آ پہنچا - اُس ماہ جبیں کو اندھیرے میں تنہا پایا ، اپنے بیگانے کی نظر سے محفوظ ، قرب یار سے محظوظ ہؤا - یارائے ضبط نہ رہا ، بے ساختہ اگر شاہ کو سینے سے لگایا - جھٹ پٹ دو چار بوسے لے کر آنکھیں تلووں سے ملنے لگا - بادشاہ صدمہ آسیب سمجھا ، لاحول پڑھی ، سورۂ نور دم کیا - الغرض جب وہ زور شور ہوا کا ہر طرف ہونے لگا ، گل بادشاہ یہ شعر پڑھتا ہوا -

شعر

ہجر کے صدمے بھلائے گرد و باد احسان ہے
سو مزے دل کو مرے دل‌بر سے بے منت ملے

روانہ ہؤا - اگر شاہ نے اُس کی آواز پہچان کر اپنے دل میں کہا کہ غضب کیا اُس نے ، ایسے اندھیرے میں آیا - وہ بھوت بھی کم بخت تھا - اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کشتی میں چالیس درخت مرصع دھرے ، ہر شاخ پر ایک دختر پری پیکر آراستہ پیراستہ بیٹھی ہوئی کڑی کمان کے تیر کی طرح چلی آتی ہے - جب وہ کشتی گئی ، دوسری کشتی آئی ؛ اُس پر بھی اتنے ہی درخت اور ویسی ہی حسینانِ شیریں ادا تھیں - وہ کشتی بھی گذری ، تیسری کشتی پر سونے کے درخت ، شاخوں پر دختران خورد سال صاحبِ جمال بازی کناں خندہ زناں دیکھیں - بعد اس کے ایک بجرہ قابل نظارہ با تجمل شاہی نمودار ہوا ، ہما کا مورچھل ہوتا ہؤا ، مادہ خوک اس پر سوار ، ایک مرد دیرینہ ، ریش سفید تا بہ سینہ اُس کے برابر بیٹھا ہؤا نمودار ہوا - شہزادے نے لاحول پڑھ کر کہا "اس ناپاک کے واسطے یہ سامان شاہانہ ؟" چاہا اُسے کچھ پھینک کر مارے یا اُس پیر مرد کو پکارے ، حمید نے کہا "کس واسطے ؟ :

شعر

یہ بحر جہاں ہے اک گذرگاہ
جو دیکھا یہاں ، وہ پھر نہ دیکھا''

اگر شاہ اپنے مکان میں آیا ، مگر تحقیق حال میں متوحش اور پیچ و تاب کھاتا رہا ۔ دوسرے دن بسنت وزیر خدمت میں مشرف ہوا ۔ اگر شاہ نے چاندنی کی سیر عجیب اور وہ ماجرائے غریب اُس سے بیان کیا ۔ وہ بے اختیار مانند ابرِ بہار رونے لگا اور برق کی طرح تڑپنے لگا ۔ اگر شاہ نے کہا ''اے وفادار ! تو کیوں روتا ہے ؟'' اُس نے کہا :

بیت

''قابل گفتن نہیں راز نہاں
کیا کروں میں اپنی بدبختی عیاں''

بادشاہ نے اصرار کیا اور اپنے سر کی قسم دی ۔ بسنت نے عرض کیا کہ ایک مدت سے وہ پری زاد کہ نام اُس کا سرو آسا ہے ، مجھ پر عاشق ہے ۔ میری ملاقات کی حاضر و غائب شایق ہے ۔ وہ مرد کہن سال اُس صاحب جمال کا پدر ہے ۔ وہ بزرگ وار مجھ سے آزردگی اور افسردگی طبیعت رکھتا ہے ۔ کہتا ہے کہ تیری نسبت بسنت سے ہرگز نہ کروں گا ۔ اس واسطے پری نے اپنا یہ حال بنایا ہے تا کہ لوگوں کو اُس سے نفرت ہو ، کوئی طلب گار مناکحت نہ ہو ۔'' شہزادہ اس بات کو سن کر خاموش ہوا ، بسنت کو رخصت کیا ۔ جوگی کے مکان سے اُٹھ کر اپنی تخت گاہ میں آیا ۔ داد خواہوں کو داد دی ، ماں باپ کی طبیعت شاد کی ، شام کو بہ حسب معمول جوگی صاحب کی خدمت میں پہنچ کر صحبت کیمیا خاصیت سے راحت اور سعادت حاصل کی ۔

جانا اگر شاہ کا سرو آسا کے ملک میں اور راضی کرنا اُس کو عقد پر پہلی صحبت میں

صبح ہوئی ، اگر شاہ گھوڑے کے پاس گیا ۔ دست شفقت اُس کے زانو پر پھیرا ، گھوڑ نے کہا ''اے بادشاہ ! کچھ بسنت کی خبر ہے کہ اُس کی تقدیر سے کیا گل پھولا ہے ؟ جوگی صاحب نے کسی سے سن لیا ہے ۔ دروازے پر حکم پہنچا ہے کہ بے ہماری اجازت آمد و رفت سب کی مسدود ، اور جو اغوا کرکے شہزادے کو کہیں لے جاوے وہ مغضوب اور مردود ہے ۔'' اگر شاہ نے کہا ''وہ مالک ہیں ، مگر ہم خواہ مخواہ سرو آسا کے ملک میں جائیں گے ، اُس کی تلاش میں خاک اُڑائیں گے ۔ ہمارا رفیق اُس کی مفارقت میں تباہ ہے ۔'' گھوڑے نے کہا ''بسم اللہ ! آپ سوار ہوجیے ، حمید کو ہمراہ لیجیے ، میں آسمان کو طرارا بھروں گا ، کسی کو مطلق خبر نہ کروں گا ۔'' شہزادے نے وہی کیا ، گھوڑا اُسے سرو آسا کے ملک میں لے اُڑا ۔

شعر

کبھی زمین پر اُس کا قدم نہیں لگتا
اسی سے اسپ فلک سیر نام ہے اُس کا

وہاں پہنچ کے کیا دیکھتا ہے کہ سرو آسا بہ شکل مادہ خوک بیٹھی ہے اور باپ اُس کا باشمشیر برہنہ اُس کے قتل پر آمادہ ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے بدبخت ! یہ برن جلد اُتار ، نہیں تجھے ہلاک کرتا ہوں ۔ سرو آسا نے کہا ''بسم اللہ ! یہی آرزو ہے ، یہ موت تو جینے سے بہتر ہے ۔'' یہ سن کر چاہتا ہے کہ غصے سے تلوار لگائے کہ اگر شاہ نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ''اے بزرگ وار ! بس ، عجب ہے کہ باپ اپنی بیٹی کو بے گناہ قتل کرے ۔'' اُس نے کہا '' یہ

ننگ خاندان قابل گردن زدنی ہے۔" بادشاہ نے کہا "یہ سچ ہے ، مگر یہ تیرِ عشق دل پر کھائے ہوئے ہے ، مرگ کو زندگی سے بہتر اور قتل کو حیات سے خوش تر سمجھتی ہے ۔

بیت

خمِ ابروے یار ہے جس کو تیغ
جھکاوے وہ گردن نہ کیوں بے دریغ

اے بزرگ وارِ با حمیت! یہ کوچۂ عشق علیحدہ ہے ، اس میں کسی کا قابو نہیں ۔ بلبل کو خیال کرو ، پروانے کو دیکھو۔" اور ہزارہا قصہ ہائے عشق سنائے ۔

شعر

عشق تا خام است ، باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزانِ جنوں را کے حیا زنجیر پاست

"اس کا انجام برا ہے ، اس خون ناحق سے عاصی و بدنام بلکہ رسوائے خاص و عام ہوں گے ۔" یہ سن کر مرد دیرینہ اُس کے قتل سے باز رہا اور پوچھا "تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟" اگر شاہ نے کہا "آنا میرا خشخاش سے ہوا ۔ منصور شاہ کہ والی اُس مملکت کا ہے ، اُس کا فرزند ہوں ۔ نام میرا اگر ہے ، سیر کرتا ہوا ادھر آ نکلا ہوں ۔" اُس نے کہا "کسی رشک گل سے پیوند ہونا منظور ہے؟" شاہزادے نے کہا "کیا مضایقہ ، حاضر ہوں ۔" اس بات سے نہایت خوش ہوا ، پیغام شادی کا اگر شاہ نے قبول کیا ، سرو آسا سے کہلا بھیجا کہ اے نامراد! ایک بادشاہ آدم زاد ، صاحب حسن و جمال ، ماہ پارہ ، قابلِ نظارہ ، تیرے عقد مناکحت پر آمادہ ہے ۔

ابیات

نہیں اس سے بہتر کوئی آدمی
یہ انساں ہے نوع بشر میں پری
بہت ہم نے انسان دیکھے مگر
نہ دیکھا اس انداز کا بھی بشر
پری ہے ، فرشتہ ہے ، یا حور ہے
جو کچھ ہے سو ہے دل کو منظور ہے

سرو آسا نے بعد تامل بسیار کے یہ جواب دیا کہ اپنی نظر میں بسنت کے سوا کوئی نہیں سماتا ۔

شعر

فرشتہ وہ ہے تو کچھ آرزو نہیں مجھ کو
وہ حور ہے تو نہیں اس کی جستجو مجھ کو

میرا یہ جامہ نہ اترے گا ۔ انشاءاللہ تعالیٰ اسی قالب میں جان دوں گی ۔" شہزادے نے اس کی وفا داری پر تحسین و آفرین کر کے کہا "اے بزرگ وار ! اس کے پیغام سے آزردہ نہ ہو ، مجھ کو اختیار دے کہ میں خود اس پری کو راضی کروں ، شیشے میں اتاروں ۔" اس نے کہا "ازیں چہ بہتر ۔" شہزادہ اس کی خلوت سرا میں گیا ، الگ لے بیٹھا ۔ آہستہ سے کہا "اے سرو آسا ! میں بھی تیری طرح سے عورت ہوں ، ظاہر میں مرد ہوں ، بسنت مجھ سے اتحاد دلی رکھتا ہے ، اسے بے قرار دیکھ کر تجھ تک پہنچا ہوں ، اس کے واسطے تجھے لیے جاتا ہوں ۔ یہ برن اتار ، کپڑے بدل ، میرے ساتھ چل ۔ تجھے قسم ہے حضرت سلیمان کی کہ میرا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ۔" سرو آسا اس مژدے سے نہایت خوش و خرم ہوئی ، ماں باپ سے کہا "میں نے ساری عمر آپ کو آزردہ رکھا ، گستاخی کی عذر خواہ ہوں ، میرا قصور معاف کرو ۔ جس سے چاہو منعقد کرو ، اختیار ہے ۔" ماں باپ اس کے جواب باصواب سے شادماں ہوئے ۔

اسی دن شہزادے کے ساتھ اسے منعقد کیا ۔ پردے چھٹ گئے ، دونوں کو خلوت گاہ میں بھیجا ۔

ابیات

یہ صحبت تو البتہ دیکھی ہے کم
کہ بلبل سے ہو کوئی بلبل بہم
صدف کو صدف سے مقابل کیا
مزا دل کا مل مل کے حاصل کیا
پری فاختہ اور قمری اگر
وہی ایک کُو کُو ادھر اور ادھر

سرو آسا بھی حسن میں کچھ کم نہ تھی ، گویا نخلیے میں تلے اوپر کی بہنیں معلوم ہوتی تھیں ۔ شہزادے نے اپنی سرگذشت ابتدا سے انتہا تک سرو آسا سے بیان کی ۔ اس نے بھی بسنت کی حقیقت ، تپ فرقت کی مصیبت ، یرقان قبل از سابع کی اذیت ، طبیب جان سے بیان کی ۔ پھر سرو آسا نے اگر شاہ سے کہا کہ میرے باغ میں ایک حوض ہے ، اس میں مرد نہائے تو عورت ہو جائے ، عورت نہائے تو مرد ہو ۔ مزاج میں آئے تو آزمایش کیجیے ۔ اگر شاہ نے کہا "حق تعالیٰ نے ہمت مردانگی عطا کی ہے ، فضل خدا سے اکثر کام بن پڑے ہیں ، کئی مہم میرے ہاتھ سے سر ہوئیں ہیں ؛ باز اس طرح سے لایا ، گل بادشاہ کے وزیروں کی شادیاں کیں ، محض یہ عنایات و فضل خدا ہے ۔" معاً اس ذکر کے آواز آئی کہ سبحان اللہ ! رقیب شاد ، عاشق مغموم ، وزیر کامیاب ، بادشاہ محروم ۔ اگر شاہ نے اس آواز پر سرو آسا کو مخاطب نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں کمال منفعل ہوا کہ یہ سب باتیں گل بادشاہ نے میری زبانی سنی ہوں گی ۔ قصہ کوتاہ سرو آسا کو بڑی دھوم دھام سے اس کے باپ نے رُخصت کیا ۔ اگر شاہ نے حمید سے کہا کہ

تم آگے جاؤ ، بسنت کو یہ مژدہ سناؤ ۔ جب سرو آسا کا آنا اُس عاشق نے سنا ، قمری کی طرح کُو کُو کہتا ہوا اُڑا ۔ راہ میں پایا ۔ اگر شاہ کے تصدق ہوتا تھا اور یہ کہتا تھا :

شعر

تمام عمر کو اپنا مجھے غلام کیا
کبھی کسی سے نہ ہوتا جو تم نے کام کیا

شہزادے نے کہا ''اے عزیز تیرا رنج ناگوار ہوا ۔ حق تعالیٰ نے مجھے تیری مدد کی توفیق دی ۔ سرو آسا حاضر ہے ، خدا تجھ کو مبارک کرے ۔'' بسنت ، سرو آسا کو ساتھ لے کر اُدھر روانہ ہوا ، یہ جوگی صاحب کی خدمت میں آیا ۔ اُس نے کہا ''اگر صاحب ! اب تمھاری حرکات سے میں نہایت آزردہ ہوتا ہوں ، مفارقت اور مہاجرت کے صدمے سہتا ہوں ۔'' شہزادے نے کہا ''آپ کا ارشاد بجا لاؤں گا ۔'' جوگی نے اپنے وزیر کو کہ نام اُس کا بوقلمون ، عقل و فراست میں افلاطون تھا ، ارشاد فرمایا کہ ایک کارنامہ جس میں یہ مہمات مندرج ہوں ، لکھ کر قلعے کے دروازے پر لگا دو تاکہ اُس کا اشتہار چار سوے عالم میں ہو ۔ بوقلمون حسبِ ارشاد عمل میں لایا ۔

بدّھی پہنانا گل بادشاہ کا اگر صاحب کو سوداگر بن کر شہر خشخاش میں

اگر شاہ مہمات سلطنت میں مصروف تھا ، گل بادشاہ ایک مرد مسّن باریش سفید بن کر ، جامہ پہن کر ، پگڑی اور پٹکہ بہت بھاری باندھ کر ملک‌التجار کی صورت در دولت پر حاضر ہوا ۔ بعد عرض ہونے کے اجازت باریابی کی حاصل ہوئی ۔ اُس سوداگر نے کہ گوہر اشک اور عقیق جگر اپنا بیچنے آیا تھا ، پہلے اپنے مشتری کے یاقوتِ لب و دہان اور الماسِ پارہ ہاے دندان کو خوب پرکھا ،

پھر صندوقچے سے ایک بدھی بیش قیمت کہ ہر گوہر اس کا چمک دمک میں گوہر نایاب تھا ، نکال کر پیش کش لایا ۔ بادشاہ نے کہا "قیمت اس کی کہو !" سوداگر نے کہا "پہلے قبلۂ عالم اسے آراستگی سے آبرو بخشیں ، اگر درست و زیبا ہو تو قیمت اس کی عرض کی جاوے ۔" بادشاہ نے بسم اللہ کہہ کر اسے حمایل کیا ، پسند فرمایا ۔ سوداگر نے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو غلام گوہر سخن کو آہستہ صدفِ گوشِ مبارک میں پہنچائے ؟ بادشاہ نے گوشۂ ابرو سے متصل بلایا ۔ سوداگر دعائیں دیتا ہوا قریب سے قریب پہنچا اور گوش مبارک میں کہا کہ حضرت نے جو احوال نہانی اپنا سرو آسا سے بیان فرمایا ، یہ غلام پردے سے لگا ہوا سب باتیں سنتا تھا ۔ اگرچہ پہلے سے ثابت تھا کہ آپ کے گوہر ناسفتہ کو سوزن الماس کی حاجت ہے مگر اس روز سے یقین کلی ہوا ۔ یہ بدھی رسم کی حاضر ہے ، مبارک ہو ۔ اس بات کے سنتے ہی شہزادے کا عارض الماس رنگ کلام عکس سے گل رنگ ہو گیا ، سوداگر غائب ہوا ۔ اگر شاہ درہم برہم ہو کر اٹھ گیا ۔ جوگی صاحب نے بدھی کو اس کے گلے میں دیکھ کر کہا "ہر کسی کی چیز لائی ہوئی پہن لینا مناسب نہیں ۔" شہزادے نے وہ بدھی گلے سے دور کی ۔

شعر

عبث ہے بھیجنا میری طرف سے ہار اس گل کو
وہ زیور اور پہنے گا مگر اس کو نہ پہنے گا

عاشق ہونا محمود وزیر کا خواہر گل بادشاہ گلنار پری پر اور راضی کرنا لعل شہزادے کا لال دیو کو اس کی مواصلت پر

یہاں سے احوال محمود وزیر زادے کا سنیے : ایک دن لعل شہزادہ محمود کو اپنے ساتھ لے کر بالا خانے پر گیا ، سیر کرتے کرتے کیا

دیکھتا ہے کہ ایک عورت خوانچہ سر پر رکھے ہوئے باد تند کے مانند چلی آتی ہے ۔ ایک جگہ پر ٹھہری ، ادھر اُدھر دیکھ کر تختہ اس کا اٹھایا ، اندر گئی ، بعد دو گھڑی خوانچہ خالی لے کر پھری ۔

ابیات

ہؤا آمد و رفت سے یہ عیاں
کوئی سرِّ حکمت ہے پوشیدہ یاں
نہیں آمد و رفت وہ بے سبب
وہ ہے کچھ نہ کچھ ماجرائے عجب
وہ کیا دیکھتی تھی ادھر اور اُدھر
پھری جلد واں سے وہ کیوں اس قدر

لعل شہزادے نے کہا :

شعر

چلو دیکھیں یہ ماجرا کیا ہے
اس نہانخانے میں دھرا کیا ہے

محمود نے کہا ''جانے بھی دو ۔ شہزادے نے نہ مانا ۔ وہاں آیا ، تختہ اُٹھایا ، اُس میں ایک دروازہ مرصع خوش اسلوب پایا ۔ اُسے مفتاح شوق سے مفتوح کیا ؛ دیکھا ایک مکان مختصر ، خوش تر و بہتر ، صحن اُس کا مسطح و برابر ۔ اس میں تخت زرنگار پر ایک پری خوبصورت ، خوش جمال ، مہر تمثال ، بارھواں یا تیرھواں سال ، مسند ناز پر تکیہ دیے بیٹھی ہے ۔ قرآن مجید کی تلاوت مصحف رخ کی صحت کر رہی ہے ۔ دیکھتے ہی محمود وزیر زادے کا دل پارہ پارہ ہوا ، یہ شعر ناسخ کا پڑھ کر منہ کے بل گرا :

شعر

جھکی رہتی ہیں پلکیں بہر سجدہ طاق ابرو میں
لکھا ہے آیۂ سجدہ مقرر صفحۂ رو میں

پری زاد نے اپنی رسوائی کے واسطے محمود کو مصحف رخسار کی ہوا دے ، سورۂ اخلاص کو پانی پر پڑھ کے دم کیا ۔ اُسے پلایا ، ہوش میں آیا ۔ آنکھ کھول کر دیکھا کہ گود میں لعل شہزادے کے میرا سر ہے ، پری کچھ کچھ دعائیں پڑھ رہی ہے ۔ اس خوشی سے از خود رفتہ ہوا ۔ پری نے شہزادے سے کہا ”لِلّٰہ ، اس کو میرے مکان سے اٹھا لے جاؤ ۔ میں کس و ناکس میں بدنام بلکہ رسوائے عام ہوں گی ۔

ابیات

مجھے عشق کے نام سے ننگ ہے
کہ ناموس شیشہ ہے ، یہ سنگ ہے
نہ میں بوالہوس ہوں نہ میں عشق باز
نہیں جانتی میں نشیب و فراز
اس آلودگی سے کرو مجھ کو پاک
نہیں کرتی ہوں آپ کو میں ہلاک“

شہزادے نے کئی بار اُس کو پکارا ، بارے ہوش میں آیا ، یہ اشعار زبان پر لایا :

ابیات

اس خاک سے مجھے تو اُٹھایا نہ چاہیے
کہتا ہے دل یہاں سے تو جایا نہ چاہیے
اُس کے خیال میں مری آنکھیں ہوئی ہیں بند
یہ خواب خوش ہے مجھ کو جگایا نہ چاہیے
دیتا ہے اپنے مصحف عارض کی وہ ہوا
منہ اپنا اُس طرف سے پھرایا نہ چاہیے

شہزادے نے چار و ناچار دوش پر اُسے اٹھایا ، اپنے مکان میں لایا ۔ لال دیو نے سنا ، شہزادے کا وزیر بیمار ہے ، وہ اس کے لیے

بے قرار ہے ۔ عیادت کے لیے آیا ، حال اُس کا دگرگوں پایا ۔ قیاس و تمیز سے دریافت کیا کہ یہ کسی پری کے شعلۂ رخ اور نظارۂ زلف سے سوزان و پریشان ہے ، مگر یہ نہ جانا کہ ہماری شمع کا پروانہ ، یعنی گلنار کے عشق کا دیوانہ ہے ۔ ہزار ہزار عمل لاکھ لاکھ افسون پڑھے ، اُس کی طبیعت کی وحشت نہ گئی ۔

شعر

کب درد کی میں اپنے تدبیر نہیں کرتا
نسخہ تو کوئی اُس کو تاثیر نہیں کرتا

جب وہ از خود رمیدہ دام تدبیر سے رام نہ ہوا ، شہزادے نے لال دیو سے کہا ”میری زندگانی کا باعث یہ یار جانی ہے ، اگر اس کے دشمنوں کو کچھ ہوا ، میں بھی اپنے تئیں ہلاک کروں گا ۔“ دیو نے کہا ”میری تدبیر اس پر کارگر نہیں ہوتی ، جو تم کہو سو کروں ۔“ شہزادے نے کہا ”آپ اس کو اپنی غلامی میں قبول کیجیے ۔ گلنار کے عشق نے جلایا ہے ، اُس کی زلف کے پیچ میں آیا ہے ۔“ دیو نے افعی کی طرح پیچ و تاب کھایا مگر حرف انکار زبان پر نہ لایا ۔ شہزادہ سمجھا کہ یہ رضامند ہے ، قریش کی خدمت میں لے گیا ، کوئی دقیقہ منت و الحاح و خوشامد و چاپلوسی کا فروگذاشت نہ کیا ۔ قریش نے نہایت غصہ و طیش کھایا ، برہم و درہم ہوئی ، گُھرکا ، جھڑکا اور کہا ”سبحان اللہ ! یہ ہؤا ہے نہ ہوگا ، زمین و آسمان ایک کروں گی ۔ وزیر کو کہ بہ منزلہ خادم کے ہوتا ہے ، گل کی بہن نہ دوں گی ۔ اُس کی پاپوش پر سے ہزار محمود صدقے اتارے تھے ، پھر اس طرح کا کلام سنوں گی تو بری طرح پیش آؤں گی ۔“ شہزادہ اس جواب صاف سے رونے لگا ۔ گل بادشاہ نے کہا ”اے اماں جان ! مجھے شہزادے کا رنج نہایت ناگوار ، اس کا ملال خاطر پر بار ہے ۔ محمود اور یہ ایک جان دو قالب ہیں ،

اس یہ مطلوب وہ طالب ۔ جس طرح محمود سے محبت اسے ہے ، سے مجھے ہے ۔ اگر اس کو صدمہ پہنچا ، میں بھی نہ جیوں گا ۔ سوا اس کے نجوم سے بھی دریافت ہوتا ہے کہ اس مشتری کا اس ماہ سے ہم قرین ہونا ہے ۔'' قریش نے تامل کے بعد لعل شہزادے سے کہا کہ خیر تمھاری خاطر سے ناگوار کو گوارا کرتی ہوں ، گل بادشاہ کی نازک طبعی سے ڈرتی ہوں ۔ شہزادہ گل کا ہاتھ پکڑے ہوئے باھر آیا ۔ گل بادشاہ نے کہا ''تیرا کہنا ہمیں سب طرح منظور ہے مگر صد حیف ! تجھے میرے حال کی مطلق خبر نہیں ، میرے رنج و ملال کا ذرا اثر نہیں ہے ۔ سچ ہے دگر دگر ، جگر جگر ۔ محمود کی بے قراری دو دن نہ دیکھ سکے ، ہماری کبھی بات نہ پوچھی ۔'' شہزادے نے کہا ''اگرچہ میں بھی یہ جانتا تھا :

ابیات

کسی کے عشق میں سرشار ہے تو
کسی کی چشم کا بیمار ہے تو
تجھے سودا ہے اک زلف سیہ کا
تو ہے کشتہ کسی تیغ نگہ کا

مگر پاس ادب سے پوچھ نہ سکتا تھا ۔ اپنا ملال مجھ سے بیان کیجیے ، جان تک سے دریغ نہیں ہے ۔'' گل بادشاہ بے اختیار رونے لگا اور یہ کہا کہ محمود کی بہن نے اپنی زلف سے مجھے مار رکھا ہے ۔ اس اگر کے واسطے عود و اگر کی طرح جلتا ہوں ، شمع صفت افروختہ رہتا ہوں ۔ شہزادہ ہنسا اور کہا ''عوض معاوض گلہ ندارد ، خاطر جمع رکھیے ، انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ کے ہاتھ آئے گی ۔'' القصہ شہزادے نے ہر ایک کو رضامند کیا ، محمود کو پیام وصل سے خورسند کیا ۔

بیت

پیام وصل جب اُس کو سنایا
تب اُس خود رفتہ کو کچھ ہوش آیا

الغرض تدبیر شادی کی شروع ہوئی۔

بیت

وہ سامان عروسی گر رقم ہو
تو میرے ہاتھ میں بے خود قلم ہو

ساعت سعید میں محمود وزیر کو دولھا بنایا اور گلنار کو دلھن بنا کے محمود کے ساتھ منعقد کیا۔ اُس محمود عاقبت نے چشمۂ وصال اُس کے سے آتش اشتیاق کو سرد کیا۔ جب وہ مجلس شادی برخاستہ ہوئی، بعد فراغت جواہر اور منوچہر گل بادشاہ کے وزیر اگر صاحب کی مجلس میں مشرف ہوئے۔ ارشاد ہوا ''کئی روز سے کہاں تھے؟'' اُنھوں نے کہا ''ہماری سرکار میں تقریب عروسی تھی۔ محمود وزیر زادے کا گلنار پری سے کہ بیٹی لال دیو کی اور گل بادشاہ کی بہن ہے، نکاح ہوا۔ بعد فراغت کے ہم باریاب ہوئے ہیں۔'' اگر شاہ نے اُس داستان کو کان بھر کر سنا اور وزیروں کو خوش خبری کے عوض انعام و اکرام اُن کے لائق عطا کیا۔

ملاقات ہونی لعل شاهزادے اور محمود وزیر کی منصور شاہ اور خوشحال وزیر سے اور نسبت ہونی گل بادشاہ کی اگر صاحب کے ساتھ اُن کی تدبیر سے

نقاشِ نگارستانِ محبت نے اس داستان مواصلت کو اُوپر صفحۂ بیانِ ملاقات لعل شہزادے کے منصور شاہ سے اور محمود کے خوشحال سے اس طرح کھینچا ہے: جب کہ کمال اشتیاق اور درد فراق سے

اگر شاہ کے ، حال کل بادشاہ کا نہایت تباہ ہوا ۔

شعر

شرر شعلہ پُر خطر ہو گیا
بھڑک کر چراغ سحر ہو گیا

لعل شہزادے نے کہا کہ میری عقل میں کوئی تدبیر اس سے بہتر نہیں کہ مجھے اور محمود کو اپنے ساتھ لے کر حضرت قبلہ گاہی کی ملاقات کو چلیے ۔ وہ ہمارے دیدار سے جان تازہ پائیں گے ، جو کچھ آپ کہیں گے ، بہ سر و چشم بجا لائیں گے ۔ اور میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ تا بہ زندگی طوق بندگی گردن سے جدا نہ کروں گا اور حضرت سلامت کو رنج مہاجرت میں مبتلا نہ کروں گا ۔ چار و ناچار لال دیو نے تیاری آدھر کے چلنے کی کی ۔ جلوس بےشمار بہم پہنچایا ، ماہ پرور کو نالکی پُر تکلف میں ، گلنار کو محافے میں بٹھایا ۔ محمود کا شہزادے نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بڑے کروفر سے شہر خشخاش کی طرف بہ تعجیل تمام پہنچا ۔ تمام شہر دیو پری کی کثرت سے معمور ہو گیا ۔ منصور شاہ بہت گھبرایا اور وزیر خوشحال کو یاد فرمایا ۔ جب وہ حاضر ہوا ، ارشاد کیا کہ ”اے خوش حال ! تعجب ہے کہ یہ غنیم بے خوف و بیم ہمارے ملک میں داخل ہوا ، تم نے ہمیں آج تک اطلاع نہ کی ، اس کا کیا سبب ؟ ایسی غفلت کی !“ وزیر نے کہا ”حضرت کا فرمانا بجا ہے ، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر شاہ راہ ممالک محروسہ سے نہیں آیا ؛ کس واسطے کہ افواج شاہی جا بجا نظم و نسق پر متعین ہے ، خواہ مخواہ معرکہ آرائی ہوتی ، مقابلہ ہوتا ، کوسوں کا کھیت پڑتا ۔ یہ لشکر قوم جنات سے معلوم ہوتا ہے کہ آفت آسمانی کی کس کو خبر ہو ، یہ راز کیوں کر کھلے ۔ بادشاہ وزیر میں یہ گفتگو تھی کہ دفعتاً ایک تخت ہوا سے زمین پر آترا ۔ لعل شہزادہ محمود

وزیر زادہ دونوں اُس پر دکھائی دیے ۔ جلد جلد اُتر کر بادشاہ کے قدموں پر گرے ۔ بادشاہ حیرت میں آ گیا ، کہنے لگا : ”یہ غفلت ہے کہ ہوشیاری ، خواب ہے کہ بیداری !“

ابیات

کہاں یہ مقدر ، کہاں یہ نصیب
وقوعات ہیں یہ عجیب و غریب
کسے بخت خفتہ سے تھی یہ اُمید
کہ پھر ہوگی روشن یہ چشمِ سفید
مقدر مرا ایسا یاور ہوا
ہم آغوش مجھ سے یہ دل بر ہوا
بغل میں لیا اور رویا بہت
کہا بخت سے چونک ، سویا بہت
کبھی اُس کی آنکھوں سے آنکھیں ملیں
وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں
کبھی ہائے بیٹا کبھی ہائے لال
شکایت بہت کی علی الاتصال

بیٹے کو گلے لگایا ، سینۂ داغ دار دکھایا ۔ ادھر اُدھر رونے کا ایک تار ، یہ مضطر وہ بے قرار ۔ مادر یہ خبر سنتے ہی خود رفتہ ہوئی ، ایسی دوڑی کہ گر پڑی ۔ لعل کو دامن میں لیا ، دل کو ٹھنڈا کیا ۔ سیل اشک سے پاؤں کی گرد چُھڑائی ، کلیجے کی آگ بجھائی ۔ دل سب کے شاد ، دونوں گھر آباد ہوئے ۔ جو جو کہ مرادیں اور منتیں مانی تھیں ، وہ کیں ۔ وزیر خوشحال نے عجب ایک حسرت سے محمود کو گلے لگایا ، آنکھوں سے دریا بہایا ۔ ہر ایک نے بیٹوں کے آنے سے جان تازہ پائی ، جو آرزو تھی وہ بر آئی ۔ دونوں طرف مبارک سلامت کی دھوم دھام ہوئی ۔ لعل

شہزادے کے ماں باپ ماہ پرور پر بالہ ، محمود کے والدین گلنار پر پروانہ ۔ محلوں میں رت جگے ہوئے ، پیر دیدار کے کونڈے ، بی‌بی کی صحنک ، بی آسا کا کاسا ، تُرت پُھرت کی پوڑیاں ، جناب مشکل کشا کے دونے دیے ، ہر جگہ سامان جشن مہیا ہوئے ۔ وقت شب شہزادے نے منصور شاہ سے قصہ اپنے شکار کا اور سلوک لال دیو کا ، افسانہ ماہ پرور اور گلنار کا ، بیان کیا ۔ لال دیو کو بلوایا ، ماں باپ سے ملاقات کروائی ۔ اُس کی مروت اور محبت کی اپنے پدر بزرگ وار سے تعریف کی کہ میں نے اس پدر مہربان کی بدولت کوئی تکلیف نہیں اُٹھائی ۔ بادشاہ نے کہا ”تم نے اُن کی بدولت آرام پایا ، اُنھوں نے آپ کی نعمت دیدار سے حظ اُٹھایا ۔ ہم نے رو رو کے آنکھوں کو کھویا ۔ خیر جو مقدر میں تھا ، وہ ہوا ۔ ہزار شکر کہ خدا نے پھر آج ہمیں زندہ کیا ۔“ القصہ دیو تو وہاں سے اُٹھ کر اپنی فرودگاہ میں آیا ، شہزادے نے عاشق ہونا گل بادشاہ کا اگر صاحب کے اُوپر ظاہر کیا ۔ بر سبیل مذکور یہ بھی کہا کہ حضرت کو میرا حاضر رہنا منظور ہے تو وزیر کی بیٹی کو اُس سے منسوب کیجیے والاّ یہ غلام خدمت سے معذور ، پاس رہنے سے مجبور ہے ۔ کوئی صورت قدم بوسی کی اس کے سوا نہیں نکلتی ۔ بادشاہ نے کہا ”اُس کی جواں مردی شہرۂ آفاق ہے ، منظور نہیں کہ اُس کی خلاف مرضی وقوع میں آوے“ ۔ شہزادے نے کہا ”قبلۂ عالم کا دل نسبت پر مائل نہیں ۔“ وہاں سے اُٹھ کر وزیر کے مکان میں آیا ۔ محمود وزیر کی سرگزشت ، گل بادشاہ کی حقیقت کو مفصل بیان فرمایا ، مطلب پر سخن کو لایا ۔ وزیر نے کہا ”اے شہزادے ! اُس کے باعث سے اس کی مشکل آسان ہوئی ۔ انصاف چاہتا ہے ۔ جس طرح یہ مطلب و مراد کو پہنچا ، گل بادشاہ بھی کامیاب ہوں ، لیکن اس نسبت میں عذر چند در چند ہیں : اول تو یہ کہ وہ

ہمارے دست قدرت میں نہیں ۔ اکثر ملک تمھارے بعد اُس نے فتح کیے ہیں ، اب وہ کسی سے محکوم ہونے سے ننگ و عار رکھتی ہے ۔ دوسرے یہ کہ جوگی اُس سے بہت مالوف اور اُس کی دل جوئی پر مصروف بلکہ سرانجام ہونا اس بات کا اُس کی رائے پر موقوف ہے ۔ تیسرے یہ کہ وہ جوگی مرتاض ہے ، سب دیو پری میں ممتاز ہے ۔ ایسا نہیں کہ لال دیو اُس کا کچھ کر سکے ۔ چوتھے یہ کہ شرعاً بھی وہ عاقلہ بالغہ خود ممیز و مختار ہے لیکن تمھارے کہنے سے کچھ رسوم نسبت کی درمیان میں آئے گی ۔ ہرگاہ اُسے راضی پاؤں گا ، عقد کردوں گا ۔'' شہزادے نے کہا ''یہی مناسب ہے ۔'' وزیر نے لال دیو اور گل بادشاہ کو اپنے روبرو طلب کیا ۔ پان کا بیڑا کھلایا ، امام ضامن کا روپیہ بازو پر باندھا ۔ یہ التماس کیا ''ہماری آرزو یہ ہے کہ محمود کا بیاہ دوبارہ کریں ۔ آپ گلنار کو اپنے ساتھ لے جاویں ، فلانی تاریخ ہم اسے دولھا بنا کر لائیں گے ۔'' لال دیو گلنار کو ساتھ لے کر رخصت ہوا ۔

دوبارہ شادی ہونا گلنار اور محمود کی ، شریک ہونا منصور شاہ اور خوشحال اور جوگی اور اگر صاحب کا برات میں

جب لال دیو اور گل بادشاہ اپنے ملک میں آئے ، محفل شادی ترتیب دی ، تیاری قرار واقعی کی ۔ جا بجا رقعے بھجوائے ، مہمان بڑے کروفر سے آئے ۔ جوگی صاحب کو ایک نامہ اس مضمون کا لکھا :

''برادر صاحب مشفق بندہ! آپ کے بھتیجے کی شادی قرار پائی ہے ، آپ بھی مع صاحب زادۂ عالی وقار اور ازواج عصمت شعار رونق افروز بزم عروسی ہوں ۔'' جوگی صاحب نے اولاً انکار کیا ۔

اگر شاہ نے کہا ''اس مجلس سے کنارہ کش رہنا صلاح وقت نہیں ۔ محمود میرا برادر حقیقی ہے ، خلق کیا کہے گی ۔'' جوگی نے کہا ''بسم اللہ ! جو کچھ مناسب ہو کہلا بھیجو ۔'' شہزادے نے جواب میں کہا ''انشاء اللہ تعالیٰ بروز معہود بسر و چشم حاضر ہوں گے ۔'' بعد اس کے اگر شاہ نے بسبب قرب مکان کے شادی محمود کی جوگی صاحب کے ملک میں قرار دی ۔ وزیر بوقلموں کو حکم دیا کہ یہاں سے دلھن کے مکان تک فرش بوقلموں خیمہ ہائے گوناگوں استادہ ہوں ۔ اُن میں چوکی پہرہ رہے اور سب سامان عیش و عشرت کا مہیا اور آمادہ ہو ۔

بیت

کہیں بادلہ ہو مشجّر ، کہیں
فلک کے مقابل ہو روے زمیں

روشنی کے ٹھاٹھر گڑ جائیں ، جھاڑ جھنکاڑ اکھڑ جائیں ۔ شب ہائے تیرہ مثل روز روشن ، دشت گلشن ، بیابان وادیِ ایمن ہو جائے ۔ اربابِ نشاط بے حساب ، فوج مسلح ہمراہ رکاب ؛ غریب ، غربا ، ننگے بُھوکے ، فیض شاہ سے کامیاب ہوں ۔ خبردار خبردار ! کوئی دقیقہ اس میں فروگذاشت نہ کرنا ۔ جو چیز دمڑی کی ہو ، اسے پیسہ دے کے لینا ۔ کسی کو آزردہ خاطر نہ کرنا ۔ پھر شہزادے نے اپنی منہ بولی بہنوں کو طلب کیا ۔ شہریار ، جواہر ، بسنت نے بڑی دھوم دھام ، نہایت اژدہام سے روانہ کیا ۔ شہر خشخاش کے بھی سب مہمان جمع ہوئے ، سامان عیش و نشاط کا مہیا ۔ سب رسوم بڑے سامان سے عمل میں آئے ۔ دن بارات کا آیا ، بساعت سعید محمود کو نوشاہ بنایا ۔ منصور شاہ نے اپنی گود میں بٹھایا ، مع چاروں وزیروں کے خوش حال تھا ۔ اگر شاہ جوگی صاحب کے ساتھ ہاتھی پر سوار ، چاروں محل ہمراہ ، جوگی صاحب کے جواہرات

لٹاتے ہوئے برات لے چلے ۔ آمد آمد سن کے پیشوائی کے واسطے لال دیو مع لعل شہزادہ بڑے کروفر سے موافق رسم و عادت شہر کے پری زادوں کے ساتھ آیا ۔

شعر

یہ کثرت ہوئی جن و انسان کی
ہوئی تنگ وسعت بیابان کی

گل بادشاہ اگر صاحب کی مواصلت سے شاداں ۔ لال دیو ، منصور شاہ ، جوگی صاحب کی مشارکت سے خنداں ۔ القصہ برات روانہ ہوئی ؛ روشنی نے شب تیرہ کو دن کیا ، آتش بازی کے شور نے شور محشر خاطر سے بھلایا ۔ ارباب نشاط کے تخت رواں بےشمار ، مطرب و قوال ہزاراں ہزار ؛ اور جلوس و سامان کہاں تک بیان ہو ۔ برات دلہن کے دروازے پر آئی ، ہر ایک نے اس کش مکش سے راہ پائی ۔ دولھا کو ہاتھی پر سے اُتار کر تخت شاہی پر سوار کیا ۔ مُشت مُشت زر ، عقد عقد جواہر ، سلک سلک گوہر دولھا پر نثار کیا ۔ صغیر و کبیر ، بادشاہ و وزیر اس کے جلوس میں چلے آئے ۔ مسند دامادی پر بٹھایا ، شربت پلایا ، ہار دیے ، سمدھی سمدھی ملے ۔ آپس میں مصافحہ اور معانقہ ہوا ۔ گل بادشاہ نے کہا ”عموی صاحب ! میں بھی امیدوار ہوں ۔“ جوگی نے کہا ” آؤ بابا !“ اگر شاہ سمجھا کہ اس فیلسوف نے یہ حیلہ مجھ سے ہم بغل ہونے کے واسطے اٹھایا ۔ اگر شاہ وہاں سے ٹل گیا ۔ گل بادشاہ جلدی جلدی جوگی صاحب سے مل کے اگر شاہ کے پیچھے بےتابانہ دوڑا ۔ اگر شاہ جھک کے سر کو سینے کے پاس لے جا کے جلدی سے ہٹ گیا ۔ گل بادشاہ کہنے لگا ”کبھی تو سینہ صاف ملیے ۔“ شہزادے نے ہنس دیا ۔ گل بادشاہ نے بڑی جرأت کرکے ہاتھ میں ہاتھ لے کے آگے بڑھایا ، خوب چمٹایا ۔ آئینے کو آئینے سے ملایا ۔ کان میں جھک کر کہا

''خدا یہ دن تمھیں بھی نصیب کرے ، گلنار کا جھوٹا پانی پی لینا ۔'' کہا ''اے دیو! کیوں دیوانہ ہوا ہے ۔ وہ محمود ہی تھا جس نے تیری بہن کو قبول کیا ، میں تو قریش پر نہ تھوکوں ۔'' دو دو باتیں رمز و کنایہ کی آپس میں ہوئیں ۔ اگر شاہ دولھا کے پہلو میں جا بیٹھا ، راگ رنگ ہونے لگا ۔ گل بادشاہ کی نظر اگر صاحب پر جا پڑی ، دیکھا کہ خواب آلودہ ہے ۔ جوگی صاحب سے گل بادشاہ نے کہا ''اگر صاحب بےچین ہیں ، بہتر ہے کہ یہ آرام کریں ۔'' بعد تامل کے جوگی صاحب نے کہا ''اچھا'' شہزادے کو اس کی خواب گاہ میں سلایا ۔ گل بادشاہ کبھی اس کی صورت دیکھتا تھا ، کبھی تلوے اپنی آنکھوں سے ملتا تھا ، کبھی گرد پھرتا تھا ، تصدق ہوتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا ۔

ابیات

مہ من برا ز مستی بسرت قسم کہ امشب
ز تو دیدہ ام ادائے کہ تو ہم نہ دیدہ باشی
تو بخواب ناز بودی کہ من از رقیب پنہاں
کفِ پات بوسہ دادم ز حنا شنیدہ باشی

کچھ دل میں آئی ، اگر شاہ کی تلوار بغل سے اٹھائی ۔ شہزادہ جب بیدار ہوا ، سمجھا کہ یہ کام گل کے سوا دوسرے کا نہیں ۔ کہلا بھیجا کہ میری تلوار مجھے بھیج دو ۔ گل بادشاہ دوڑا آیا ؛ ہنستا تھا ، کہتا تھا ''سبحان‌اللہ ، واہ ! واہ ! ایسا سوئے کہ اپنی چیز بست کی خبر نہ رہی ۔ تلوار کے اٹھانے سے ایسا تیز ہوئے ، میان سے باہر ہوئے ۔ اگر کسی اور چیز پر قبضہ کرتا تو اپنے دشمنوں کو جوہر کرتے ۔ آپ تو کہتے تھے ہم بڑے سپاہی ہیں ۔'' شہزادے نے کہا ''مجھے چھیڑچھاڑ کی باتیں خوش نہیں آتیں ۔'' قصہ مختصر شہزادہ مجلس میں تشریف لایا ، نکاح ہوا ، مبارک سلامت کا غلغلہ

پڑ گیا ، دلھن کی رخصت کی تیاری ہونے لگی ۔

بیت

دکھایا چرخ نے اک تازہ نیرنگ
کہ یہ نیرنگ سازی میں ہے یک رنگ

ہنوز برات رخصت نہ ہوئی تھی کہ خبردار نے آ کر شہزادے سے گذارش کیا کہ آپ کے ماموں کے شہر پر غنیم چڑھ آیا ہے ۔ اُس ملک کو تاخت تاراج کیا چاہتا ہے ۔

جانا اگر شاہ کا اپنے ماموں کے ملک میں اور فتح کرنا اُس لڑائی کا فضل خدا سے

اِدھر سامان رخصت کا درپیش تھا کہ اگر بادشاہ جوگی کی آنکھ بچا کر گھوڑے پر سوار ہو کر طرفۃالعین میں منزل مقصود پر پہنچا ، ماموں سے ملاقات کی ۔ تسلی و دلاسا دیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ ایک میدان داری میں لڑائی فتح ہو جائے گی ۔ یہ کہتا تھا کہ ایک نوجوان ماہ تابان نظر آیا ۔ استفسار فرمایا ؛ عرض کیا کہ آپ کے ماموں کا فرزند ارجمند ہے ۔ اُسے چھاتی سے لگایا ۔ بعد اُس کے مردانہ و شیرانہ حریف سے ہم نبرد ہوا ، لوہا اُس کا اس کی برق تیغ سے سرد ہوا ۔ چوگان اقبال سے گوے فتح کو اپنی طرف غلطاں ، دشمن کو گریزاں کیا ۔ حریف نے لاچار ہو کر امان چاہی ، اُس شہنشاہ تاج بخش سے امان پائی ۔ گستاخی کی عذر خواہی کی ۔ اُسے رخصت کیا ، اُدھر فتح کے شادیانے بجے ، اِدھر اگر شاہ کے گم ہونے سے نوبت سینہ زنی کی تھی ۔

ابیات

ہوئی بزم ماتم ، وہ بزم طرب
پریشان و حیران تھے سب کے سب

ہوا حالت غم سے یہ بے قرار
نشان و علم اُس کو تھے مثلِ دار

کہاں کی وہ شادی کہاں کا وہ بیاہ
ہوا مثلِ شب ، روز روشن سیاہ

کروں حالت کُل کا کیا میں بیان
مصیبت کا اُس پر گرا آسمان

سب کے سب غم ناک ، گریباں چاک بیٹھے تھے کہ شہزادۂ عالی شان سرمایۂ عاشقاں نمایاں ہوا ۔ آمد آمد سے ہر تن بے جان میں گویا جان آئی ۔گویا شمع رخسار پر پروانوں کا ہجوم ، تشریف لانے کی دھوم ہوئی ۔ سب نے اپنے اپنے قرینے پر حال پُرسی کی ۔ اگر شاہ نے وہاں جانے کا احوال اور سرگذشت جنگ و جدال مجملاً بیان کرکے ایک نامہ وزیر خوش حال کو دیا ۔ اس کے برادر نسبتی نے لکھا تھا کہ برادر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ! الحمد للہ والمنہ کہ اگر شاہ کے اقبال سے دشمنِ قوی دست پر فتح پائی ، ریاست رفتہ ہاتھ آئی ۔ خدا اُس بلند اقبال کو سلامت رکھے ۔ اُس کی شجاعت اور جواں مردی کا بیان کرنا سراسر فضول ہے ، فقط ۔'' جب وہ خط بادشاہ نے وزیر سے سنا ، اگر شاہ کو چھاتی سے لگایا ۔ مگر جوگی نے بہت غصہ فرمایا کہ میں نے تم کو ہزار بار منع کیا ہے کہ ایسے امور میں بغیر اطلاع کے جرأت نہ کیا کرو ، تم نہیں مانتے ہو ۔ لال دیو اُس خط کا مضمون سن کر اپنے دل میں کہنے لگا ''تعالیٰ اللہ ! جو دختر

کہ جواں مردی پر اپنی اس قدر نازاں ہے ، یہ کیوں کر گل کے ہاتھ آئے گی ۔'' اُس روز برات کا رخصت ہونا موقوف رہا ۔ شہر میں گشت کرکے دلہن کو محل میں لا آتارا ، مجلس عشرت کو بدستور ترتیب دیا ۔ اگر شاہ اُس مجلس سے اُٹھا ، گل بادشاہ نے کہا ''اے شہزادے ! ہمارے باغ میں ایک ایسا طلسم ہے کہ کبھی تم نے نہ دیکھا ہوگا ۔ اگر آپ کو میرے ساتھ چلنے میں کچھ دغدغہ ہے ، اکیلے جائیے ، اُسے دیکھ کر آئیے ۔'' شہزادے نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا اور اُسے غافل کرکے سیر باغ کو گیا ۔ وہ شیفتہ عاشق بھی نظر بچا کے وہاں جا پہنچا اور اپنے سر کو اُس کے قدموں پر رکھ کر رونے لگا ۔ اُس کے احوال زار پر اگر شاہ کے دل میں رحم آیا ۔ طلسم سکوت کو مفتاح زبان سے کھولا ، کچھ ہنسا بولا ۔ اپنے ہاتھ سے سر اُس کا قدموں پر سے اُٹھایا ، باتیں محبت آمیز کرنے لگا ۔ اُس جسم بے جان میں جان آئی ، طائر شوق نے حوصلے کی جرأت پائی ۔ کہنے لگا ''اپنی خیرات ایک بوسہ دے ڈالیے ۔'' اُس نے کہا ''منہ لگانا بھی قباحت ہے ، کتنا کم ظرف پست ہمت ہے ۔'' آخر گل بادشاہ دوڑ کر بے اختیار لپٹ گیا ؛ ہم آغوشی اُس کی طبیعت نازک پر بہت ناگوار ہوئی ۔ پسینے میں تر ، عرق خجالت سر بسر ۔ خیر بہرصورت دامن عصمت کو آلودگی سے بچایا ، مجلس میں آیا ۔ جوگی صاحب نے کہا ''تمھارا چہرہ بہت متغیر ہے ؟'' اُس نے کہا ''روشنی کی گرمی سے عرق عرق ہوا ہوں ۔'' اتنے میں حمید نے عرض کیا ''آپ کے ماموں صاحب مع اہل و عیال تشریف لاتے ہیں ، مگر ابھی دور ہیں ۔ شہزادہ جلدی اُٹھا ، اُدھر روانہ ہوا ۔ افلاطون اور زلیخا سے ملاقات کی ، محفل میں لا بٹھایا ۔ افلاطون اُس کے قد بالا پر دم بدم نگاہ کرتا تھا ۔ شہزادے نے پوچھا ''آپ مجھے گھڑی گھڑی کیا دیکھتے ہیں ۔'' کہا ''آج تمھارا وہ بوٹا سا قد مجھے دراز معلوم ہوتا

ہے ، اس میں کیا راز ہے ؟'' شہزادہ ہنسا اور اپنی ہیئت اصلی پر آ گیا ۔ زلیخا اُس غیرت یوسف کو دیکھ کر کہنے لگی ''ہزار حیف ، باز است و طعمہ نیست ۔'' شہزادے نے یہ بات اپنے جی میں رکھی ۔ ہر وقت شہباز عقل کو طعمے کی تحقیق پر لگایا ، مگر شکار مدعا نہ پایا ۔ دو دن اسی طرح کا سامان عیش و نشاط مہیا رہا ، تیسرے دن چوتھی کھیلنے کی تیاری ہوئی ۔

روانگی چوتھی کی ، دلھن کے گھر سے اور جدا ہونا گل بادشاہ کا اگرصاحب سے

میوے اور ترکاری جواہر نگار خوانوں میں آنے لگی ۔ پریوں کے غول ، مہمانوں کے ہجوم بہت تھے ۔ غرض دولھا کو چوتھی کھیلنے کے واسطے محل میں بلایا ، دلھن کو پہلو میں بٹھایا ۔ باغبانِ فلک ترنج ماہتاب اور چھڑیاں شعاع کی طبق زریں میں لایا ۔ ادھر اور اُدھر سے سب پری زادانِ نازنین چوتھی کھیلنے پہنچیں ۔ ہر چہار طرف سے پھولوں کی بوچھاڑ ، چھڑیوں کی مارا مار ہونے لگی ۔ محمود کا لعل شہزادے سے اگر اور گل کا سامنا ، قریش کا اور دولھا کی ماں کا مقابلہ ہوا ۔ گل بادشاہ گلاب کا پھول بھی آہستہ سے اگر شاہ پر پھینکتا تھا ۔ وہ اُس سے بھی اپنے تئیں بچاتا تھا ، نارنج پستان کو ہر ادا سے چھپاتا تھا ۔ گل بادشاہ نے ہر چند چاہا کہ اس بہانے سے ہاتھ سینے تک پہنچائے ، نہ پہنچا ۔ مجبور ہو کر یہ شعر پڑھا :

شعر

سمجھیے ہاتھ رکھنے دیجیے نارنج پستاں پر
فراموش آپ جیتیں گے ، دوگانہ یہ نیا پھل ہے

اگر شاہ نے یہ سن کر ، قابو پا کر ایک ترنج گل کے سینے پر ایسا

مارا کہ چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ۔ سنبھلا نہ تھا کہ ایک چھڑی زور سے لگا کر کہا ''لو یہ بدھی بھی مدت تک گلے کا ہار رہے گی ۔'' لال دیو نے یہ دیکھ کر سمدھی سے کہا کہ شہزادے کو منع کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ خود انھی کی طبع نازک پر کچھ ملال آئے ، چوٹ کسی کے زیادہ لگ جائے ۔ آخرالامر سب نے چوتھی کھیلنے سے فراغت پائی ، رخصت کی تیاری ہوئی ۔ گل بادشاہ کی تجویز سے لال دیو نے یہ درخواست کی کہ چند روز یہی صحبت ہو ، رخصت دولھا کی ملتوی رہے ۔ اگر شاہ نے نہ مانا ، وزیر کو ارشاد کیا کہ زنانی سواریاں روانہ کرو ۔ گل بادشاہ کا صدمۂ مفارقت سے چہرہ متغیر ہوا ۔ بہت منت و الحاح سے کہا ''اے شہزادے ! دو چار روز ابھی اس غریب خانے کو اپنے فیضِ قدم سے آباد رکھیے ۔ آپ کا یہاں تشریف لانا اتفاقات سے تھا ۔''

شعر

نصیب ایسے کہاں تھے کہ آپ مہماں ہوں
پس اتفاق خدا ساز اس کو کہتے ہیں

اگر بادشاہ نے کہا ''تمھاری خاطر سے اس قدر اتفاق رہنے کا ہوا ، میں کہاں اور یہ صحبت کہاں ؟'' گل بادشاہ اتنے ہی میں پھولا نہ سمایا ، شگفتہ ہو کر کہا ''کچھ ان دنوں میں آپ کی طبیعت میری طرف سے صاف ہوئی تھی ۔ یہ صحبت یہ الطاف نہ بھولیں گے ، بہت یاد آئیں گے ۔

شعر

اِس رکاوٹ پہ تو میں جان فدا کرتا تھا
تیرے الطاف جو یاد آئیں گے مر جاؤں گا

اب امیدوار ہوں کہ چندے انتظار وعدہ میں جلائیے ۔'' اگر بادشاہ نے کہا ''پہلے حجاب آنے جانے کا مانع تھا ، اب اکثر ملاقات ہوتی

رہے گی ۔'' غرض اُس کو بسمل چھوڑ کر قریش اور لال دیو کے پاس رخصت کو گیا ۔ انھوں نے سر اُس کا چھاتی سے لگایا ، بہت سا عذر کیا ۔ خدا کو سونپا ، رخصت کیا ۔ شہزادے نے حمید سے کہا کہ گل بادشاہ شاید جوگی صاحب سے رخصت ہونے گیا ہے ۔ اُس نے کہا :

بیت

''جہاں ہے شمع پروانہ وہاں ہے
پری جس جا ہے دیوانہ وہاں ہے''

حمید کے کہنے سے ادھر اُدھر دیکھا ، گل بادشاہ کو وابستۂ محبت پایا ۔ ہنس کر کہا ''خدا حافظ ۔'' گل بادشاہ نے کہا کہ امیدوار ہوں ، گلے لگائیے ، رخصت فرمائیے ۔ اگر بادشاہ نے سکوت کیا ۔ گل بادشاہ نے ہاتھوں کو گلے میں حائل کرکے کہا :

بیت

بر سر مہر و وفا ہے وہ ستم گر اپنا
آج ہر طرح سے یاور ہے مقدر اپنا

شاہزادے نے کہا '' اتنی باتیں نہ بناؤ ۔ مجھے خوشامد اور ظاہرداری سے نفرت ہے ، جاؤ بس رخصت ہو ، ہوا کھاؤ ۔'' اُس نے کہا ''میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ، برائے خدا دو گھڑی ٹھہریے ۔'' شہزادے نے کہا ''دیکھتے ہو کہ جوگی صاحب بلاتے ہیں ، آدمی پر آدمی آتے ہیں ۔ اس وقت غیر ممکن ہے ، پھر کسی دن آؤں گا ۔'' یہ کہہ کر اگر بادشاہ نے اُس کو روتا چھوڑا ۔ صید بسمل سے صیاد نے منہ موڑا ۔ مع الخیر اپنے ملک میں آیا ۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ اُس کی ممانی نے ایک جوڑا کبوتر کا شہزادے کو دیا کہ وہ آدمی کی طرح گویا تھے ۔ زلیخا کے

تحفے سے وہ غیرت یوسف نہایت خوش ہؤا ۔ زلیخا نے آسے خوش و خرم دیکھ کر یہ کہا کہ جائے تعجب ہے ، باز ہو اور طعمہ نہ ہو۔ شہزادے نے اپنے دل میں کہا ''یہ معمہ کسی طرح نہیں کھلتا ۔

بیت

مجھ کو لازم اس کی تحقیقات ہے
باز ہے طعمہ نہیں ، کیا بات ہے !''

غرض اس کے دریافت کرنے کے واسطے خلوت گاہ میں آیا ، مگر آس کا مطلب منکشف نہ ہؤا ۔ پریشان ہو کر حمید سے کہا ''گھوڑا تیار کر لاؤ ۔'' سوار ہو کر بسنت کے مکان کی طرف گیا ۔ حمید نے خبر کی ۔ آس نے کہا ''خیر تو ہے ؟ اگر حضرت تشریف لائے ہیں ، چلے کیوں نہیں آتے ؟'' سرو آسا یہ گفتگو سن کر استقبال کے واسطے آئی ، بسنت نے مسند بچھائی ۔ سرو آسا سے مہمان داری کا ذکر ہونے لگا ۔ شہزادے نے کہا ''فی الحقیقت کوئی طریقہ مہمان داری کا قریش اور ماہ پرور ۔ فروگزاشت نہیں کیا ۔'' آس نے پھر کل بادشاہ کی روئداد تمام و کمال آس سے بیان کی کہ فریب و مکر سے آس نے مجھے طلسم کی سیر کو بھیجا اور تنہائی میں ہم آغوشی سے ہلکان کیا ۔ آس بدبخت کو اپنے خنجر کی ، جو آس کی کمر میں تھا ، خبر نہ تھی ۔ آس کے دستے سے دو نیل سیاہ میرے سینے پر پڑ گئے ۔ سرو آسا بہ لحاظ و ادب کلمات رمز و کنایے کے کہتی رہی ، آپس میں ہنستی بولتی رہی ۔ دو چار گھڑی کے بعد شہزادہ وہاں سے رخصت ہو کر جوگی صاحب کے مکان میں آیا ، آرام فرمایا ۔ صبح صادق سے پہلے اپنی خلوت گاہ میں گیا ، نماز پڑھی ، پوشاک بدلی ، تخت پر جلوس کیا ۔

جانا اگر شاہ کا گل بادشاہ کے ملک میں اور حظ اٹھانا وہاں کی سیر سے

جب مسافر جہاں پیمائے خورشید کمر بند شعاعی باندھ کر مہمان خانۂ مغرب میں گیا ، تن تنہا اگر شاہ مثالِ ماہ گل بادشاہ کے مکان کی طرف چلا ۔ اپنے آنے کی خبر کی ، وہ آنکھوں کو بچھا لینے یا ۔ شہزادے نے کہا ''تم سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ تنہا گ ، وفا کیا ۔'' گل بادشاہ نے کہا '' وعدہ وفائی دکھائی ، مسیحائی فرمائی ۔ تشریف لے چلو ، میری آنکھیں تلووں سے ملو ۔'' شہزادے نے کہا '' تیرے ماں باپ مجھے پہچان لیں گے ۔'' اُس نے کہا ''ہرگز اُن کے فرشتوں کو خبر نہ ہو ، اُن کے ہمزاد نہ دیکھیں ۔'' شہزادے نے کہا ''لے جانے کی وجہ بیان کرو ۔'' کہا ''دو چار گھڑی راحت فرمائیے گا ، سیر سے حظ اُٹھائیے گا ، اس مردے کو جِلائیے گا ۔'' یہ کہہ کر ایک انگوٹھی اُس کے ہاتھ میں پہنا دی ؛ وہ سب کو دیکھتا تھا ، اُسے کوئی نہ دیکھتا تھا ۔ القصہ اپنے مکان میں لا بٹھایا ، تماشا طرح طرح کا دکھایا ۔

بیت

کبھی دریا دکھایا آنسوؤں کا
کبھی اپنے بدخشانِ جگر کا

وہاں سے اُٹھ کر محمود کی خواب گاہ میں تشریف لے گئے ۔ دیکھا کہ گلنار کی گردن میں محمود کے ہاتھ پڑے ہیں ، دونوں ایک پلنگ پر لیٹے ہیں ۔ محمود نے گلنار سے کہا کہ اگر شاہ کی عمر دراز جس نے ہم پر باب نشاط کو باز کیا ، ہمارے ارمان اُس کی بدولت نکلے ۔ گلنار نے کہا ''جب مسبب حقیقی کو کسی کام کی درستیٔ منظور ہوتی ہے ، ایسے ہی اسباب مہیا کرتا ہے ۔'' گل نے اپنے مہمان کے

کان میں کہا " مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ، مجھے کب تک مانند عود و عنبر سوختۂ آتشِ فراق رکھیے گا ؟"

بیت

آسی دن کا میں بھی ہوں امیدوار
مرے ہاتھ ہوں تیری گردن میں ہار

اگر شاہ نے کہا "اے کم ظرف ! ایک قطرۂ محبت سے تیرے حوصلے کا پیالہ چھلکنے لگا ، ایسا بھکنے لگا۔ اگر سو بار تیری خاک سے کلال گردش ایام ساغر بنائے ، میرے وصل کی شراب سے کبھی معمور نہ ہو ۔ یہ پری ہے جو مرد سے دید بازی کرتی ہے ۔ یہاں کسی کی جوتی نہ مرتی تو آئینہ ہو تو شکل نہ دکھاؤں ، تصویر ہو تو صورت نہ دیکھوں ۔" گل بادشاہ نے کہا "میں تجھ سے ہنستا ہوں ، تُو تو مرد ہے ، تجھ سے اس کی ہوس رکھنا سراسر نادانی ہے ۔ چلو ایک اور سیر دیکھو ۔" لعل شہزادہ اور ماہ پرور کی خلوت میں لایا ۔ دونوں اُس وقت چوسر کھیلتے تھے ۔ دونوں نے گھات سے اپنے تئیں چھپایا ۔ لعل شہزادے نے ماہ پرور سے کہا "کچھ مہمان داری کا حال بیان کرو ، کوئی دقیقہ مدارات سے رہ تو نہیں گیا یا کوئی اگر شاہ کے متوسلوں سے آزردہ تو نہیں گیا ؟" اُس نے کہا "خدا کے فضل سے سب راضی گئے ، مگر میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں : تمھیں میرے سر کی قسم ! سچ بتاؤ کہ اگر شہزادہ جوگی کا پسر ہے یا تمھارے وزیر کی دختر ہے ؟" شہزادے نے کہا "یہ راز بہت نازک ہے ، تمھیں بھی ہمارے سر کی قسم کہ ابھی کسی سے ظاہر نہ کرنا ۔"

قطعہ

گرچہ ہے وہ وزیر کی دختر
لاکھ مردوں سے ہے مگر بہتر

اور ایک طرفہ ماجرا سنیے
گل دل و جاں سے ہے فدا اس پر

شیدا ہے ، دیوانہ ہے - نام پر جان دیتا ہے ، تصور میں اُس کے دن رات رہتا ہے -'' ماہ پرور نے کہا ''اگر وہ دختر ہے تو گل کے ساتھ وصلت اُس کی کیوں نہیں کرتے ؟'' شہزادے نے کہا ''محمود کی شادی میں َمیں نے خوش حال وزیر کو بہت سمجھا کے راضی کیا - خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ یہ کام سرانجام پاوے -'' گل نے اگر کو الگ لے جا کے کہا ''آپ تو فرماتے تھے کہ ہم مرد ہیں ، آپ کے ولی نعمت کیا کہتے ہیں ؟ خدا کے واسطے میرے حال زار پر رحم کھاؤ ، راستی پر آؤ - یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ نسبت میری آپ کے ساتھ مقرر ہوئی - اب تو میرا زور بھی چلتا ہے ، حق بھی پہنچتا ہے -'' اگر نے کہا ''وزیر کی بیٹی سے منسوب ہونا ہم نے بھی سنا ہے - میں تو جوگی بچہ ہوں ، مجھ پر زور اور حق کیا ثابت کرتا ہے -'' یہ کہہ کر اُس مکان سے باہر آیا ، نہایت غصے ہوا ، بُرا بھلا کہا - گل نے یہ شعر پڑھا :

شعر

جھڑ کی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھی نہ دی تھی سو اک بات ہو گئی

القصہ بڑی محنت و خوشامد سے غصے کو اُس کے برطرف کیا - مہربان پا کر یہ پوچھا ''کیوں صاحب لعل بہتر ہے یا ماہ پرور ؟ محمود طرح دار ہے یا گلنار ؟'' اُس نے کہا ''پری کے حسن کا وصف کیا - یہ ضرب المثل ہے کہ فلانا ایسا خوبصورت ہے جیسے پری - ماہ پرور اُس سے کہیں اچھی ہے - علیٰ ھذالقیاس گلنار بھی پری ہے -'' گل نے کہا ''میرے اور اپنے درمیان آپ منصف ہوں -'' اگر نے کہا ''تو تو میری جوتی کی برابری نہیں کر سکتا -'' یہ سن کر

گل بادشاہ خوب ہنسا ۔ غرض ایسی ایسی باتوں سے دیر تک حظ اٹھایا ۔ اتنے میں لال دیو گل کو ڈھونڈتا ہوا ادھر آ نکلا ۔ اگر نے کہا ’’ اس بھوت کی نظر سے کیوں کر بچیے ۔‘‘ گل نے کہا ’’پلنگ کے نیچے چھپیے ۔‘‘ دیو ، گل کو ایک فرد حساب دے کر چلا گیا ۔ پھر اگر شاہ نے گل سے رخصت چاہی ۔ وہ مشتاق گرفتار رنج فراق ہوا ۔ گل نے کہا ’’چلتے ہوئے تو گلے لگائیے !‘‘ اگر نے کہا ’’اس تمنا سے ہاتھ اٹھائیے ۔‘‘ القصہ عاشق کو روتا چھوڑ کر وہ ادھر روانہ ، یہ ادھر دیوانہ ہوا ۔

خبردار ہونا اگر صاحب کا گل بادشاہ کی بے قراری سے اور طعام لے جانا وہاں کو

ایک دن کا ذکر ہے کہ اگر شاہ خوان نعمت پر بیٹھا ہوا مع رفقا خاصہ نوش فرماتا تھا کہ چند مگس متوجہ طعام ہوئیں ۔ شاگرد پیشہ نے رومال سے ان کو دفع کیا ۔

شعر

ناسخ نہ ہوجیو مگس خوان اغنیا
سنتے ہیں یہ سخن لب نان جویں سے ہم

مکھیوں نے اپنی زبان میں طعن اور ملامت کی اور کہا کہ ایک ہفتے سے بہ سبب ترک کرنے آب و طعام گل بادشاہ کے ہم نے یہ پریشانی اٹھائی ۔ اگر شاہ نے یہ گفتگو ان مکھیوں کی سنی تو بقول رسا :

شعر

خوں رگ مجنوں سے ٹپکا ، فصد لیلیٰ نے جو لی
عشق میں تاثیر ہے ، پر جذبۂ دل چاہیے

جذبۂ محبت سے اپنے عاشق کے دفعۃً مضطر و بےقرار ہو کر کچھ طعام علیحدہ آن مکھیوں کے واسطے رکھوا دیا اور خود گل بادشاہ کے مکان کی طرف ایک خوان طعام ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ اسپِ فلک سیر نے بات کی بات میں وہاں پہنچایا، اپنی آواز سے عاشق کو جگایا۔ گل بادشاہ روتا ہوا دوڑا، نقاہت و ضعف سے آ کر گر پڑا۔ اگر شاہ نے کہا ''ایسا خود رفتہ ہوا؟'' اس نے کہا ''خاطر نازک دیریِ حضوری سے آزردہ نہ ہو۔'' شہزادہ اس کی سخن سازی پر ہنسا۔ پھول اس کے منہ سے جھڑے، گل نے اپنے دامن امید میں بھرے۔ ہاتھ اس کا پکڑ کے مسند پر آ بیٹھا۔ وزیر سے خطاب کیا کہ مجھ پر گرسنگی کا نہایت غلبہ ہے۔ اس نے عرض کی کہ ایک ہفتے سے حضرت نے بہ سبب بدمزگیِ طبیعت کے آب و طعام ترک کیا ہے مگر ابھی تیار ہوا جاتا ہے۔ شہزادے نے کہا ''حمید کو بلا لو۔'' جواہر اسے بلانے گیا۔ اگر نے گل سے کہا ''اے بادشاہ! گلنار کے بیاہ میں جو خرچ ہوا ہے، اسے فاقہ کشی سے وصول کیا چاہتا ہے؟'' ہنوز اس نے کچھ جواب نہ دیا تھا کہ حمید مع خوانِ نعمت حاضر ہوا۔ شہزادے نے کہا ''ایسا مہمان بھی کم دیکھا ہوگا کہ میزبان کو اپنی نعمت سے سیر کرے۔'' گل نے کہا ''میں ایسی نعمت کا بھوکا نہیں۔'' اگر نے کہا ''بس فیل نہ لاؤ، اب کھانا کھاؤ۔'' اس نے کہا ''تمھی کھاؤ۔'' اگر شاہ نے ایک نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دیا، اس نے کھایا:

شعر

دے اگر یار اسے جامِ شراب
توبہ اس سے کرے زاہد، توبہ

گل بادشاہ نے کہا ''اے شہزادے! تجھے میرے سر کی قسم، سچ کہہ، میرے حال سے تجھے کیوں کر خبر ہوئی؟ شہزادے نے

سب حال بیان کیا ۔ اُس نے کہا ''سبحان اللہ! حیوان تک میرے حالِ کثیرالاختلال سے آگاہ اور آپ ایسے بے پروا ہوں !'' شہزادے نے کہا ''یہاں تک تو کیا، اور آگے کیا چاہتا ہے؟'' یہ کہہ کر رخصت ہوا ۔ گل بادشاہ نے اُس وقت یہ قطعہ کسی اُستاد کا پڑھا :

قطعہ

سوال یار سے میں نے کیا بہ وقت وداع
کہ اک نشانی کی تجھ سے اُمیدواری ہے
لگا وہ کہنے کہ تو بیوقوف ہے کتنا
یہ داغ دل پہ ترے تھوڑی یادگاری ہے

حیران ہونا اگر شاہ کا معمائے ''باز است و طعمہ نیست'' سے اور تحقیق اُس کی زلیخا سے

ایک دن اگر شاہ نے اپنی ممانی سے کہ نام اُس کا زلیخا تھا، پوچھا کہ آپ نے کئی بار یہ سخن مجھے سنا کر کہا کہ ''باز است و طعمہ نیست'' میری عقل اس چیستان کے دریافت کرنے میں عاجز ہے ۔ زلیخا نے کہا '' اے عزیزِ کشورِ خوبی و اے یوسفِ محبوبی! مجھے یہ تاسف آتا ہے کہ تجھ سا یوسف بے زلیخا اور تجھ سا سلیمان بے پری ہے اور تیرے پیوند کے قابل کوئی نظر میں نہیں سماتا سوائے روشن رائے پری کے ۔

بیت

وہ بلقیس ہے گر سلیماں ہے تُو
وہ زہرہ ہے گر ماہِ تاباں ہے تُو

حسین اور صاحب جمال، عقل و شعور میں بے مثال ۔ کتنے خسرو اُس شیریں ادا کے واسطے فرہاد کی طرح ہلاک ہوئے، بہت وامق اُس

رشکِ عذر کے غم میں اندوہ ناک ہیں ۔" اگر نے کہا " اور اس کا کچھ نشان ، اثر ، پتا ، خبر معلوم ہو بیان فرمائیے ۔" اس نے کہا "یہ سنتی ہوں کہ نقش جہاں آرا ایک قلعہ ہے طلسمات اور جادو سے معمور ، یہاں سے بہت دور ۔ دونوں طرف اس کے بحرِ عمان جوشاں ، آتشِ ملتہب خروشاں ہے ۔ وہ قلعہ درمیان میں حباب مثال ، شررتمثال نمایاں ہے ۔ وہاں کسی کا تھل بیڑا نہیں لگتا ۔ آدمی کیا ، دیو پری کے بھی پر جلتے ہیں ۔" اگر شاہ اس سخن کو گوہروار صدفِ گوش میں لے کر سمندر کی طرح وہاں کا مشتاق ہوا اور حمید سے کہا "گھوڑا تیار کرو ۔" اس نے بہ موجب حکم کے اسپِ فلک سیر کو تیار کیا ۔ شہزادہ اس پر سوار ہو کر گل بادشاہ کی طرف آیا ۔ دروازے پر کئی بار دستک دی ، کسی کی آواز نہ آئی ۔ دروازہ توڑ کر اندر گیا ۔ گل کو دیکھا کہ بستر بیماری پر پڑا ہے ، ایک پتھر چھاتی پر ، ایک سر کے نیچے دھرا ہے ۔ اس نحیف و ناتواں کو پستۂ لب ، سیبِ ذقن ، بادامِ چشم ، عنبرِ زلف کی معجون سے تقویت بخشی ۔ اٹھایا بٹھایا ، کھانا کھلایا ، دو چار گھڑی ٹھہرا ، پھر اس سے رخصت ہوا ۔ چلتے ہوئے یہ پڑھا :

رباعی

گر بماندیم زندہ ، بردوزیم
پیرہن کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذر ما بپذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وہ خود رفتہ اس معمے کو نہ سمجھا ۔ وہاں سے سروآسا کے مکان میں آیا ۔ کہا کہ میں چند روز کے واسطے چلّہ بیٹھوں گا ، جو تم سے پوچھے ، میرا احوال نہ بتانا ۔ اور کان میں کہا کہ گل بادشاہ کی خبر گیری سے غافل نہ رہنا ۔ لو خدا حافظ ! غرض ہر

یار و آشنا سے رخصت ہوا ۔ گھوڑے اور حمید کو اس راز سے مطلع کیا ۔ حمید نے کہا ”اے بادشاہ ! یہ سفر نہایت پُر خطر ہے ۔ اگر ارشاد ہو، میں اپنے زن و فرزند کو وداع کر آؤں ؟“ کہا ”بہتر ۔“ وہ جا کر اُن کو وداع کر آیا ۔

روشن رائے پری کے ملک میں جانا اور وہاں پتھر کا ہو جانا اگر صاحب کا

نظم

نہیں عشق ، ہے یہ بلائے عظیم
ہر اُمید ہے مبدعِ خوف و بیم
گل اس باغ کے سر بہ سر خار ہیں
جو چشمے ہیں ، وہ دیدۂ زار ہیں
سماعت کے قابل نہیں یہ بیاں
کہ ہوتا ہے گوش اس گُہر سے گراں
زلیخا پشیماں تھی اس بات سے
کہ کھو بیٹھی یوسف کو میں ہات سے

دشت پیمایانِ حکایتِ غربت و مسافرانِ طریقِ مصیبت یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر شاہ نے اسبابِ سفر خُرجی میں اور کچھ پانی مشک میں بھر کر گھوڑے پر لگایا ۔ حمید کو ساتھ لیا ۔ سوار ہو کر منزل مقصود کو روانہ ہوا ۔ قطعِ منازل و طے مراحل کر کے ایک مدت کے بعد قلعۂ نقش جہاں آرا کی سرحد میں پہنچا ۔ ایک جگہ پاکیزہ و بہتر دیکھ کر کوئی دم ٹھہرا ، آرام کیا ۔ بعد اس کے آگے بڑھا ؛ دریائے جوشاں نمودار ہوا ۔ گھوڑے نے کہا ”اے حمید ! ایک مشکیزہ اس دریا سے بھر لے ، آگے دریائے شور ملے گا ۔“ حمید نے مشکیزہ لبریز کیا ۔ اُس دریا سے بہ عنایت خداوندِ ناخدا

کشتیِ حباب کی طرح پار ہوا کہ ناگاہ ہوائے تیرہ و تار ایسی اٹھی کہ دن سے رات ہو گئی ۔ اسم اعظم کی برکت سے محفوظ رہا ۔ آگے بڑھا ؛ ایک کوہسار پر کہ وہ راہ سخت تر تھی ، گذر ہوا ۔ گھوڑے نے کہا ''حمید ! تو بھی سوار ہو لے ، نہیں تو گرد کی طرح ہمراہی سے رہ جائے گا ، اور وہ پانی کہ دریائے جوشاں سے اٹھایا ہے ، ایک قطرہ اس پہاڑ پر چھڑک دے ، خدا چاہے تو تاریکی دور ہو جاوے ۔'' اس پانی کے چھڑکنے سے وہ تاریکی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا ، رفع ہوئی ، وہ منزل دشوار بھی قطع ہوئی ۔ گھوڑے نے کہا '' اب دو چار گھڑی لوٹو پوٹو ، کھاؤ پیو ۔'' شہزادہ مرکب سے اترا ، کچھ کھایا ، آرام فرمایا ۔ گھوڑے نے کہا ''اے شہزادے ! بارہ کوس زمین چاندی سونے کی ہے ، لیکن حشرات الارض سانپ ، بچھو لاانتہا ہیں ۔ اگر کوئی تمھارا نام لے کر پکارے للکارے ، چپ رہنا ؛ جواب نہ دینا ۔ آگے بڑھ کر دکانیں خوانچہ والوں کی ، میوہ فروشوں کی ملیں گی کہ سراسر اجزائے بے ہوشی اس میں ملے ہیں ۔ وہ تم کو بلائیں گے ، بھر بھر دکھائیں گے ؛ زنہار زنہار نہ جانا ، بلکہ یہ بھی نہ کہنا کہ ہم نہیں آتے ۔ اور یہاں سے دو چار پھول نرگس کے توڑ لو ۔'' یہ کہہ کر وہ گھوڑا تیز ہوا کی طرح فلک سیر ہوا ، سینکڑوں کوس نکل گیا ۔ وقت دوپہر کا ہوا ۔ دیکھا کہ کوسوں تک تمازت آفتاب سے آگ برستی ہے ، ریگِ بیابان مثلِ اخگر چمکتی ہے ۔ کوئی درختِ سایہ دار نہیں ملتا ۔ کوئی جھیل ، تالاب ، چُقر ، آبشار نظر نہیں آتا ۔ اگر شاہ اور حمید پر غلبہ تشنگی کا اس درجہ ہوا ، زبان خشک ، منہ میں کانٹے پڑ گئے ۔ گھوڑے کا یہ حال کہ زبان منہ سے نکال دی ، ہر قدم پر تلملاتا جاتا تھا ۔ القصہ کئی کوس جوں توں نکل آئے ۔ کچھ درخت سایہ دار آنبوں کے دکھائی دیے ۔

شعر

برستی تھی دھوپ اُن میں یوں ہر گھڑی
کہیے تو کہ آموں میں بجلی پڑی

گھوڑے نے کہا ''یہاں خوف و خطر نہیں۔ آپ بھی دم لیں ، مجھے بھی آرام دیں ۔ تھوڑی دیر ٹھہریے ، پھر سوار ہوجیے۔'' غرض کچھ دیر وہاں بھی ٹھہرے ، آرام کیا ، پھر روانہ ہوئے ۔ راہ میں دیکھا کہ میوہ فرشوں کی دکانیں آراستہ ، بیچنے والے لباس رنگا رنگ سے پیراستہ ہیں ۔ ہر طرف سے نوشا نوش کی آوازیں دیتے ہیں ، صراحیاں رنگا رنگ کی دکھاتے ہیں ، پکارتے ہیں :

مصرع

آؤ پیو کہ آبِ بقا یہ شراب ہے

شہزادے نے اُدھر نگاہ نہ کی ، اُن کے سوال کے جواب پر آواز نہ دی ۔ تھوڑی دور کے تفاوت سے ایک جماعت عورتوں کی نظر آئی کہ شیرمالیں آبدار لال لال لیے بیٹھی ہیں ، آوازیں دیتی ہیں ۔ اگر شاہ نے اُن کو بھی جواب نہ دیا ۔ اُس منزل سے بھی سلامت گذر گیا ۔ پھر ایک باغِ خوش آثار میوہ دار دیکھا : لطافت و طراوت سے قوتِ دل و نزہت و نظارت سے بصارتِ چشم حاصل ہوئی ۔ ایک درخت میں قفس رنگین خوش آئین ، اُس میں ایک مینا حکمت کے فن میں طاق ، فسانہ کہنے میں شہرۂ آفاق نظر آئی ، اُنھیں دیکھ کر چہچہائی ۔ گھوڑے نے کہا ''یہ مینا طلسم جادو ہے ۔ اے بادشاہ ! بسم اللہ کہہ کر ایک تیر اس کو مار ۔ اگر تیر تیرا اس کے لگا تو تُو نے یہ طلسم توڑا اور جو خطا کی تو خود اسیر طلسم ہوا ۔'' اللہ اکبر کہہ کر تیر اُس نے چھوڑا ۔

بیت

فقط نہ تیر نے مینا کے جسم کو توڑا
اُس ایک تیر نے سارے طلسم کو توڑا

مینا کے مرتے ہی وہ باغ پتے کی طرح اُڑ گیا۔ کف دست میدان، جنگل سنسان نظر آیا۔ حمید نے تحسین کی۔ دو چار روز وہاں آرام فرمایا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ بستی اور آبادی کے نشان دکھائی دیے۔ باشندے قلعۂ جہاں آرا کے اُس کی جوانی پر کف افسوس ملتے تھے کہ ہائے یہ جوان ناحق اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے، کیوں اپنا دشمن ہوا ہے۔ ہزاروں بادشاہ سکندر جاہ یہاں آئے، داغِ محرومی و ناکامی دلوں پر اٹھائے۔ یہ تن تنہا کیا کر سکے گا۔ شہزادہ سر جھکائے، گھوڑا اٹھائے چلا جاتا تھا۔ جواب دینا کیسا، آواز بھی نہ سنتا تھا۔ رفتہ رفتہ قلعے کے دروازے پر پہنچا۔ اُس پر یہ لکھا تھا: "اس قلعے کے اندر جانا حرام ہے، جب تک اس بگلے کو نہ مارے ناکام ہے۔" شہزادے نے سر اوپر اٹھایا، ایک بگلا سر پر اُڑتا پایا۔ اُس کی پرواز سے یہ آواز پیدا تھی کہ بڑے بڑے بادشاہ اس پری کے لینے کو آئے، پر خاک تودہ بن گئے، پتھر کے ہو گئے۔ تو ایک سوار چاہتا ہے کہ روشن رائے کو لے جائے؟ جب تک مجھے نہ مارے گا، قلعے کے اندر نہ جا سکے گا۔ اگر شاہ نے کمان کو دوش سے اُتارا، تیر کو راست کیا۔ حمید اور گھوڑے نے کہا "ہاں ہاں! اس پر تیر نہ لگانا۔ دیکھو سراسر خطا ہے، نہایت بے جا ہے۔ اس پر جس کا تیر خالی جائے گا، مدت تک پچھتائے گا۔ اے بادشاہ! پھر پتھر ہو جاؤ گے، ٹھوکریں کھاؤ گے۔" چلّایا کیے، اُس نے نہ مانا۔ بگلا پکارا کہ اے ہمائے ملکِ محبوبی! میں بگلا طلسم کا ہوں، تو کیا غضب کرتا ہے۔ مجھ کو تجھ پر رحم آتا ہے۔ مجھے دشمن نہ جان، میرا کہا مان۔ یہ سچ ہے کہ:

شعر

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغِ قبلہ نما آشیانے میں

مگر مقدمہ طلسم میں اس کو کیا دخل ہے؟ افسوس تجھ سا پری ، طعمہ مجھ سے کم بخت کا ہوتا ہے ۔ اگر شاہ نے کہا :

شعر

ندانم کہ سنگِ سپہرِ قضا
ترا بشکند پیشتَر یا مرا

یہ کہہ کر تیر لگایا ، نشانے پر نہ بیٹھا ۔ دوسرا چھوڑا ، خطا کی ، تیسرا بھی خالی گیا ۔ فوراً یہ تینوں پتھر کے ہو گئے ۔

ابیات

وہ جسمِ نازنیں پتھر ہوا تھا
سراپا سنگ وہ دل بر ہوا تھا
حمید اُس کے قدم پر سر بہ پا سنگ
ہوا مرکب بھی اُس راکب کا ہم سنگ

ظاہر ہونا حال اگر صاحب کے گم ہونے کا اور بےقراری میں جان کھونا ہر ایک کا

کہتے ہیں کہ جب اگر شاہ پتھر کا ہوا ، حادثہ سخت اُس پر گذرا ۔ غیروں نے سنگ تاسف سر پر مارا ۔ روشن رائے سنگ دل پر بھی کوہِ الم ٹوٹا :

شعر

ہوئے واں تو ہوتے تھے جو حادثات
اب اُس سمت کی کچھ سنو واردات

بعد چندے منصور شاہ کو خیال ہوا کہ اگر صاحب جوگی صاحب پاس ہیں ۔ جوگی صاحب کو وہاں کا احتمال رہا ، اور سب کو بھی اسی طرح کا دھوکا تھا ۔ تا کجا ، ایک ایک جا تلاش ہوئی ۔ گم ہوے کا ماتم ہوا ، ہر ایک شہر میں تلاطم ہوا ۔ ہر ایک شخص کے دل پر غم و الم نقش کالحجر تھا ، ہر ایک بہ سبب نایابی اُس پارہ صفت کے خاک بہ سر تھا ۔ ہر ایک کی انتظار میں آنکھیں پتھرائیں ، ناسور ہوا ۔ ہر ایک کا شیشہٗ دل سنگِ مفارقت سے چور ہوا ۔ گل بادشاہ ، لعل شاہزادہ ، مود ، قریش ، لالِ دیو ایک سمت ۔ جوگی صاحب ، محلات جوگی صاحب بوقلموں ایک سمت ۔ منصور شاہ ، خوش حال مع وزیروں و مع چالیس بادشاہوں کے ایک جانب ۔ منوچہر ، جواہر و بسنت ، شہریار مع محلات ایک طرف ۔ اور جس دوست ، آشنا ، یگانہ ، بیگانہ ، رعایا ، برایا ، نوکر ، چاکر نے سنا ، ہر ایک روتا پیٹتا خاک اُڑاتا اگر صاحب کی تلاش میں اکثر اپنے قالب بدل کر جانور بن کر روانہ ہوا ۔ ہزارہا منزل کی خاک چھا ، سر ٹکرایا ، شش جہت میں کہیں سراغ و نشان نہ پایا ۔ بہت سی تحقیقات میں اتنا معلوم ہوا کہ اُس یوسف زمانہ نے زلیخا کی زبانی تعریف میں روشن راے پری کے مثل مشہور ''حیف کہ باز است و طعمہ نیست'' سنی تھی ، شاید اُدھر کا قصد کیا ہو ۔ سب کے طائرِ ہوش اُڑ گئے ۔ یقین ہوا کہ وہ ہماے خوبی طعمہ بگلہٗ طلسم کا ہوا اور وہ چاند سی صورت پتھر کی مورت ہوئی ۔ زلیخا کو ہر ایک نے طعن و تشنیع کی ، برا بھلا کہا ۔ اُمید وصال قطع ہوئی ، ہر ایک کو مایوسی ہوئی ، ہر ایک نے کالے کپڑے پہنے ، کسی نے گیروے کیے ۔ گل بادشاہ نے سر پھوڑا ، پچھاڑیں کھائیں ، آخر تن بدن کی خبر نہ رہی ۔ جوگی شراب فرقت سے مدہوش ، منصور شاہ ، خوش حال جوش محبت میں بے ہوش ۔ چالیسوں بادشاہ

بے آب و دانہ ۔ گل بادشاہ کے چاروں وزیر ، ہر ایک دیوانہ ۔ کوئی پیٹتا ، کوئی روتا ، کوئی تنکے چنتا ۔ کہیں کوئی ہاتھ ملتا ، کوئی نعرے مارتا ، کوئی فریاد کرتا ۔ جو اگر صاحب کے مکان اور ٹھکانے بیٹھنے کے تھے ، وہاں ہر روز اژدہام ہوتا تھا ، ایک عجب کہرام مچتا تھا ۔ شہروں میں غدر ، ظلم سربسر ۔ مسجدیں بےچراغ و بے اذان ، بت خانے شکستہ و ویران ، خلقت تباہ ، رعیت بے پشت و پناہ ۔ ہر محلے میں ڈاکے اور چوریوں کی دھوم ، ہر گلی کوچے میں بدمعاش ، خانہ جنگوں کا ہجوم ۔ مہاجنوں نے داد و ستد سے ہاتھ کھینچے ، سینکڑوں ساہوکاروں کے دیوالے نکلے ، صدہا دکانیں بند ہو گئیں ۔ ملک ویران ، رعیت نالاں ۔ لاکھوں عمارتیں ، ہزاروں مکان ، سینکڑوں قصر عالی شان خرابے بن گئے ۔ بارہ دریوں میں گرگ و شغال کے مسکن ، صحنچیوں میں کرگس و بوم کے نشیمن ، حجروں میں خاک ، تہ خانوں میں خس و خاشاک ۔ بنگلوں میں چغد بھٹکتے ، چھتوں میں چمگادڑ لٹکتے ۔ صحن میں چھوٹی چھوٹی ناگنیں اور سانپ ، کالے کوڑیالے پتھرچٹے اور چبوتروں پر رنگ برنگ کے بچھو اور بِس کھپرے ۔ کہیں بن بلاؤ لڑتے ، کہیں گدھے لوٹتے ۔ کہیں بجو پڑے سوتے ، دو چار کتے روتے ۔ ابابیلیں اڑتیاں ، چیلیں منڈلاتیاں ۔ چھت پردے پھٹ گئے ، فرش خاک میں اٹ گئے ۔ ہر ایک جا سنسان ، ہُو کا مکان ۔ ایک مدت یہی عالم رہا ، جس کو ہوش آیا ، چلہ بیٹھا ۔ کسی نے تعویذ لکھے ، فلیتے جلائے ، کسی نے بیٹھک دی ، پیر بلائے ۔ کوئی عمل پڑھتا ، کوئی دعائیں مانگتا ، کوئی جبینِ عجز کو زمین نیاز پر دھرتا ۔ دونا ، پڑیا ، حاضری ، کونڈے ، صحنک ، طبق ، ہر ایک اپنے اپنے موافق منتیں مانتا ۔ گل بادشاہ کو زمانے کی خبر نہ تھی ۔ اگر کبھی آنکھ کھلی ، بجز آہ کے کچھ نہ کہا ۔

مصرع

آہِ صاحب درد را باشد اثر

آخرالامر جوگی صاحب نے ماہ تاباں کو تلاش میں اگر صاحب کی روانہ کیا۔

جانا شہباز کا اور ہمراہ لے آنا اُس طاؤس طنّاز کا

وقتِ روانگی حمید کے مشورے سے اور اس خیال سے کہ یہ اُس طرف کا رہنے والا ہے ، شاید پابندی سے گھبرا کر اُدھر ٹوٹ رہے ، شہباز کو نہیں چھوڑا ۔ اس حادثۂ جاں گزا میں ہر ایک کو اپنی اپنی پڑگئی ۔ سب نے اُس کے آب و دانہ سے منہ موڑا ۔ کئی فاقے گزرے ۔ آخرش جوگی صاحب سے کہا ''اے بندہ پرور ! جس کے رشتۂ محبت میں میں بندھا تھا ، وہ ہمائے اوجِ سعادت آشیاں گم گشتہ ہؤا ۔ مرغِ روح میرا قفسِ جسم میں پھڑکتا ہے ، زندگی وبال ہے ۔ اب اس پر سے تصدق کرو ، مجھے آزادی دو ۔ میں بھی نتیجۂ تلاش میدان کو جستجو میں کھولوں ، پر پرواز کو ہوائے ہمت کے سنگ سے تولوں ۔ شاید :

مصرع

ہمائے اوجِ سعادت بدام ما افتد''

جوگی صاحب نے پنجرا توڑا ، شہباز کو چھوڑا ۔ وہ روتا جاتا تھا اور کہتا تھا :

شعر

''جانور جو تیرے صدقے میں رہا ہوتا ہے
اے شہِ حسن ! وہ چھٹتے ہی ہما ہوتا ہے

خدا تجھ صیاد تک پہنچائے ، پھر مجھے تیرے دام میں پھنسائے ۔''
پہلے وہ اپنے وطن میں گیا ؛ تمام باز اُس شہباز کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اُن سے کہا کہ میرا ولی نعمت روشن رائے پری کی تلاش میں گیا ، پتھر ہو گیا ۔ اس وقت تم میرے کام آؤ ، پتا لگاؤ ۔ یہ سنتے ہی ہزارہا باز اپنے بادشاہ کے ساتھ چلے ، ایک پہاڑ پر پہنچے ۔

وہاں زہر ہلاہل کے غلولے جابجا پڑے دیکھے ۔ شہباز نے کہا ''ہر ایک، ایک غلولہ پنجے میں اٹھا لو ۔'' جب اُس سرزمین پر پہنچے جہاں اژدہے منہ پھیلائے پڑے تھے، شہباز نے کہا '' یہ غلولے زہر کے اُن کے منہ میں چھوڑ دو ۔'' دفعتاً وہ موذی زہر کی تاثیر سے ہلاک ہو گئے ۔ شہباز مع لشکر آگے بڑھا ۔ ایک کنواں دیکھا ؛ اُس میں ایک پیر زال دلالہ، شیطان کی خالہ لٹکتی تھی ۔ شہباز نے کہا ''اس کو اپنی منقاروں سے نکالو، تکا بوٹی کرو ۔'' اُس کے مرتے ہی ایک طوفان برپا ہؤا، قیامت کا سامنا ہؤا ۔ جب وہ شور موقوف ہؤا، لق و دق میدان دیکھا ۔ اُس دشت کو بھی بہ دقت قطع کیا ۔ اکثر اُس بیابان میں تھک کر رہ گئے ۔ قلعے کے دروازے تک پہنچا ۔ دیکھا کہ حمید کے ہاتھ اگر شاہ کے قدم پر اور گھوڑا برابر، تینوں پتھر ہو کر بے دم پڑے ہیں ۔ شہباز کئی بار اُس کے گرد پھرا، اُس کی حالت پُر حسرت پر بہت رویا ۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس قلعے کے اندر جاؤ ۔ ایک بگلا ہے اُسے پکڑ لاؤ ۔ غول غول وہ باز دفعتاً قلعے میں در آئے، بگلے کو ہاتھوں ہاتھ پکڑ لائے ۔ شہباز نے کہا ''اگر میں بگلے کا خون اپنے پنجے سے اس کے تنِ نازنین پر ملوں گا، یہ جسم نازک خراشیدہ ہوگا ۔ بگلا تو قابو میں ہے، کسی جن یا انس کو کہیں سے لایا چاہیے ۔''

دریافت ہونا، آنا ماہ تاباں کا شہباز پر اور
بگلے کا لہو ملنا اُس طاؤس طناز پر اور
ہیئت اصلی پر آنا اگر صاحب کا، پھر
شادی ہونا روشن رائے سے

وہ شہباز اس تردّد میں اُڑا پھرتا تھا ۔ دیکھا کہ ایک جانور درخت پر بیٹھا ہے ۔ ہر چند پرِ پرواز کو تولتا ہے مگر اُس سے اُڑا نہیں جاتا ۔ شہباز نے پوچھا ''تیرا کیا حال ہے ؟'' اُس نے جواب

دیا کہ ابھی میں آڑتے آڑتے یہاں بیٹھ گیا ، کسی سوختہ دل نے ایک نعرۂ جگر سوز ایسا مارا کہ اس شعلے سے میرے پر جلے ۔'' شہباز سمجھا کہ جوگی صاحب نے اپنے محلوں میں سے کسی کو خبر کے لیے بھیجا ہے ۔ آواز دی کہ اے سوختۂ آتش فراق ! تیرے دمِ گرم سے طائر ہوا کے بال و پر جلے جاتے ہیں ۔ خدا نے تیری بےقراری پر رحم کیا ، مجھ کو تیرے فرزند کا سراغ ملا ۔ اب زمین پر آ ، بگلے کا خون اس کے بدن پر لگا ۔ جب شہباز کا کہنا ماہ تاباں نے سنا ، چیل کی طرح آسمان سے زمین پر آئی ، بے قراریِ دل کو زبان پر لائی ۔ شہباز نے قصہ اپنے آنے کا تمام و کمال ماہ تاباں کو سنایا ، وہاں لایا ۔ اس تصویر کو گلے لگایا ، خوب روئی ، آنسو کا دریا بہایا ۔ بگلے کا لہو اس کے بدن پر ملا ، خدا کی قدرت کاملہ سے وہ بت ہیئت اصلی پر آیا ۔ پھر خود شہزادے نے حمید اور گھوڑے کو جِلایا ۔ شہباز کے آنے سے تعجب کیا ۔ اس نے اپنے آنے کی ، ماہ تاباں کے بلانے کی سرگذشت سب بیان کی ۔ اگر شاہ دوڑ کر ماہ تاباں سے قدم بوس ہوا ۔ اس نے چھاتی سے لگایا ، کل احوال جوگی صاحب کی بے قراری کا سنایا ۔ اگر صاحب نے کہا ''میں تو سمجھا تھا کہ اب قیامت تک میرا یہی حال رہے گا ، میری مفارقت سے ہر ایک کو ملال رہے گا ، مگر خدا نے میری مشکل کو آسان کیا ، تمھارا ممنون احسان ہوا ۔'' بعد اس کے ماہ تاباں کو ایک پالکی زر دوزی منگا کر سوار کیا ، خود رونق بخشِ خانۂ زین ہوا ، بارہ ہزار شہباز قطار قطار ہمراہ چلے ۔

نظم

کہا، جس نے دیکھا اسے اک نگاہ
سلیماں ثانی ہے یہ بادشاہ

اسی گھر کے قابل یہ مہمان ہے
وہ بلقیس ہے ، یہ سلیمان ہے

کہا ایک نے کچھ تجھے ہے خبر؟
اٹھائی ہے اس نے جفا کس قدر
مہینوں رہا صورت سنگ یہ
رہا دیکھتا روز نیرنگ یہ
کسے اس کی تھا زندگی کا گماں
خداوند عالم نے دی بت میں جاں

خلقت تو یہ کہتی تھی، روشن رائے پری منتظرِ آمد آمد تھی۔ نظارہ کرتی تھی، چٹ چٹ بلائیں لیتی تھی۔ کہتی تھی ''سبحان اللہ! یہ شخص عجب صاحب اقبال ہے۔ اس بے سروسامانی میں مجھ پر مبتلا ہؤا۔ ہزاروں بادشاہ میری تمنا میں یہاں آئے، مگر کسی کی قسمت نے یاوری نہ کی۔'' ایسی ایسی باتیں کرتی تھی اور حکایت گیتی آرا کی کہ اُس کی خالہ زاد بہن تھی، یاد کرتی تھی۔

حکایت یہ ہے کہ گیتی آرا پر مسعود شاہ شیفتہ و فریفتہ ہؤا۔ چودہ برس اُس ماہ چہاردہ کے غم میں کاہیدہ رہا۔ آخرکار اُس ہلال کا ماہ کامل کے ساتھ قران اور اُس کے وصل سے شادمان ہؤا۔ تھوڑے دنوں میں وہ آدم زاد اُس سے برخاستہ خاطر ہو کر اور کسی سے طالب وصال، اُس کے درپۓ ملال ہؤا۔ قصہ کوتاہ گیتی آرا مبتلائے فراق، اُس کی بے وفائی شہرہ آفاق ہوئی۔ میں نے اسی واسطے یہ طلسم بنایا تھا کہ یہاں کوئی آدم زاد نہ آئے، میرے دل کو شعلۂ حسن سے نہ بھڑکائے۔

ابیات

یہ انسان مطلب کے ہیں آشنا
نہیں پایدار ان کی مہر و وفا
وفا بستہ ہیں اپنے ہم جنس سے
پری زاد کو نفع کیا انس سے

پری لاکھ ہو ان کی خاطر تباہ
یہ ہم جنس کی اپنے کرتے ہیں چاہ

پھر جی میں خیال آیا کہ منجمین سے دریافت کیا چاہیے کہ آیا خالقِ شمس و قمر نے مجھ زہرہ طالع کو بھی کسی آفتاب سے شرف بخشا ہے یا نہیں ۔ منجموں نے کہا ”البتہ وہ زہرہ جبین کسی ماہ سے ہم قران بلکہ مواصلتِ انسان سے شادمان ہوگی ۔“ یہ سن کے روشن رائے پری نے تقریب مناکحت کی تیاری کی ۔ ماہ تاباں کو بہ عزت تمام اپنے مکان میں اتروایا ۔ اہلکار طرفین کے سرگرم کار ہوئے ۔

ساعت سعید میں شہزادے کو دولھا بنایا ۔ قاضی بڑے کروفر سے جوڑا نارنجی گلے میں ، سر پر سہرا بندھا ، خود دولھا بنا ، نکاح پڑھنے کو آیا ۔ حمید نے کہا ”قاضی صاحب ! آپ تو خوب بنے ہیں ؟“ قاضی صاحب نے کہا ”جس طرح تمھارے بادشاہ کی نظر میں روشن رائے پری کے تصور سے جہان روشن سیاہ تھا ، میں بھی اس کی کلانوت بچی کے خیالِ عشق میں تباہ ہوں ۔

شعر

ناچ نچاتا ہے مجھے اسی کا عشق
جب سے میرے پاس وہ دم ساز ہے

قاعدۂ نجوم سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر شاہ اس مقام پر آئیں گے ، مضراب غم کی خلش سے مجھے نجات دیں گے ۔ امید وار ہوں کہ جب حضرت کا عقد روشن رائے کے ساتھ بندھ چکے ، لگے ہاتھ میرا بھی نکاح اس کے ساتھ ہووے ۔“ حمید نے چھیڑنے کے واسطے کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلامت کو بھی شوق گانے بجانے کا ہے ؟“ قاضی نے کہا ”جب سے اس کے عشق میں مبتلا ہوں ، اکثر یاروں نے ظرافت سے میرا خطاب شادی کی ڈومنی رکھا ہے ۔“

القصہ شہزادے کا سہرا اٹھایا ، نام پوچھا ۔ شہزادے نے کہا

نام منوچہر ہے اور اگر شاہ اس لیے کہتے ہیں کہ میرے بدن میں تابش آفتاب و شمع کی آب و تاب سے خوشبوے اگر آتی ہے۔'' قاضی نے منوچہر کے ساتھ عقد روشن راے پری کا پڑھا ۔ پھر قاضی کا نکاح مفتی مفت کلانوت بچی کے ساتھ ہوا ۔ بعد اس کے اگر شاہ نے با فتح و نصرت اپنے ملک کی طرف معاودت کی ۔

معاودت اگر شاہ کی اپنے شہر میں اور پہلے جانا گل بادشاہ کے گھر میں

جب اگر بادشاہ بعد قطع منازل کے اپنے شہر کے نزدیک پہنچا ، شہریار اور بسنت نالاں و گریاں راہ میں ملے ۔ بادشاہ نے اُن کو فقیروں کی صورت دیکھ کر غصہ فرمایا ۔ کہا ''اے بے وقوفو! تم نے ترک لباس کیا ، کیا حال بنایا ؟ میری بہنوں کو کہاں کھویا ؟'' اُنھوں نے کہا :

شعر

''اُنھیں بھی اسی طرح کیجے قیاس
ہر اک ہے پریشاں ہر اک بے حواس''

اتنے میں منوچہر بھی اُسی حال سے آیا ، شہزادے نے اُسے چھاتی سے لگایا ۔ وہ رختِ دامادی اُسے پہنایا ، روشن راے پری کو اُسے بخش دیا ۔

شعر

ملی وہ پری اُس منوچہر کو
تمنا تھی جس کی مہ و مہر کو

اسی عرصے میں لعل شہزادہ ، محمود وزیر زادہ حال پریشاں ، چاک گریباں ملے ۔ اگر بادشاہ اُنھیں دیکھ کر خوب رویا ، آنسوؤں

سے غبار سفر دھویا ۔ دیر تک دفتر مصیبت کو فرداً فرداً کھولا ۔ گل بادشاہ کا ذکر آیا ، لعل شہزادے نے کہا :

قطعہ

"کیا کروں شرح سخت جانی کی
اُس نے مر مر کے زندگانی کی
حالِ بد گفتنی نہیں اُس کا
تم نے پوچھا تو مہربانی کی

غش ہے ، حالت نزع ہے ، آنکھ کھل گئی تو جزع و فزع ہے ۔" اگر شاہ نے کہا "عیادت عبادت ہے ، چلو پہلے اُسے دیکھیں ۔" لعل شہزادے کو مع محمود اُدھر رخصت کیا ، تنہا گل بادشاہ کے خانہ باغ میں داخل ہوا ۔ دیکھا کہ عجب رنگ ہے ؛ حوض بے آب و فوارے شکستہ ، چمن خراب ، آبشاریں خستہ ۔ روشوں پر سوکھے پتے جھڑے ہوئے ، کیاریوں میں گل کی جگہ کانٹوں کے انبار پڑے ہوئے ۔ فاختہ اور قمری کی صدائے کُو کُو کے سوا اور کوئی مرغ نغمہ سرا مثل عنقا ۔

بیت

حسرتِ پروازِ بلبل کی گواہی کے لیے
اڑتے پھرتے تھے چمن میں جابجا دو چار پر

کولے رنگترے ، میٹھے کے درخت جہاں تہاں لولے لنگڑے کھڑے تھے ۔ کہیں بھٹ کٹیا ارنڈ کے پھول و پھل پڑے تھے ۔ سوکھے ہوئے انگوروں کی ٹٹیاں اور کچھ بیلیں زمین پر لوٹتیاں ، خاک اڑاتیاں ۔ سبزۂ فیروزہ‌گونِ عشرت فزا تو کہیں نظر نہ آتا تھا ، جابجا ہُل ہُل کے درختوں کا تعفن اور ککروندا پھیلا ہوا تھا ۔ یہ حال خانہ باغ کا دیکھ کر اگر شاہ بے‌اختیار رویا ، یہ اشعار زبان پر لایا :

ترجیع بند

اے مقیمانِ تہ سقفِ سپہرِ غدّار
تا بہ کے حسرتِ فرزند و زن و شہر و دیار
آیۂ ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' پڑھو
ہو خرابی پہ اگر قصرِ فریدوں کے گزار

اس مکاں میں کبھی دربار رہا کرتا تھا
جلوہ فرما تھا کوئی خسرو با عز و وقار
رات دن چُہلیں رہا کرتی تھیں سرداروں میں
عیش و عشرت کا وہاں گرم تھا ہر سُو بازار

شاخ گل زمزمہ سنجوں کا نشیمن تھا مدام
ارغنوں وار صدا گونجتی تھی صوت ہزار
بار واں تھی نہ خزاں کو تو کسی موسم میں
کبھی گل مہندی کا عالم کبھی لالے کی بہار

واہ نیرنگِ فلک ! آفریں ! سبحان اللہ !
واہ ری تیری تنک ظرفی بہ ایں عز و وقار
جن پہ رہتا تھا پریزادوں کے جھومر کا عکس
آج وہ گل لبِ جُو چغد کا ہے آئینہ دار

گھونسلے سقف میں لاکھوں ہیں ابابیلوں کے
مسکن فاختہ ہے قصر کا ہر نقش و نگار
چیلیں منڈلاتی ہیں اڑتے ہیں بگولے ہر سمت
ہیں خیاباں میں پرِ زاغ و زغن کے انبار

قصر کو جانے دو، باشندوں کو واں کے دیکھو
تکیۂ گور و گوزن آج ہے ہر اک کا مزار
سینہ لب ریز تمنا و بہ لب مہر سکوت
نہ کوئی دوست نہ مونس نہ کوئی ہے غم خوار

نہ وہ ترکیب نہ وہ منہ نہ وہ رنگت نہ وہ حسن
نہ وہ آنکھیں نہ وہ نقشہ نہ وہ طرز رفتار
نہ وہ چُهلیں نہ ترنگیں نہ خودآرائی ہے
کنج تاریک ہے اور عالم تنہائی ہے

یہ حال دیکھ کر حیران و ششدر بارہ دری میں گیا ۔ گل بادشاہ کو گویا بے دم پایا ، بہت رویا ۔ گھبرایا : سینے سے سینہ ، منہ سے منہ ملایا ۔ پاؤں دبائے ، شانہ ہلایا ۔ بارے آنکھ کھولی ، مصحف رخسار کی زیارت کی ۔ خواب سمجھا ۔ ٹکٹکی باندھنے کا قصد کیا ، فرط نقاہت سے آنکھیں بند ہو گئیں ۔ شہزادے نے ساغرِ آبِ حیاتِ لب اُس کے لب سے لگایا ، اپنے پہلو کا تکیہ دے کر اٹھایا ۔ پھر آنکھیں کھولیں ، معشوق کے قدم پر سر جھکایا ۔ اگر شاہ نے کہا ”میں تو سمجھا تھا کہ میری جستجو میں صبا کی طرح خاک اڑاتا ہوگا ۔ خوب حیلہ نکالا ، اپنے تئیں بیمار ڈالا ۔“ گل نے آہستہ سے کہا ”میں نے اپنے تئیں تمھاری جستجو میں کھویا ، مشت غبار کو برباد کیا ۔“ شہزادے نے اپنی روئداد مفصل بیان کر کے کہا ”آپ کے چاروں وزیروں کو چار پریاں ایسی دیں کہ چار سوے عالم میں انتخاب تھیں ، یہ آپ کا بوجھ بٹایا ۔ سلطنت ایسی کی کہ شاہان اولوالعزم کا نام صفحۂ عالم سے مٹایا ۔ اب فقط یہی خیال ہے کہ آپ کی مہم کے انصرام کو پہنچوں ، پھر پاے تردد کو گوشۂ عافیت میں کھینچوں ۔ یہ کہہ کر اٹھا ، ایک آہ دردناک کھینچ کر :

رباعی

کہا اُس نے خدا حافظ ہے جاؤ
مگر مجھ کو نہ خاطر سے بھلانا
اٹھائے ہیں تمھارے ناز میں نے
بھلا میرا جنازہ تو اٹھانا

یہ سن کر پھر پھرا ، بہت سی تسلی و تشفی کرکے رخصت ہوا ۔ جوگی صاحب کے مکان پر آیا ۔ اس کو بھی نہایت سقیم ، تیغ فرقت سے دونیم پایا ۔ خاک سے اٹھایا ، مرہم وصل زخم پر لگایا ۔ شہر خشخاش میں گیا ، بادشاہ کے قدم پر گرا ، وزیر کے سینے سے لگا ۔ سامان جشن ہوا ۔ ہر مریض محبت کو اس رشک مسیح نے جان تازہ دی ۔ گل بادشاہ نے اور ہر ایک خیرخواہ نے جشن کی شادی کی ۔

چوگان بازی کرنا اگر شاہ کا اور تخت ہوا سے زمین پر گرنا گل بادشاہ کا

ایک دن اگر شاہ نے اپنے دوستوں سے کہا ''جی چاہتا ہے چوگان بازی کیجیے ۔'' گل بادشاہ کے چاروں وزیر اور سب امیر جمع ہوئے ۔ یہ خبر گل بادشاہ کو پہنچی ۔ تخت پر سوار ہو کر آیا ، معشوق کو مصروف بازی پایا ۔ عاشق شعبدہ بازیِ فلک سے غافل اس کے کرشمہ و انداز کی طرف مائل ہوا ۔ ناگاہ تخت ہوا سے گیند کی طرح زمین پرگرا ۔ شیشے کی طرح چور ، اس افتاد سے بہت رنجور ہوا ۔ چاروں وزیر کہ چوگان بازی میں مصروف تھے ، بے تابانہ اس طرف دوڑے ۔ اگر شاہ نے حیران و ششدر ہو کر وزیروں سے کہا ''ہاتھوں ہاتھ ان کو لے جاؤ ، پھر میرے پاس خبر لاؤ ۔'' اس ناتوان زار نے شہزادے کا اضطراب دیکھ کر وزیروں سے کہا ''کیوں گھبراتے ہو ، میں اچھا ہوں ۔

شعر

افتادگی برآورد از خاک دانہ را
گردن کشی بخاک نشاند نشانہ را

الحمد للہ کہ اپنے بادشاہ کی نظروں سے نہیں گرا ۔ اگر یہ جان و تن اس پر تصدق ہو تو عین تمنا ہے ۔ وہ آدھر روانہ ہوا ۔ اگر شاہ

نے ماہ تاباں کی خدمت میں جا کر پوچھا کہ جو شخص بلندی سے گرے اور استخوان اس کے خستہ شکستہ ہو جائیں ، آپ کو دوا کچھ اس کی معلوم ہے ؟ ماہ تاباں نے کہا ”بلندی کیا افتادگانِ سقفِ گردوں نے میری دوا سے شفا پائی ہے ۔“ اگر شاہ نے کہا ”اس میں سے کچھ عنایت کیجیے ، اس کی ترکیب بتا دیجیے ۔“ اس نے دو چار گولی کہ نام اس کا حبِ حیات تھا ، دے کر کہا کہ اس کو شیر میں ترکیب دے کر کھلانا ، روغن شیریں کی مالش کرنا ۔ یہ گولی دوا اور چوزہ مرغ کی غذا ہے ۔“ شہزادے نے آ کے قالب بدلا ، حکیم بنا ، اس کے شہر میں آیا ۔

جانا اگر صاحب کا طبیب کے بھیس میں گل بادشاہ کے دیس میں

نظم

مریض محبت ہے وہ خوش نصیب
کہ عیسیٰ نفس جس کا ہووے طبیب
جسے دیکھنا یار کا ہو شفا
دوا وصل ہے ، فصل ہے لا دوا

جب وہ طبیب کامل وہاں پہنچا ، شہرہ ہوا ۔ سب نے کہا ”مبارک ہو ، حکیم مطلق نے اپنے شفاخانۂ رحمت سے طبیب حاذق بھیجا ۔ اس کی طرف رجوع کی ، اس نے انکار کیا ۔ لال دیو بڑی دوا دوش اور تدبیر و حکمت سے ہاتھوں ہاتھ لایا ۔ طبیب نے ہاتھ بیمار کا نبض کے دیکھنے کو ہاتھ میں لیا ۔ تسلی اور دلاسا دے کر دستِ شفا بڑھا کر دعا کی کہ اے حکیم حاذق ! اس عاشق صادق کو میرے ہاتھ سے شفائے عاجل عطا کر ! پھر دانہ ہائے اشک پر استخارہ دیکھ کر وہی دوا کھلائی ، یخنی پلائی ۔ ہوش میں آیا ، بے ساختہ یہ شعر پڑھا :

شعر

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

طبیب نے کہا ''اے کشتۂ شمشیر غمزہ و ناز و اے خستۂ سنگ کرشمہ و انداز! سچ بتا کہ تو بیمار ہے یا کسی کے سنگ جفا سے مسمار ہے؟'' اُس نے جواب میں کہا ''حکیم صاحب! برائے خدا دوا سے ہاتھ اُٹھاؤ، میرے واسطے موت بجائے حیات سمجھو، کچھ نہ پوچھو۔

شعر

کھا کے کچھ مر رہوں یہ جی میں ہے
خیریت ہے تو کچھ اسی میں ہے''

حکیم نے کہا ''اے عزیز! موسم جوانی سرمایۂ عیش و زندگانی ہے، اس میں مرنے کی تمنا عین نادانی ہے۔ وہ کون ہے کہ جس نے تجھ ایسے گل کو یوں برباد اور وصل سے اپنے ناشاد و نامراد کیا ہے؟

رباعی

دیکھو کروڑ گل کا گریباں ہوا ہے چاک
گو عندلیب اک اجل اپنی سے مر گئی
پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقتِ سحر گئی

جو شمع کہ پروانے کے حال پر گھل گھل کر نہ جلے، اُس کا پروانہ ہونا حکمت و فطرت سے دور ہے اور جس گل کا فریادِ بلبل پر گریباں چاک نہ ہو، اُس پر شیفتہ و دیوانہ ہونا محض عقل کا قصور ہے۔ اے بادشاہ! مثل مشہور ہے کہ جی ہے تو جہان ہے،

تو عبث اور مفت اپنے درپۓ جان ہے ۔'' ایسی ایسی باتوں سے اُس کے دل کو ایسا گداز کیا ، آخر ضبط نہ ہو سکا ، یہ شعر پڑھا :

شعر

''دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا
آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا

حکیم صاحب تم شفیقِ بیمار معلوم ہوتے ہو اور میں درد آزار ؛ اس سے حال اپنا کہتا ہوں کہ میں مدت مدید سے اگر شاہ کی آتش فراق میں عود کی طرح سوزاں اور دود کی مانند پریشاں تھا ۔ چھ مہینے اُس کے گم ہونے کے غم سے بےآب و دانہ رہا ، دیوانہ مشہور ہوا ۔ از بس کہ ضعیف و ناتواں ہوں ، کل اُس کی چوگان بازی کا تماشا دیکھتا تھا ، ناگاہ تخت ہوا پر سے گرا ، ہر استخوان چُور چُور ہوا ۔'' حکیم نے کہا ''لاحول ولا قوۃ ! حضرت سلامت ! وہ نوجوان رعنا ایک مرد صبیح ہے ، یہ عادت ہونا تو بہت قبیح ہے ۔'' گل بادشاہ نے کہا ''عادت کیسی ؟ کیا کہتے ہو؟ آہ ! کیا کہوں ۔ اے صاحب وہ فتنۂ زمانہ مرد نہیں ہے بلکہ زنِ نازنین ہے ۔'' اُس نے کہا ''بالفرض ، تو کیا اُس سے بہتر کوئی اور عورت نہیں ؟'' اُس نے کہا ''اول تو فی الحقیقت وہ سراپا نور ہے بلکہ شعلۂ شمع طور ہے ، اس کے سوا 'لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید' مثل مشہور ہے ، جو اس میں کلام کرے ، اس کی حکمت اور تجربے میں فتور ہے ۔'' حکیم نے کہا ''میں تو یہی کہوں گا کہ اُس جوگی بچے کے واسطے ہلاک ہونا آپ کی دانائی سے بہت دور ہے ۔'' گل بادشاہ نے یہ سن کر ایک دم سرد کھینچا کہ اُس کے صدمے سے حکیم صاحب کا بھی رنگ زرد ہو گیا ۔ حکیم نے کہا ''اے عاشق صادق ! تیری آہ کے صدمے سے دل میرا ہل گیا اور میں نے یقینِ صداقت کو محکِ امتحان سے حاصل کیا ۔ بظاہر اس

وقت تجھے وہی یاد آیا ، جس نے تیرے دل کو ایسا ستایا ۔"
گل نے حکیم صاحب کے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر کہا کہ
حکیم صاحب ! سچ تو یہ ہے کہ تمھارے ہاتھ اُس کے دست نازنین
سے بہت مشابہت رکھتے ہیں ۔

شعر

سر دست اس سے ہوئی ہے شفا
نہیں تو اثر کچھ نہ کرتی دوا

حکیم صاحب نے اس حرکت سے تیوری چڑھائی ، ناک بھوں
بنائی ، نظر بدلی ۔ کہا "سبحان اللہ ! مجھ کو ایک امرد سے تشبیہ
دیتے ہو ؟" گل بادشاہ اس رُکھائی پر رویا ۔ کہا "واللہ باللہ ! زندگی
سے ملول ہوں ، مرنا قبول ہے ۔ برائے خدا کچھ ایسی دوا دو
کہ رشتۂ حیات ٹوٹ جائے اور مرغ روح میرا کش مکشِ تن سے
چھوٹ جائے ۔ ہرگز دوائے صحت نہیں کھانے کا ، عزم بالجزم
ایڑیاں رگڑ کے مر جانے کا ہے ۔" حکیم نے کہا "لو سبحان اللہ !
آپ تو غم و غصہ سے چھوٹیں اور بدنامی و رسوائی سے بچیں ،
روزِ قیامت کو بازپُرس خونِ ناحق کی مفت میرے ذمے ہو ۔" گل
نے کہا "حکیم صاحب ! اول تو بہ موجب :

مصرع

خون عاشق کی نہ یاں دیت نہ پرسش ہے وہاں

اور بالفرض میں نے آپ پر بہت سہل کیا ، خون اپنا بحل کیا ۔
برائے خدا آپ ہفت گنج لیجیے اور وہ دوا دیجیے کہ غم کے ہاتھ
سے میرا چھٹکارا کیجیے ۔" اُس نے کہا "بعد آپ کے وہ مال مجھے
کون دے گا ؟" بادشاہ نے کہا " ایک دستاویز بہ طریق تمسک
کے میری مُہر سے لکھوا کر اپنے پاس رکھیے ۔" خادم کو پکارا ،
قلم دان منگایا ۔ لال دیو نے کہا "حکیم صاحب ! میں آپ کا

ممنون ہوا ، کل بادشاہ ہوش میں آیا ۔ الحمدللہ اب کے جس وقت یہ غسل صحت کرے گا ، نصف محاصل ممالک محروسہ آپ کی نذر ہے ۔'' حکیم صاحب نے کہا ''آپ خاطر جمع رکھیں ، ہرگز نہ گھبرائیں ، یہ رو بہ صحت ہیں ۔'' غرض بادشاہ نے تمسک حکیم صاحب کو لکھ دیا ۔ اُس نے دوسری گولی زہر کے بہانے سے کھلائی ، خدام حرم کو ہوشیاری کی تاکید فرمائی ۔ حکیم صاحب رخصت ہو کر اپنے مکان میں آئے ۔ جوگی صاحب بھی اُس کی عیادت کو گئے تھے ، رخصت ہوئے ۔ اگر صاحب نے گھر میں آ کر جوگی صاحب سے انجان بن کر استفسار حال کیا ۔ اُس نے کہا ''کام تمام ہو چکا تھا لیکن ایک طبیب نے مسیحائی کی ، جان ڈالی ۔'' دوسرے دن پھر وہ طبیب گیا ، ہر ایک نے خاطرداری اُس کی بدرجۂ اتم کی ۔ حکیم صاحب نے بیمار کا مزاج پوچھا ۔ اُس نے کہا ''الحمدللہ ، بدن میں تو درد اس قدر اور بےچینی نہیں ہے ، مگر دل میں جیسا درد تھا ، ویسا ہی ہے ۔

شعر

اس کا کوئی علاج نہیں ، آہ کیا کروں
سنتا نہیں وہ نالۂ جاں کاہ ، کیا کروں

حکیم نے کہا ''اُس مرض کی اُس سے پرہیز کرنے کے سوا کوئی دوا نہیں ۔ جوں جوں تصور کو اُس کے اپنے دل سے دور کیجیے گا ، اپنے تئیں صحت سے مسرور کیجیے گا ۔'' کل بادشاہ نے رو رو کر کہا :

قطعہ

خاطر اغیار کے کیوں کر نہ ہوویں بار ہم
وہ عیادت کو نہ آیا جس کے تھے بیمار ہم
آہ کیوں کر محو ہو اُس خال ابرو کا خیال
زہر کھا لیں یا گلے پر پھیر لیں تلوار ہم

پھر حکیم صاحب نے یہی کہا کہ میری تشخیص میں یہی آتا ہے کہ اُس شخص کی محبت سے ہاتھ اُٹھاؤ، نہیں رفتہ رفتہ گھٹاؤ۔ صاحب کے خیال میں نہیں آتا، مختار ہو۔ بادشاہ نے کہا "آہ! نہ تم کو محبت کا مزا حاصل، نہ اُلفتِ آب و گل میں دخل، تم کیا جانو۔ اپنا تو یہ حال ہے:

شعر

اُس نے تلواریں جڑیں فریاد پر جوں جوں ہمیں
ہر دہانِ زخم سے کرنے لگے فریاد ہم

اگر سو مرتبہ آسیاے چرخ دانۂ گندم کی طرح مجھے اس کے انتقامِ عشق میں پیسے، یا ہزار مرتبہ جلادِ فلک آرۂ کند عوض میں اس کی محبت کے مجھ پر کھینچے، یا لاکھ مرتبہ کلالِ قدرت خاک سے پُتلا بنائے اور مٹائے، اگر کروڑ مرتبہ وجودِ خاکی اُس کی محبت میں مثل منصور دار پر کھینچا جائے، تب بھی اُس کی آرزو سے دست بردار نہ ہوں۔ اور مرنے کی تمنا فقط اس واسطے ہے کہ مبادا میرے ولولۂ سودا سے اُس کے دشمن بدنام اور خدا نخواستہ رسواے عام نہ ہوں۔

شعر

زیست ضبط آہ سے ہو یا نہ ہو
پاس ہے ہم کو کہ وہ رسوا نہ ہو"

جب طبیب نے دریافت کیا کہ فی‌الحقیقت وہ محبت میں صادق ہے اور شمع جمال پر پروانے کی طرح عاشق ہے، کہا کہ اے بادشاہ! آج پھر تیرا امتحان کرتا تھا۔ ہزار آفرین تیری ہمت پر! باوجود اس بےاعتنائی کے، اگر کے واسطے اگر کی طرح جلتا ہے اور دلِ ستم زدہ

اُس کے ذکر سے بہلتا ہے ۔ اغلب ہے کہ عنقریب اس کے سرچشمہ وصال سے غنچہ خاطرِ پژمردہ تروتازہ اور غبار دامن اس کا تیرے رخِ زرد کا غازہ ہو ۔'' گل نے کہا ''اے مسیحا نفس ! البتہ اس نسخے سے مجھے صحت کامل ، شفاے عاجل ہوئی ۔'' تھوڑے عرصے میں بادشاہ نے غسل صحت کیا ، طبیب نے سارے گھر کو ممنون منت کیا ۔

اگر صاحب کا جشن ترتیب دینا ، صحبت احباب سے حظ اٹھانا ، گل شاہ کو عورت بنانا

کہتے ہیں کہ جب گل بادشاہ نے غسل صحت کیا ، اگر شاہ نے تصدق بھیجا ۔ وزیر نے مبارک باد دی ، جنس تصدق پیش کی ۔ گل بادشاہ نے کہا ''جوگی صاحب کو تسلیمات عرض کرنا اور شہزادے سے کہنا ''صدقے اس آپ کی عنایت کے ، قربان اس مرحمت کے ۔ تصدق تو بھیجا مگر یہ توفیق نہ ہوئی کہ کسی دن عیادت کی تقریب سے آپ تشریف لاتے ۔

مصرع

مہربانی اس قدر نامہربانی اس قدر''

وہ رخصت ہوا ۔ اتنے میں شہزادہ بھی تشریف لایا ۔ گل بادشاہ نے عارفانہ تجاہل کیا ۔ یہ شعر زبان پر لایا :

شعر

واہ واہ صاحب ! تمھیں صد آفریں
خوب آئے تم عیادت کے لیے

اگر صاحب نے جب وزیروں کو ہر ایک بہانے سے ٹالا ، تخلیہ کیا ، گل سے کہا ''آپ کی طبیعت مجھ سے نہایت خفا ہے ۔ جواب سلام کیسا ؟ میری صورت دیکھنا ناروا ہے ۔'' گل بادشاہ بےتابانہ

قدم پر گرا ، بہت رویا ، قصور معاف کروایا ۔ اگر شاہ نے کہا ''کہیے طبیب کو کیا دیا ؟'' گل نے کہا ''سوائے انعام اور خلعت کے ہفت گنج جواہر اُسے دیے ۔'' شہزادے نے کہا ''غلط کہتے ہو، اگر وہ یہ پاتا تو میرے پاس جھینکتا کیوں آتا ؟ تمسک آپ کی مُہر کا موجود ہے ، لیجیے ۔'' گل نے کہا ''اے شہزادے! مجھے یقین ہوا کہ طبیب اپنے بیمار کا تو ہی تھا ۔'' اگر نے کہا ''میری پاپوش کو کیا غرض تھی کہ ایسے سفلے کا علاج کرتا جو طبیب کے ہاتھ کو میرے ہاتھ سے تشبیہ دے اور میرا نام اُس کے آگے لے ۔'' اتنے میں دونوں وزیر کہ جن کو بہانے سے بھیجا تھا ، حاضر ہوئے ۔ جھجھک رہے ، دو چار گھڑی لطف صحبت اٹھایا ۔ ناگاہ افلاطون نے آ کر التماس کیا کہ میں نے آپ کو کہاں کہاں ڈھونڈا ۔ گل بادشاہ کو افلاطون کا آنا نہایت ناگوار ہوا ، شہزادہ اُٹھنے کو تیار ہوا ۔ وزیروں کو اگر شاہ نے اپنے ساتھ لیا ۔ گل کو مفارقت کا خار دے کر دولت سرا میں آیا ۔ دو چار گھڑی شغل چوگان بازی میں مصروف رہا ۔ وقت خاصے کا آیا ، رفیقوں کے ساتھ خاصہ تناول فرمایا اور کچھ حمید کے ہاتھ گل بادشاہ کو بھیجا ۔ بادشاہ اس عنایت سے عذب البیان رہا ۔ حمید کو خلعت فاخرہ دے کر رخصت کیا ۔ شہزادے نے اہل کاروں کو حکم دیا کہ روشن رائے پری کے لانے کی بزم نشاط ترتیب دو ۔ جا بجا رقعے طلب کے بھیجے ۔ لال دیو کو مع گل بادشاہ بلایا ، منصور شاہ وزیروں کو لے کر آیا ۔ لعل شہزادہ مع ماہ پرور ، محمود مع گلنار جلوہ گر ہوا ۔ شہریار وزیر موتی رانی کے ساتھ ، جواہر کے ہاتھ میں عجوبہ کا ہاتھ ، بسنت سروآسا کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ، منوچہر روشن رائے پری کو لیے حاضر ہوئے ۔

بیت

ہر اک کی تھی خاطر علیٰ قدر حال
ہر اک کا تصور ہر اک کا خیال

کسی کو نذر ، کسی کو خلعت ۔ ہر ایک سے لطف ، ہر ایک پر عنایت ۔ انواع اقسام کے طعام ، خوش گوار شراب کے جام ، ہر ایک نے خوشی اور خرّمی کے ساتھ نوش کیے ۔ جب دعوت احباب سے فراغت حاصل ہوئی ، طبیعت نغمۂ خوش آواز مطربان پر مائل ہوئی ۔ پری پیکران نازک ادا خوش صدا سرگرم نغمہ پردازی ، اہل محفل محو خوش آوازی ہوئے ۔ گل بادشاہ سب راگ رنگ بھولا تھا ، فقط اپنے دل کو اگر شاہ کی چشم بد کے واسطے اسپندوار شعلۂ حسن پر جلاتا تھا ۔ نا گاہ ایک نالۂ جاں سوز دل سے کھینچا ، بے ہوش ہوا ۔ اگر شاہ نے ایک پھول حمید کو دیا کہ لال دیو کی نظر بچا کے گل کو سنگھا دے ۔ اس نے سنگھا دیا ، فوراً افاقہ پایا ، لیکن آثار مردمی غائب ہوئے ۔ ہاتھ دوڑایا ، گھبرا کر ٹٹولا ، غریق چاہ ندامت ہوا ۔ ہاتھ اٹھایا ، غفلت و خواب سمجھا ، آنکھیں ملنے لگا ۔ پھر سنبھل کر دیکھا ، ندامت سے نہایت حیران خفقان ہلاکت کا سامان کیا ۔ حمید نے ایک اور پھول سنگھایا ، جیسا تھا ویسا پایا ۔ وہ ندامت تو رفع ہوئی لیکن دم بہ دم ہاتھ چلا جاتا تھا کہ پھر خوشۂ جو ، گندم نہ ہو جائے ۔ اگر شاہ اس کو متوحش دیکھ کر بے اختیار ہنستا تھا ۔ اس عرصے میں حمید نے شہزادے سے کہا ” آپ ادھر آلیے ، تماشا دیکھیے کہ منوچہر سازندے کے بھیس میں زنگولہ بجاتا ہے ۔“ شہزادے نے کہا ”جلد ادھر لاؤ ۔“ جب وہ رو برو آیا ، حمید سے ارشاد کیا ”اس قاضی کی طرح کہ جس کی کلاونت بچی سے شادی کی تھی ، اسے بھی ہماری چنچل بائی سے منعقد کرو ۔“ حمید نے اس مطربہ کو حاضر کیا ۔ منوچہر آنکھ بچا کر بھاگا ، صورت اصلی بنا کر شہزادے

کے پاس حاضر ہوا ۔ اس کی بہت ہنسی رہی ۔ کتنے دن تک جیسا چاہیے ، سامان عیش مہیا رہا ۔ جب فراغت ہوئی ، ہر ایک کو رخصت کیا ۔

افلاطون کا مبتلا ہونا اس گل اندام سے اور منعقد ہونا اس خوش خرام سے

کہتے ہیں کہ جب اگر شاہ روشن رائے پری کے ملک کو گیا تھا ، افلاطون کو کہ ماموں زاد بھائی تھا ، قائم مقام کر گیا تھا ۔ حسب اتفاق طبیعت اس کی ایک خواص پر کہ گل اندام نام اور حقیقت میں گل اس کی نزاکت سے بدنام تھا ، بلبل کے مانند آئی ۔ آخر کو دونوں طرف سے شعلۂ عشق بھڑکا ، مدت تک افلاطون نے شرر عشق کو آتش کدۂ دل میں چھپایا ، تا کجا :

شعر

میتواں عشق نہاں داشت ز مردم لیکن
زردیِ رنگ رخ و خشکیِ لب را چہ علاج

اس کی آشفتگی و پریشانی دیکھ کر ایک دن اگر شاہ نے کہا ”تیرے اطوار سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی آئینۂ عذار کا حیران اور زلف مسلسل کا پریشان ہے ۔“

مصرع

منہ سے نہ کچھ کہا مگر آنسو نکل پڑے

شہزادے نے بہت دل داری اور تشفی سے کہا کہ تو نے آج تک شمع کی مانند ناحق آپ کو گھلایا اور پروانے کی طرح جلایا ، اے نادان ! میں نے تو غیروں کے واسطے جاں فشانیاں کیں ، مہینوں اپنے تئیں پتھر کا بنایا ، صدہا طرح کی صعوبتیں اٹھائیں ۔ تُو میرا برادر اور قوت بازو ہے ، تیری مشکل کیوں کر آسان نہ کرتا ۔“ افلاطون نے

کہا ''مجھے خجالت ہے، کیا کہوں، ندامت ہے۔ حال میرا قابل اظہار نہیں ہے۔ سچ ہے کہ دل پر اختیار نہیں۔'' شہزادہ سمجھ گیا کہ شاید میری خواص سے اختصاص رکھتا ہے۔ معشوقہ اس کی محشر خرام گل اندام ہے۔

ابیات

آسی کا داغ ہے جرم قمر میں
سمائی ہے وہی سب کی نظر میں
پری پیکر ہے اور نازک ادا ہے
یہ مفتوں اُس پہ، وہ اس پر فدا ہے

پھر ان دونوں گلوں کو رشتۂ مناکحت میں منسلک کیا۔ افلاطون اس خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ محفل کے پردے میں دل کو دمساز عشرت کیا۔ ستار ہاتھ میں لیا، ساری محفل کو صورت دیوانہ محو کر دیا۔ ہرچند اس شادی میں کسی کو مہمان نہ کیا تھا مگر اس کے نغمے کی ایسی ہوا بندھی کہ دور دور کی خلقت حاضر ہوئی۔ گل بادشاہ اور لال دیو آئے، جوگی صاحب بھی تشریف لائے۔ وحوش و طیور نے اس کے گرد حلقہ کیا، افلاطون نے ہار اپنے گلے کا ایک آہو کی گردن میں ڈال دیا۔ ستار ہاتھ سے رکھ دیا، آہو چلا گیا۔ اگر شاہ سے کہا ''آپ میرا ہار منگوا دیں۔ میں نے جانا تھا کہ یہ ہرن آپ کا پالا ہوا تھا۔'' شہزادے نے کہا ''تیری نغمہ پردازی اسے کھینچ لائی تھی۔ اسی طرح پھر کشش رشتۂ شوق سے وابستہ کر، اپنا ہار اُس سے منگا۔'' اُس نے کہا ''اس وحشی صحرائی پر کیا اختیار ہے، اب اس کا بلانا اپنی طاقت سے دشوار ہے۔ آپ اس فن میں مشتاق اور اس کرتب میں طاق ہیں۔ میرے کار ناتمام کو سرانجام دیجیے۔'' شہزادے نے ہرچند انکار کیا، لیکن اس نے نہ مانا۔ چار و ناچار ناگوار گوارا کر کے وہ غیرت زہرہ نغمہ پرداز ہوا۔ لب نازک کو

اس غزل سے مترنم کیا :

غزل میردرد

ساون کے بادلوں کی طرح سے بھرے ہوئے
یہ نین وہ ہیں جن سے کہ جنگل ہرے ہوئے
اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک
لخت جگر کی لاش کو آگے دھرے ہوئے

ہنوز وہ غزل تمام نہ ہوئی تھی کہ وہ آہو رمیدہ آیا، سر اپنا شہزادے کے قدم پر رکھ دیا۔ اس نے افلاطون کا ہار گلے سے نکال کر اپنا ہار پہنا دیا۔ وہ گل کی طرح شگفتہ ہو کر صحرا کو گیا۔ گل بادشاہ اس ہار کے رشک سے وحشیِ تازہ ہوا، محفل میں تحسین و آفرین کا آوازہ ہوا۔

عسکری پہلوان نے ھرن کے گلے میں اگر صاحب کا
ہار دیکھا، بے قرار ھوا، سودائے عشق گلے کا ھار
ھوا۔ لشکر لے کر اگر صاحب کی خواست گاری
کو آیا، آخر ذلیل و خوار ھو کر پھر گیا

کہتے ہیں کہ جب آہو ہار پہنے چراگاہ کو گیا، عسکری پہلوان ہم پنجۂ نریمان، رستم گرد اس کے آگے گرد، سہراب کا منہ نبرد میں زرد، زال پامال، تہمتن ایک مشتمال۔ جسامت میں گنبد گردوں، درازی میں آسمان کا ستون۔ ہفت سر اس کے آگے بے سر، شیر نر ایک پشے کے برابر۔ اس کی قوت کا ہر کہیں افسانہ، زورآوری میں یکتائے زمانہ۔ صحرا اس کی وحشت سے پریشان اور شہر اس کے ظلم و ستم سے ویران۔ وحشیوں کی طرح جنگل میں رہتا تھا۔ وہ آہو اس سے بہت مانوس تھا، اس کے پاس گیا۔ اس مردم آزار

نے قرینے سے دریافت کیا ، یہ ہار اگر کے گلے کا ہے۔ کہنے لگا ''سبحان‌اللہ! جس کے ہار کی خوشبو سے زمین و آسمان مہک رہا ہے ، وہ گل اندام کیسی ہوگی ، دیکھا چاہیے۔ القصہ وہ دیو مست ، شہوت پرست ، ایک لشکر ساتھ لے کر آدھر روانہ ہوا۔ چار طرف شور پڑ گیا کہ عسکری پہلوان لشکر فراوان ساتھ لے کر آیا ہے ، فتنۂ خوابیدہ نے سر اٹھایا ہے۔ گل بادشاہ اور لال دیو مع وزیروں اور رفیقوں کے آئے۔ دیکھا کہ عسکری پہلوان اگر صاحب کو احاطہ کیے بیٹھا ہے۔ جب اگر کو خطاب کرتا ہے ، جان من کہتا ہے۔ گل بادشاہ کے بدن میں شعلۂ غیرت بھڑکنے لگا۔ چاہا کہ خنجر سے کام اس کا تمام کرے ، اگر شاہ نے اشارے سے منع کیا اور اس سے کہا ''اے بیہودہ ، یاوہ گو ! کیا بکتا ہے ؟ آدمی کو چاہیے زبان سنبھال کر بولے۔ تو اپنے زور پر نازاں ہے۔ نہیں جانتا کہ اس سن میں بڑے بڑے رستم مجھ سے عاجز ہوئے ہیں ؟ تو اس قابل ہے کہ مجھے اپنی دامادی میں لے ؟ عسکری نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم عورت ہو ، تمھارے گانے کے آرزومند ہیں۔'' شہزادے نے چاہا اس عقدۂ مشکل کو ناخن شمشیر سے کھولے ، جوگی صاحب نے شہزادے سے کہا '' یہ مہمان ہیں ، ان کی خاطرداری کا سامان کرو ؛ خاصہ کھلاؤ ، کوئی بازی چوسر کی کھیلو۔'' عسکری بھی اس بات پر راضی ہوا۔ کھانا کھایا۔ چوسر بچھی۔ اگر اور گل یک رنگ ہوئے، دونوں نے جگ باندھا۔ اس وقت کا یہی داؤ تھا۔ بازی مقرر ہوئی کہ جو کوئی غالب ہو وہ اپنی بادشاہت کا ملک اسے دے۔ شہزادے نے تین بازیاں پے در پے اس سے جیتیں۔ حریف نے کہا ''البتہ ملک اپنا میں تجھ سے ہار بیٹھا لیکن سودائے وصل سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔'' اگر شاہ نے کہا ''اب تو بندۂ سرکار ہے ، ہم کو تیری ذلت و عزت کا اختیار ہے۔'' یہ گفتگو تھی کہ عسکری کی نگاہ فتح نامہ پر جا پڑی۔

اس میں بالاجمال ہر ایک مہم کے سر ہونے کا حال لکھا تھا : ''پہلی مہم چالیس بادشاہ کا شہر خشخاش میں آنا اور عاجز ہو کر غاشیہ اطاعتِ شاہی کو دوش پر لینا ۔ دوسری مہم راجا باسک کی بیٹی کے لیے اژدہا بنا ، تیل کے کڑاہ میں کودا ، حمام گرم میں نہایا ، ان صعوبتوں سے اُسے لا کر شہریار وزیر کو دے ڈالا ۔ تیسری مہم یہ کہ شاہ لالہ کے ملک میں گیا ، اُسے سر کیا ، وہاں سے عجوبہ پری کو لا کر جواہر کو بخش دی ۔ چوتھی مہم یہ کہ سیمرغ سے شہباز کی خبر سنی ، تن تنہا اُدھر کا قصد کیا ، سات دریا کو طے کرکے اُسے دام میں لیا ۔ پانچویں مہم یہ کہ محمود وزیر زادے کی شادی سے اٹھ کر اپنے ماموں کے ملک کو عازم ہوا اور غنیم کو ہزیمت دے کر سلطنت رفتہ کو قائم کیا ۔ چھٹی مہم یہ کہ سرو آسا کو بڑی دانائی سے قابو میں لا کر بسنت وزیر کے ساتھ کدخدا کیا ۔ ساتویں مہم یہ کہ روشن رائے پری کے واسطے چھ مہینے تک پتھر کا بنا رہا ۔ اُس کوہ کنی سے وہ ہاتھ آئی ، منوچہر کو حوالے کی ۔ پس اُس کی برابری پر وہ قدم مارے جو ایسے کار نمایاں کر دکھائے ۔'' جب اُس نے مضمون فتح نامے کا پڑھا ، ہوش اُڑ گئے ، نشے ہرن ہوئے ۔ دل میں کہنے لگا جس نے ایسی جواں مردی کی ہے ، اُسے کیوں کر گوارا ہوگا ، کسی کو اپنے اُوپر حاکم کرے ۔ یہ خیال خام ، یہ بات بدانجام ہے ؛ نہایت منفعل ، گستاخی سے خجل ہوا ۔ پیشاب کا بہانہ کیا ، اپنے ویرانے کو روانہ ہوا ۔ گل بادشاہ نے کہا ''سنیے ، یہ سمجھنے کی بات ہے ۔ آج تو یہ بلا جوں توں سر سے ٹل گئی ، حکمت چل گئی ۔ ہر ایک کو ثابت ہو چکا کہ آپ حقیقت میں عورت ہیں ۔ ہر ایک اس عارض گلگوں پر بلبل کی طرح شیفتہ و مفتون ، ہر روز ہزاروں کا خون ہوگا ۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کہیں بیٹھیے ، ان باتوں سے ہاتھ اُٹھائیے ۔'' اگر شاہ نے کہا ''لو سبحان اللہ !

مصرع

مینڈکی کو بھی اب زکام ہوا

میں وہ شیریں نہیں کہ کوئی فرہاد کی طرح منڈ چرا پن کرکے جان دے اور وہ لیلیٰ نہیں کہ قیس کی طرح دیوانہ بن کے مجھے اپنے عشق سے بدنام کرے ۔ جو سر اٹھائے گا ، وہ سزا پائے گا ۔'' القصہ لال دیو اور گل بادشاہ رخصت ہوئے ۔ شہزادے نے افلاطون سے کہا ''یہ بکھیڑا فقط تیری نادانی اور ہٹ کرنے سے ہوا ۔ نہ وہ آہو آتا ، نہ میرا ہار لے جاتا ۔'' اس نے کہا ''واقعی قصور وار ہوں ، عفو کا امیدوار ہوں ۔''

خبردار ہونا لال دیو کا گل شاہ کی بے قراری سے اور تدبیر کرنی اس کے وصل کی بہت ہوشیاری سے

جب گل شاہ اگر صاحب سے رخصت ہوا ، راہ بھر جوش رقت رہا ۔ دل میں قرار دیا کہ آخر وصل یار کا کوئی سامان نہیں ، اس بے مروت کو میری طرف میلان نہیں ۔

شعر

شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے
صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے

اس جینے سے مرنا ہزار درجے بہتر ہے :

شعر

غرض یہی ہے کہ جھگڑا تمام ہو جاوے
اسی پہ کیوں نہ مریں ہم کہ نام ہو جاوے

وہ راہ روتے دھوتے کٹی ۔ مکان میں آ کر خلوت سرا میں جا بیٹھا ۔ دروازہ حجرے کا بند کر لیا ۔ جب کئی روز کو اس آہ و زاری میں گزر گئے ، تا کجا ۔

شعر

آہ نے آہ ! نارسائی کی
تاب و طاقت نے بےوفائی کی

قریش نے خبر پائی ، درِ حجرہ پر آئی ۔ ہرچند پکارا ، جواب نہ پایا ، سر ٹکرایا ۔ اس قدر گریہ و زاری کی کہ ایک نہر خون کی جاری کی ۔ لال دیو نے یہ قصہ سنا ، قریش کی پیشانیِ مجروح پر سر دھنا اور بیت‌الحزن توڑ کر گلِ پژمردہ کو باہر نکالا ۔ آغوش میں لیا ، دم واپسیں پایا ۔ دیر کے بعد ہوش میں آیا ، تسلی و تشفی سے کہا ''اے گل ! تیرے غم نے دل کو بےقرار بلکہ زندگی سے بیزار کیا ۔ برائے خدا کچھ حال دل اظہار کر ۔'' اس نے کہا ''آپ کو کیا پروا ہے ؟ لعل شہزادے کے مقابل میں مجھ سے پتھر کی قدر سوا ہے ؟ اُن کے واسطے آپ نے کیا کیا ؟ محنت و مشقت اٹھائی ، ماہ پرور اس سے ملائی ۔ میں ایک مدت سے اگر کے واسطے جان بہ لب ، گرفتار رنج و تعب ہوں ۔ کیا کیا میری حالت تباہ ہوئی ، آپ نے اچھی طرح خبر بھی نہ لی ، بات نہ پوچھی ۔'' لال دیو نے کہا ''اب مفصل معلوم ہوا ۔ آپ خلوت سے برآمد ہوں ، ہنسیں بولیں ، کھائیں ، پیئیں ، ہم بخوبی تدبیر اس کی کریں گے ۔'' گل نے کہا ''آپ اس بات پر حضرت سلیمان کی قسم کھائیں ۔'' لال دیو نے کہا ''اگر قسم کھائیں اور قابو نہ پائیں ؟'' گل نے کہا ''اس کے ماں باپ چاہتے ہیں کہ اگر لعل شہزادے سے وصل مدام ہو تو اس کام کا سرانجام ہو ۔'' لال دیو نے بعد تامل کے کہا ''ہر چند

اس کی مفارقت کی تاب نہیں رکھتا ہوں ، خیر تمھاری ہلاکت کے خوف سے ناگوار گوارا کرتا ہوں ۔'' اسی وقت وزیروں کو بلا کر لعل شہزادے اور محمود وزیر کے سفر کا سامان مہیا کیا ۔ وہ اس سامان میں مصروف ، اور کاروبار سب موقوف ہوا ۔ حمید نے یہ خبر سنی کہ دو چار دن میں لعل شہزادہ اپنے شہر میں داخل ہوا چاہتا ہے ۔ اگر صاحب کے گوش گذار کی ۔ شہزادہ کمال متردد ہوا ۔ ظاہر میں ہنسا بولا ، باطن میں نہایت حزیں ، آخر تنہا حجرے میں خلوت گزیں ہوا ۔ ہر چند حمید نے پوچھا ، کچھ جواب نہ دیا ۔ پھر نقب کی راہ سے جوگی صاحب کے پاس گیا ۔ اس نے شفقت فرمائی ۔ آنکھیں سوجی دیکھیں ۔ رو رو کر استفسار کیا ''آج کیا صدمہ فلک نے دکھایا کہ یہ حال بنایا ؟'' شہزادے نے کہا ''آپ نے یہ افسانہ نہیں سنا کہ لعل شہزادہ دو ایک دن میں اپنے شہر میں داخل ہوا چاہتا ہے ؟ محمود کی شادی میں لال دیو اور خوش حال وزیر سے یہ عہد و پیماں ہوا تھا کہ جس وقت لعل شہزادہ تمھاری قید سے چھوٹ کر اپنی سلطنت پر تخت نشین ہوگا ، ہم اگر کو کل سے منعقد کر دیں گے ۔ چنانچہ وہی عہد و پیماں وفا ہوتا ہے ۔ کوئی دن میں ادھر سے یہ پیغام ہوگا کہ ہم نے تم سے جو کہا تھا ، سو کیا ۔ تم بھی قید غم سے ہمیں رہائی دو ۔ میں اس معاملے میں نہایت متردد ہوں ۔ اگر ماں باپ کی اطاعت سے تجاوز کروں ، خدا اور رسول سے شرمندگی کھینچوں اور اگر اطاعت کروں تو شرم آتی ہے کہ حاکم ہو کر محکوم ہوں ، ناگوار کو گوارا کروں ۔'' جوگی صاحب نے کہا ''اے فرزند !

مصرع

پیش آتی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے

اُس کے رد کرنے میں سوائے کشت و خون کے نتیجہ نیک نہیں ہے ۔'' شہزادے نے کہا ''آپ کی خدمت سے جدا ہونے کا بڑا رنج و الم ہے ، آپ کے تنہا ہونے کا بڑا غم ہے ۔'' جوگی اس بات سے نہایت رویا ۔ پھر غبار ملال کو رو رو کر چہرے سے دھویا ، بہت سمجھایا ۔ شہزادے نے کہا ''اب ہمارے مکان کو میدان سے اُکھڑوا کر اپنے ایوان کے برابر نصب کر دیجیے ۔'' دو تین دن میں عمارت وہاں سے اُکھڑ کر یہاں نصب ہوئی ۔ اگر صاحب نہایت ملول اور غم ناک ، اُس صحرا کا دامن چاک چاک ہوا ۔

جانا لعل شہزادے کا مع محمود وزیر شہر خشخاش کو ، واسطے بود و باش کے

لعل شہزادہ مع ماہ پرور ، محمود مع گلنار بڑے کروفر سے اپنے وطن کی طرف چلے ۔ لال دیو اور قریش نے اُن کی مفارقت پر دست تاسف ملے ۔ گل نے بھی حال اپنا غم‌زدوں کا بنایا ، دور تک اُنھیں پہنچانے آیا ۔ جب وہ متصل شہر خشخاش پہنچے ، عرضی منصور شاہ کو بھیجی کہ الحمد للہ طالع ہمارا شرف سعادت سے سرفراز ہوا ، اُمیدوار ہیں کہ اجازت قدم بوسی سے ممتاز ہوں ۔ منصور شاہ نے وہ خط فرط اشتیاق سے دیر تک آنکھوں پر رکھا ، جواب اُس کا اپنے ہاتھ سے لکھا ۔ اے نور بصر ! طاقت انتظار طاق ، اجازت طلبی مشتاق کو شاق ہے :

شعر

آؤ کرو آباد مرے کشور دل کو
اک عمر سے غم نے اُسے برباد کیا ہے

بہ مجرد پہنچنے اس پروانے کے، پروانے کی طرح روانہ ہوئے۔
یہاں اگر شاہ نے سامان دعوت جیسا چاہیے مہیا کیا۔ جب شہر میں آئے، بادشاہ بڑی دھوم سے سوار ہوا، فرط شوق سے استقبال کیا۔ بیٹے کو اپنے برابر، محمود کو خوش جال کے ہاتھی پر بٹھایا۔ لعل شہزادے نے شہر کے ہر کوچے کو جنت کی روش دو راستہ، آئینہ بندی سے ہر دیوار و در کو آراستہ دیکھا۔ گلدستوں میں گل ہائے جنت کی بوباس، رعیت خوش دل و خوش لباس۔ ہر قدم پر اگر شاہ کے حسن سلیقہ کی تعریف کرتے آئے۔ شہزادہ اور ماہ پرور محل میں تشریف لائے۔ مادر مہربان کو بہو بیٹے کے دیدار سے شادی بےاندازہ حاصل ہوئی، محمود اور گلنار کی آمد سے خوش حال میں جان آئی۔ تصدق ہر جگہ سے آیا، انعام و اکرام اُمیدواروں نے پایا۔ اگر شاہ نے بہت تکلف سے سامان دعوت بھیجا، لعل شہزادے نے کہلا بھیجا کہ ہم تمھاری نعمت دیدار کے بھوکے ہیں۔ آپ جب تک تشریف فرما نہ ہوں گے، مہمان لذت یاب نہ ہوں گے۔ حمید نے پیام اشتیاق بھیجا۔ اگر شاہ یہ سن کے اُن کی محفل میں آیا۔ لعل شہزادے نے کہا ”اے برادر! تشریف لائیے، ہم بغل ہوجیے۔“ اگر شاہ نے کہا ”میں جوگی بچہ ہوں، ہم بغل ہونا ترک ادب جانتا ہوں۔“ دسترخوان بچھا، کھانا کھایا۔ از بس کہ اگر شاہ کو انقباض اور دل بستگی تھی، گھبرایا۔ بغیر اطلاع نقب کی راہ سے روانہ ہوا اور دروازہ نقب کا بند کر دیا۔ لعل شہزادے نے کہا ”جوگی بچہ یہاں سے گیا؟“ ارکان سلطنت اس سخن سے انگشت بہ دندان ہوئے۔ بعض نے جرأت کرکے یہ عرض کیا کہ حضرت! ایسا حرف اُن کے حق میں نہ فرمائیں، اُن کے اقبال سے نام و نشان سلطنت کا قائم ہے۔

نظم

آسی سے گلستاں میں ہے یہ بہار
نہیں تو یہ گلزار تھا خار خار
نہ ہوتا جو وہ شاہِ والا ہمم
نہ یہ سلطنت تھی نہ یہ دم قدم

لعل شہزادے نے کہا ''ہمیں اس کا کب انکار ہے ۔ انھوں نے خود اپنے تئیں جوگی بچہ قرار دیا ۔'' بہت تلاش کی ، نہ پایا ۔ شہزادے نے کہا ''ہنوز اشتیاق ملاقات باقی رہا ۔'' محمود نے کہا ''میں نے دل بھر کے نہیں دیکھا ، اب اُس کا آنا بہ طیب خاطر بہت دشوار ہے ۔'' ایک نامۂ شوقیہ روانہ کیا ۔ جواب میں لکھا کہ جوگی بچے کو بادشاہوں کی ملاقات سے کیا سروکار ہے ۔

جانا لال دیو کا واسطے درخواست وصلت عاشق و معشوق کے ، منصور شاہ کی خدمت میں اور راضی ہونا بادشاہ کا مقدمۂ مناکحت میں

بعد چند روز کے لال دیو نے ایک خط منصور شاہ کو اس مضمون کا لکھا کہ یہ گنہگار بہ سبب لانے شہزادۂ والاتبار کے کہ حضرت اُن کی مفارقت میں زندگی سے بیزار رہے ، بہت شرم سار ہے ۔ آج تک حضور کی خدمت سے قاصر رہا ۔ اگر غبار ملال کو مشاہدۂ جمال نے آئینۂ قلبِ مبارک سے برطرف کیا ہو تو سعادت ملازمت حاصل کروں ۔ منصور شاہ نے وہ خط پڑھا ، شہزادے سے جواب کو فرمایا ۔ عرض کیا کہ قبلۂ عالم ! جو صدمہ میری مفارقت سے حضرت کو تھا ، وہی حال بھائی صاحب کی پریشانی سے ان کا تصور ہو ۔ بادشاہ نے کہا ''گل کی پریشانی کا مجھ سے کیا چارہ ؟

اس میں کیا اشارہ ہے ؟" شہزادے نے کہا "ہماری رخصت اس اقرار پر ہے کہ اگر صاحب کے ساتھ گل بادشاہ کی وصلت ہو کہ وہ اس کے عشق میں نہایت بے قرار ہے ، و اِلّا ہماری فوج کو اُن کے ایک سپاہی سے مقاومت دشوار ہے ۔ لہٰذا ان کو ملاقات کی اجازت بہتر ہے ۔ آئندہ سامان اُن کے مطلب کا مدنظر ہے ۔" بادشاہ نے کہا "اچھا ۔" شہزادے نے بادشاہ کی طرف سے خط لکھا : "برادر من سلامت ! خط تمھارا پہنچا ، مسرت بے اندازہ حاصل ہوئی ۔ طبیعت مواصلت کی مائل ہوئی ۔

مصرع

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

بہ مجرد پہنچنے اس خط کے گل بادشاہ نے لال دیو کو آدھر روانہ کیا ۔ وہ آیا ، بادشاہ سے عذر تقصیر بہت سا کرکے کہا "خدا کے فضل سے آپ شاداں اور مسرور ہوئے ، اُمیدوار ہوں کہ میری پریشانی کو اپنی عنایت سے دور کیجیے ، یعنی میرے پیوند دل کو پیوند دیجیے ۔" بادشاہ نے کہا "اگر شاہ کا مزاج ظاہر اور مشہور ہے ، خاطر جمع رکھیے ، اپنی طرف سے قصور نہ ہوگا ۔" دیر تک صحبت رہی ، بہت سی خاطرداری کی ۔ بادشاہ سے رخصت ہو کر وزیر خوشحال کے گھر میں گیا ۔ سمدھی نے بہت سی آؤ بھگت کی ۔ شربت پلایا ، چوبھا کھلایا ۔ گلنار نے سلام کیا ، سر اس کا چھاتی سے لگایا ، محمود کو پہلو میں بٹھایا ، سمدھی اور سمدھن کو بھو بیٹے کے ملنے کی مبارک باد دی ۔ اُسی ضمن میں اپنی کہانی بھی بیان کی ۔ وزیر نے کہا "جو حضرت نے آپ سے ارشاد کیا ہے ، ہم کو اس میں انکار و اقرار کی مجال کیا ہے ؟ جس دن سے محمود کی زبانی حال آپ کی پریشانی کا سنا ہے ، خدا شاہد ہے کہ ہمیں آپ کے غم کا نہایت الم ہوا ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو بات دل میں ہے ، وہ

عرصہ ظہور میں آئے گی ۔ آپ پریشانی کو دور کریں ، خاطر جمع رکھیں ۔'' لال دیو کمال بشاش ہو کر شہر خشخاش سے رخصت ہوا ۔ گل کو وہ مژدہ سنایا ، خوشی سے پھولا نہ سمایا ۔

طمانچہ مارنا اگر صاحب کا شغل چوگان بازی میں افلاطون کو اور ملال ہونا گستاخیِ افلاطون سے عاشقِ مفتون کو

کہتے ہیں کہ جب سے اگر صاحب نے جوگی صاحب کے مکان کے قریب رہنا اختیار کیا ، اکثر محل سرا میں رہے ، سیر و تماشے سے انکار کیا ۔ ایک دن کا ذکر سنیے کہ شہریار ، بسنت ، جواہر ، منوچہر باریاب ہوئے ۔ شہزادے نے کہا ''تم کئی روز سے کہاں تھے ؟'' جواہر نے کہا '' خانہ زاد تو کل بھی حاضر ہوا تھا ، حضرت محل میں تشریف رکھتے تھے ۔ بہت انتظار کیا ، چلا گیا ۔'' بادشاہ نے حکم کیا ہے کہ بہت جلد زنانی پوشاک عروسانہ تیار لوں گا ، اس میں کچھ غفلت کی تو اس علت میں بہت بیزار ہوں گا ۔'' اگر صاحب نے کہا ''تمھارے بادشاہ کے پیچھے ایک نہ ایک علت لگی رہتی ہے ، وہ علتی ہو گیا ہے ۔'' بسنت نے بھی کہا ''غلام بھی ان دنوں میں بہت عدیم الفرصت ہے ، تیاری زیور کی مجھے خدمت ہے ۔'' شہریار نے کہا کہ غلام روشنی و جلوس وغیرہ کے تردد میں ہے ۔ منوچہر نے کہا ''خانہ زاد کو اہتمام محفل اور پخت طعام سپرد ہے ۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی سے نام زد ہوا چاہتے ہیں ۔'' شہزادے نے کہا ''ایسا نہ ہو ، تمھارا بادشاہ شادی مرگ ہو جائے ۔'' وزیروں نے کہا ''آپ اپنی زبان سے یہ نہ فرمائیں بلکہ اس کار خیر کی خیر منائیں ۔'' القصہ یہ باتیں دیر تک رہیں ۔ بعد ازاں اگر شاہ چوگان بازی میں مشغول ہوا

کہ ناگاہ کلغی اگر شاہ کے تاج سے جدا ہو کر گر پڑی ۔ افلاطون اس لحاظ سے کہ شاید کسی کا پاؤں پڑ جائے ، اس طرح گھبرا کر اٹھانے کو دوڑا کہ شاہزادے کے گال سے اُس کا گال مل گیا ۔ شہزادے نے غیرت پاک دامنی سے ایک طمانچہ اُسے مارا ، برا بھلا کہا ۔ افلاطون نے اس روئداد سے رو دیا ۔ اگر شاہ کے دل میں گل بادشاہ کے خار رنج کا کھٹکا پیدا ہوا کہ شاید تخت ہوا پر سوار دیکھتا ہو ۔ حسب اتفاق گل شاہ تخت ہوا پر سوار تھا ، اس اس سے نہایت منقبض ہوا اور آزردہ ہو کر چلا گیا ۔ یہاں شہزادہ بھی مکدر ہوا ، چوگان بازی سے باز رہا ، دریا کی طرف شکار کھیلنے کو گیا ۔ بسنت سے کہا "ہمارے واسطے مچھلی کے کباب اپنے گھر سے پکا لا ۔" بسنت تو اُدھر گیا ، شہزادے نے کہا "اے جواہر! میرا جی گھبراتا ہے ۔" اُس نے کہا "گل بادشاہ کی طرف چلیے ، دو چار گھڑی استراحت فرمائیے ۔" شہزادہ اُس کی طرف گیا ، صاحب خانہ کو مکان میں نہ پایا ، اُس کی خواب گاہ میں سو رہا ۔ گل بادشاہ اُس کے آنے کی خبر سن کر کام ناتمام چھوڑ کر دوڑا آیا ۔ کئی بار نام لے کر پکارا ، اگر شاہ مطلق بیدار نہ ہوا ۔ افلاطون کی حرکت سے شعلہ غصہ و غضب کا یوں سینے میں مشتعل تھا ، ضبط نہ ہو سکا ، آہستہ سے ایک طمانچہ مارا ۔ شہزادہ خواب سے چونک اٹھا ۔ گل رخسار سوسن کی طرح نیل گوں ہو گیا ۔ کچھ نہ کہا ۔ وہاں سے اپنے مکان میں آیا ۔ حمید سے فرمایا "کسی کو اس وقت آنے نہ دینا ۔" بسنت مچھلی کے کباب لے کر حاضر ہوا ، حمید نے عرض کی ۔ بسنت کو خدمت میں بلایا ۔ اس نے کباب گزرانے ۔ پھر عرض کی "ابھی رخسارۂ قمر لقا جرم کلف سے مبرا دیکھا تھا اور کل آپ نے افلاطون کو طمانچہ مارا تھا ۔ طرفہ ماجرا ہے کہ نشان اُس کا چہرۂ اقدس پر آج تک ہویدا ہے ۔" شہزادے نے اس کو اور باتوں میں لگایا ، ٹالا بالا بتایا ۔ چند روز خلوت میں رہا ۔ کئی دن

کے بعد جواہر اور شہریار آیا ۔ حمید سے عرض کروایا ۔ کہا ”میرے پاس ان کا پیام نہ لاؤ ۔ اُن سے کہو ، جاؤ ! اپنے بادشاہ کی خبر لو ، اول منزل پہنچاؤ ۔“ غرض بہ کمال منت و ساجت پروانگی ہوئی ، صحبت رہی ۔ دسترخوان بچھا ، کھانا کھانے کو فرمایا ۔ وزیروں نے عذر کیا اور کہا ”وہاں بھی حضرت کی عنایت ہے ؟“ اگر صاحب نے کہا ”کچھ کہو تو ، یہاں کھانے میں کیا قباحت ہے ؟“ کہا ”کیا عرض کریں کہ جس دن تک حضرت تشریف لے گئے تھے ، کل بادشاہ اچھی طرح کاروبار میں متوجہ تھے ۔ بعد حضرت کے تشریف لانے کے عجب عارضے میں گرفتار ہیں ، آب و طعام سے بیزار ہیں ، خفقان ہے ، بیمار ہیں ۔ دو چار دن میں فی‌الحقیقت نصیب دشمناں مردے کی صورت بن گئے ہیں ۔ اصلا حال اُن کا سمجھ میں نہیں آتا ، کچھ کہا نہیں جاتا ۔ جب وہ نوش فرمائیں گے ، تب غلام بھی کھائیں گے ۔“ شہزادے نے کہا ”اے بھائی ! آؤ دو چار لقمے کھاؤ ، وہ ایسے روز ہی فیل لاتا ہے ، کوئی کسی کے ساتھ مر نہیں جاتا ہے ۔“ پھر اُنھوں نے عذر کیا ۔ فرمایا ”تمھارے رنج سے ہمارا بھی جی نہیں چاہتا ۔ دسترخوان بڑھاؤ اور یہ خوان کھانے کے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اُس فاقہ کش کو کھلاؤ ۔“ القصہ وزیر یہاں سے رخصت ہوئے ۔ خوان خاصے کے بادشاہ کی خدمت میں لائے ۔ عرض کی کہ شہزادے نے آپ کے واسطے دعوت بھجوائی ہے ، رد کرنا مناسب نہیں ، کچھ نوش فرمائیے ۔ بادشاہ نے کہا ”وہ تو مجھ سے خفا ہیں ۔“ وزیروں نے کہا ”نہیں بلکہ برسر لطف و عطا ہیں ۔“

جانا اگر صاحب کا گل شاہ کی خواب گاہ میں اور عوض لینا طمانچے کا اس رسم و راہ میں

کہتے ہیں کہ ایک دن شہزادہ سیر چاندنی میں مشغول تھا ۔ کسی نے عرض کیا کہ اے شہزادۂ دریا دل ! جی لہراتا ہے کہ آج

چادرِ مہتاب بر روے آب دیکھیے اور دامن صحرا قطع کر کے دریا کا پاٹ لیجیے ۔ شہزادے نے گوہر مقصود کو صدف اجابت میں بھرا، دریا پر گیا ۔ وہ کنارہ دریا کا، سرد ہوا، سامان چاندنی کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ جوشِ خواب نے چشمۂ چشم پر شہزادے کے عبور کیا ۔ شہزادے کے حواسِ خمسہ کو طلاطم ہوا، گردابِ غفلت میں پڑے ۔ شہزادے نے رفعِ غنودگی کے لیے منہ ہاتھ دھونے کو پانی ہلایا اور ہاتھ میں اٹھایا ۔

شعر

معطر اُس کے اٹھانے سے بس کہ آب ہوا
حبابِ بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

اُس وقت مہتاب بھی اُس کے مقابلے میں تھراتا تھا، پانی پانی ہوا جاتا تھا ۔ ہر ایک جانور دریائی دو مہتاب کے تماشے کو نکلے، اکثر بحرِ تردّد میں غوطہ زن تھے ۔ اکثر فرح و سرور سے اچھلتے تھے ۔ ہر چند شہزادے نے نیند کو ٹالا مگر غلبہ اُس کا کم نہ ہوا ۔ جواہر نے عرض کی کہ خواب گاہ گل شاہ کی یہاں سے نزدیک ہے، وہاں چلیے، استراحت فرمائیے ۔ شہزادے نے کہا ”وہ حیوان خصلت مخلِ خواب ہوگا ۔“ اُس نے کہا ”وہ تو کئی دن سے اپنے چچا کے گھر میں تشریف رکھتے ہیں ۔“ اگر شاہ وہاں گیا اور اُس کے پلنگ پر سو رہا ۔ اتفاقاً گل بادشاہ اُسی وقت آ گیا، پوچھا ”کیا آپ آئے ہیں؟“ جواہر نے کہا ”آئے ہیں، مگر اس وقت آپ کا تشریف لانا بندے کے حق میں برا ہوا؛ میں نے اُن سے کہا تھا کہ وہ مہمان گئے ہیں ۔“ غرض کہ گل شاہ خواب گاہ میں آیا، اُس کے پہلو سے تکیہ اٹھا کر برابر لیٹ گیا ۔ اُس نے تکیۂ پہلو سمجھ کر نیند میں اپنے پہلو سے خوب لپٹایا ۔

شعر

کیوں نہ ممنوں ہوں میں اپنے طالعِ بیدار کا
ہے میسر مجھ کو تکیہ پہلوے دل دار کا

القصہ گل بادشاہ نے اُس پری پیکر کی ہم آغوشی سے خوب حظ اٹھایا ۔ نشۂ عشق میں تمیز نیک و بد نہ رہی ، سینے سے سینہ گال سے گال ملایا ۔ ایک بار اگر صاحب کی آنکھ کھل گئی ، بے باکی اُس کو نہایت ناگوار ہوئی ۔ ایک گھونسا پہلو پر تان کر ایسا مارا کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بے ہوش ہو گیا ۔ یہ گھوڑے پر سوار ہو کر حمید کو ساتھ لے کر روانہ ہوا ۔

خوش طبعی کرنا اگر صاحب کا گل شاہ سے پُتلی طلسم کی لا کر اور حیران و متعجب ہونا گل شاہ کا اس سے شرما کر

ایک دن شہزادے نے رفیقوں سے کہا ”کون کون حاضر ہے ؟ آج شغل تیر اندازی ہو ، دیکھیں کون اس پر قادر ہے ؟“ پے در پے ہر ایک نے شکر کیا کہ ان کی نشست سے ہماری طبیعت کو پستی حاصل ہوئی تھی ، الحمدللہ کہ اُس چلہ نشین کے گوشۂ خاطر میں بلندی اور برجستگی آئی ۔ تیر کی طرح کمر بستہ دستہ آئی ۔ جواہر نے نشانہ پوچھا ، کہا ”کوئی گل توڑ کر رکھآ ۔“ کہا ”اُس نے کیا ایسی خطا کی کہ ہم نام تک نشانہ بنا ۔ ہرچند وہ بیچارہ بار اندوہ سے شکلِ کہاں ہو گیا ہے مگر آپ کی سخت گیری نہیں جاتی ۔ یہ باتیں تھیں کہ گل بادشاہ بھی آیا ۔ دیکھا کہ اگر شاہ تیر کو کہاں سے جوڑے کھڑا ہے ۔ نشانہ بن کر سامنے کھڑا ہوا اور کہا ”اے شہزادے !

شعر

درون سینۂ من زخم بے نشان زدۂ
بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

گل حاضر ہے ، برائے خدا نشانہ کرو ۔'' شہزادہ کھل کھلا کر ہنس پڑا ۔ پھر گل شاہ نے کہا ''اے صاحب ! کچھ شرط بھی تجویز کی ہے ؟'' اگر شاہ نے کہا ''جس کا تیر اُس درخت کے پار ہو ، وہ دوسرے کا مختار ہو ۔'' گل بادشاہ نے کہا ''کیوں صاحب ! اگر میرا تیرنشانے سے خطا کرے تو آپ مجھے کیوں کر رکھیں ؟'' کہا ''ناک کان چھداؤں ، زنانی پوشاک پہناؤں ۔'' اُس نے کہا ''چھداؤ ، ہم تو حاضر ہیں ۔ دل سے ہارے ہیں ، تمھارے حلقہ بگوش ہیں ۔'' یہ کہہ کر اس انداز سے تیر اُس درخت پر لگایا کہ خطا کی ۔ پھر شہزادے نے تیر کو اس درخت سے دوسار ، حریف کو شرم سار کیا ۔'' منہ پھیر کر مسکرا کر کہا ''میں تم سے شرط جیتا ۔'' گل نے کہا ''صدقے اس کہنے کے اور قربان شرما کے مسکرانے کے ۔ اب جلدی چلو ، مجھے عورت بناؤ ، مجھ سے خدمت لو ، پاؤں دبواؤ ، پھر میری تیراندازی کی سیر دیکھو ۔'' غرض اسی طرح ہنستے بولتے رہے ۔ وقتِ رخصت گل سے کہا '' تم نہا دھو کے عورت بن رہنا ، ہم آئیں گے ۔'' وہ اُدھر گیا ، شہزادہ اپنے مکان میں آیا ۔ ماہ تاباں سے کہا ''کوئی ایسا طلسم آپ کے پاس ہے کہ جس سے مرد خجل ہو ؟'' اُس نے کہا ''ایک پُتلی طلسم کی ہے ۔ اگر مرد کے پہلو میں رکھ دو ، وہ پُتلی عورت بن جائے اور اپنے منہ سے وہ باتیں کرے کہ مرد منفعل ہو ۔'' شہزادہ وہ پُتلی طلسم کی لے ، حمید کو ساتھ لیا ، گل شاہ کی خلوت گاہ میں آیا ۔ اُس کو سوتا پایا ، وہ پُتلی اُس کے برابر لٹا دی اور آپ چھپ رہا ۔ دفعۃً وہ پُتلی سو برس کی بڑھیا بن گئی ۔ سر سفید ، زندگی سے نا اُمید ، پشت خم ، چشمِ پُرنم ، ہاتھ پاؤں میں رعشہ ، نوجوانوں کا تماشہ ،

بلا سے بدتر ، کریہ منظر ، صورت دلالہ ، شیطان کی خالہ ، جو اُسے دیکھے زندگی پر تاسف کرے۔

اشعار

ضعیف اس قدر تھی وہ دیرینہ سال
ہوئے تھے سفید اس کی پلکوں کے بال
جو لگتی بدن کو نسیمِ پگاہ
لرزتی تھی وہ مثلِ برگِ گیاہ
کوئی دانت منہ میں نہ تھا زینہار
کہ روتی ضعیفی کو وہ دھاڑ مار
ہوا جھرّیوں سے یہ حالِ بدن
چنیں جس طرح دامنِ پیرہن

مگر اس پر سرخ کپڑے پہنے ، لکھوٹا جمائے ، کاجل ، مسّی ، مہندی لگائے گل بادشاہ سے وہ بلا کی طرح لپٹی ، بچّھیاں لینے لگی۔ گل اس کی گرمی سے بے تاب ہوا ، جل بھن کے کباب ہوا۔ کہنے لگا ''اے کمبخت ! تو کون ہے ؟'' اس نے کہا ''ہاں صاحب ! آپ کاہے کو پہچانیے گا ؟ غرض کے آشنا تھے ، جب سے کہ تجھ سے سابقہ ہوا ، تیرے عشق اور دام محبت میں گرفتار ہوں۔ تو اوروں پر مرتا ہے ، میں تجھ پر مرتی ہوں۔ آج بعد مدت کے پھر اکیلا پا کے سرگرمِ اختلاط ہوئی ہوں۔'' گل نے گریبان پھاڑا ، وزیروں کو پکارا۔ وہ چمٹی ہوئی تھی کہ اگر شاہ موجود ہوا۔ گل نے چاہا کہ اس آفت ناگہاں سے چھڑا کر بھاگے ، وہ کب چھوڑتی تھی ؟ گھبرا کر شاہزادے کا ہاتھ پکڑا۔ اس نے کہا ''یہ گرمی اپنی نانی صاحبہ سے کیجیے ، یہ قدیم سے آپ پر عاشق ہیں۔'' گل شاہ شرم کے مارے عرق عرق ہوا ، آنکھیں نیچی کرلیں ، سر نہ اٹھایا ، تلوار کی طرف ہاتھ

دوڑایا۔ شہزادے نے حمید کی طرف اشارہ کیا، اس کو ہٹا دیا۔ کہا لعنت ہے اس اوقات پر، تف ہے ان حرکات پر۔ اُس دن چوگان بازی میں نادانستہ میرے بھائی افلاطون سے وہ حرکت ہوئی، اس پر میں نے ہزار آدمی میں طمانچہ مارا، ذلت دی، تو بھی آپ کی بد ظنی نہ گئی اور مجھ سے وہ حرکت ناشائستہ کی۔ اب میں اس کا آپ سے کیا عوض لوں؟ چاہیے کہ ہزار طرح سے ذلیل کروں۔'' بادشاہ نے کہا ''حضرت سلیمان کی قسم ہے! یہ بلائے ناگہانی ہے، یہ آفت آسمانی ہے۔'' شہزادے نے کہا ''جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ، بس باتیں نہ بناؤ۔ سبحان اللہ! آنکھوں میں خاک ڈالتے ہو، چندراتے ہو، ٹالتے ہو؟'' گل اس کے قدم پر گرا، شہزادہ ہنس کر اٹھا، رخصت ہوا۔ گل بادشاہ اس امر سے نہایت متعجب ہوا۔

بیانِ تزویج و مناکحتِ طالب و مطلوب و عقد و وصلِ حبیب و محبوب

لکھنے والا اس داستان شیریں بیان کا لکھتا ہے کہ لال دیو اور منصور شاہ میں برسوں پیام سلام رہا، کچھ بادشاہ سے وصلت کا انصرام نہ ہوا۔ آخر گل بادشاہ جوگی صاحب کی خدمت میں گیا، نہایت منت و سماجت سے پیش آیا۔ جوگی صاحب نے کہا ''اگرچہ بہ سبب اہلیت کے آپ مجھ کو بزرگ جانتے ہیں اور اس فقیر کو مانتے ہیں، مگر میں بہت تھوڑا تھوڑا ہوتا ہوں کہ مجھ میں تم میں کیا مناسبت؟ تم بادشاہ ہو، میں گدا ہوں۔'' بادشاہ نے کہا ''اللہ والے، دین دار، بادشاہ دین و دنیا ہیں اور دنیا دار ہم ایسے سگِ دنیا ہمیشہ:

مصرع

بادشہ آتے ہیں پابوسِ گدا کے واسطے

اور آپ تو میرے عمّو بھی ہیں۔ باپ اور چچا میں کیا فرق ہے؟ میرا سب طرح سے آپ پر حق ہے۔" غرض ان باتوں کے بعد بادشاہ نے شمہ اپنے سوز نہانی کا ظاہر کیا اور پیام وصلت سے ماہر کیا۔ جواب صاف دیا کہ یہ فقیرِ شوریدہ سر کوئی دختر نہیں رکھتا۔ اگر ہوتی انکار نہ کرتا اور طریقۂ شریعت سے باہر نہ ہوتا۔ سب جانتے ہیں کہ بارہ برس کی ریاضت میں حق تعالیٰ نے ایک فرزند عطا کیا۔ اس کے سوا یہ سروِ آزاد کوئی ثمر نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے کہا "تقصیر معاف، یہ تقریر آں کے مناسب حال نہیں۔ خوش حال وزیر نے بشرط رضامندی آپ کے آں کی نسبت میرے ساتھ کر دی ہے۔ اگر وہ صاحب زادہ ہوتا، وزیر اس امر پر کیوں آمادہ ہوتا؟" جوگی صاحب نے فرمایا "دریافت کیا جائے گا، اس کا جواب کل دیا جائے گا۔" پھر جوگی ماہ تاباں کے پاس گیا۔ کہا "تم اگر صاحب کو بلاؤ۔ گل شاہ کا آنا اور یہ گفتگو آں کو سناؤ اور پوچھو کہ شرع میں کیا شرم ہے؟ فضل الٰہی سے بالغ عاقل ہو۔ اگر تم کو تزویج میں اس سے عذر نہ ہو تو طریقۂ مصالحت درمیان میں آئے اور نہیں کلام منازعت پیش کیا جائے۔ ہر چند جواب صاف میں خرابی ہے، طرفین کی بربادی ہے۔" اگر صاحب نے وہ پیام سنا۔ ماہ تاباں سے کہا "ہر چند یہ امر طبیعت پر بہت ناگوار ہے لیکن بہ خیال بربادی اس خاندان کے بشروطہا اختیار کیا جاتا ہے: اول یہ لباس مردانہ نہ اترے، دوسرے میری رضا اپنی رضا پر مقدم سمجھے، تیسرے میرے مقدمے میں اور کو دخل نہ ہو، چوتھے جوگی صاحب کی ملاقات سے مانع نہ ہو۔" ماہ تاباں نے جوگی صاحب سے وہ مقدمہ بیان کیا۔ جوگی صاحب نے بے کم و کاست گل صاحب پر عیاں کیا۔ فوراً گل بادشاہ نے دست آویز لکھی، مُہر کر دی۔ جوگی صاحب نے منصور شاہ کو مع خوشحال وزیر بلا بھیجا۔ سب حال مفصل بیان کیا اور

گل بادشاہ کی اہلیت اور حسن تدبیر پر ہزار آفریں ، بادشاہ نے تحسین کی ۔ گل بادشاہ بامراد شاد شاد رخصت ہوا ۔ لال دیو اور قریش بیاہ کی تیاری میں مصروف ہوئے ، دولھا دلھن مانجھے بیٹھے ۔ چند روز جھٹ پٹ گزر گئے ۔ نوشاہ کی طرف ساچق بڑی دھوم دھام سے چلی ، ہزاروں گھڑے سونے چاندی کے ، لاکھوں تخت مرصع آرایش کے :

شعر

ہر اک تخت تھا رشکِ تختِ سپہر
ہر اک پھول تھا غیرتِ ماہ و مہر

امیروں کا ازدہام ، وزیروں کا اہتمام ، آتش بازی کا چھٹنا ، ہاتھی گھوڑوں کا بھڑکنا ، اناروں کا زور اور چرخیوں کا شور ، رسالہ سوار ، پیادے قطار قطار ، بڑی دھوم دھام سے ساچق گئی ۔

جوگی صاحب نے بہ عزتِ تمام دولھا کو مسند پر بٹھایا ۔ شربت پلایا ، پان کھلایا ، خلعت پہنایا ، رفیقوں کو کشتیاں ہار ، شاگرد پیشہ کو انعام بے شمار دیا ۔ بعد فراغت دولھا کو رخصت کیا ۔ ادھر سے مہندی کے جانے کی تیاری ہوئی ، اپنی طبع رنگین میں رنگینی رچی ۔ یہ مضمون رنگین ہاتھ لگا کہ اس رنگ کو شنجرف خوش رنگ سے لکھوں یا رنگِ حنائی سے رنگوں کہ دُونا رنگ دے گا ۔ دوستانِ یک رنگ نے کہا کہ اور ہزاروں مضمون دست بستہ حاضر ہیں ، انھیں دزد حنا کی طرح باندھو ، یہ مضمون تو خود بخود رنگینی پیدا کرے گا ۔ فقط مہندی سے ہزاروں خوان معمور ہوئے ۔ آرائش اور حباب اور کنول کے تختوں کا ، مہندی کی سینیوں اور گل کاری کی شمعوں کا ، چوبھوں کا ، چھڑیوں کا بیان ہو ۔ چاروں بہنیں اگر کی سرو آسا اور عجوبہ پری ، موتی رانی اور روشن رائے پری اربع عناصر کی طرح جمع ہوئیں ۔ مہندی لے کر چلیں ۔ نہایت کروفر ، بڑے ٹھاٹھ سے دولھا

کے مکان میں داخل ہوئیں ۔ القصہ سرو آسا نے گل کے ہاتھ میں مہندی لگائی ۔ ایک چھلا اس کے ہاتھ پر رکھ دیا ۔ کہا ”یہ آسی کا چھلا ہے کہ جس کے لیے تم نے اپنے تئیں انگشت نما کیا ہے ۔“ عجوبہ نے کہا ”آخر تم نے پری کو شیشے میں اتارا ، کام کیا ۔“ روشن رائے نے کہا ”چشم بددور ، دولھا تو خوب ہے لیکن اگر صاحب کے تلوے کی برابری نہیں کر سکتے ۔“ موتی رانی نے کہا کہ خبردار خبردار ! یاد رکھنا ، ان کی جوتی دیکھ کے کسی کا منہ نہ دیکھنا ۔ گل شاہ یہ باتیں سنتا تھا ، باغ باغ ہوتا تھا ۔ غرض اسی طرح ہنستیاں بولتیاں رہیں ، ہزاروں باتیں رمز و کنایہ کی کہیں ۔ ماہ پرور اور گلنار ان چاروں کا جواب دے کر ایک کے بدلے چار سنتی تھیں ۔ خوب چھڑیاں چلیں ۔ پھر ہار پھول کی کشتیاں بٹیں ۔ ریت رسوم سے فراغت کرکے رخصت ہوئیں ۔ دن برات کا آیا ، گل بادشاہ کو دولھا بنایا ۔ موتیوں کا سہرا باندھا ۔ گھوڑا بھی اس کی سواری کا پری بنا ؛ پھولوں کی پاکھر سہرا بندھا ، سنہری زین ، سم اس کے رنگین ۔ اگر مانی و بہزاد دولھا کی تصویر کھینچیں تو ہم چشموں میں لجائیں شرمائیں اور گھوڑے کی تصویر کے تصور میں کوسوں ہوش و حواس اڑ جائیں ۔ غرض بڑے تجمل و تکلف سے سسرال میں پہنچا ۔ ادھر اہتمام ، بڑی تیاری ، ادھر تکلف سے بیزاری ، ہر ایک سے ہر ایک بات میں رکاوٹ ، بگاڑ ، اس کا لاکھ بناوٹ ۔ گورے گورے بلوری ہاتھ ، موتی کی لڑیاں دانت ، جو جو بات تھی حسرت و یاس کے ساتھ ۔ ماہ تاباں نے تبدیل لباس کی ، سو سو طرح سے ترغیب دی ، منظور نہ ہوئی ۔ ریت و رسم بھی خلاف رسم کے کی ۔ خاطر نازک کا ہر ایک کو لحاظ اور پاس ، ان باتوں سے سوائے دولھا کے ہر ایک اداس ۔ دولھا کو اندر بھی نہ بلایا ، آرسی مصحف بھی نہ دکھایا ۔ مشہور کیا کہ اگر صاحب کی بہن

کے ساتھ گل صاحب کی شادی ہے ۔ جب نکاح سے فراغت ہوئی ، شربت پلایا ، ہار پان بٹے ، جواہرات تصدق میں لٹے ۔ برات کی رخصت کا وقت آیا ، سروآسا کو دلھن بنایا ، سکھ پال مرصعی میں سوار کرکے رخصت کیا ۔ جہیز اس قدر دیا کہ دبیرِ چرخ بھی اس کی تعداد و شمار میں قاصر ، دیوان قدرت کے سوا منشیان کائنات کے احاطۂ تحریر سے باہر ۔ دولھا کی فرط خوشی دیکھ کر جوگی صاحب کو بڑا تردد اور پس و پیش تھا کہ دشمن اس کے شادی مرگ نہ ہو جائیں ۔ دانستہ طرح طرح کے کلام نا ملائم پیش کرتا ۔ وہ عاشق سنتا بھی نہ تھا بجز قبول اور بہت خوب کے اور جواب کیسا ؟ بڑے سامان سے برات چلی ، دولھا کے دروازے پر پہنچی ، سواری خود آتاری ۔ فوراً زمین نیاز پر گرا ، سجدۂ شکر کو طول دیا ۔ پھر چند بار سکھ پال کے گرد پھرا ، تصدق ہوا ۔ بسنت نے کہا ''اے بادشاہ ! برائے خدا ایسا نہ گھبراؤ ، ایک ذرا ہوش میں آؤ ۔ آج سب مرادیں حاصل ہیں ، دلھن پہلے سے علیحدہ مکان میں داخل ہیں ۔ جلد جائیے ، اپنے تئیں وہاں پہنچائیے ۔ یہ عجب تماشا ہے ، سکھ پال میں سروآسا ہے ۔'' گل شاہ جلدی جلدی وہاں پہنچا ،گرد پھرنے لگا ، تصدق ہونے لگا ۔ دیکھا کہ رات کی بیداری سے دلھن کے کشور غم پر لشکر خواب نے غلبۂ تام کیا ، روتے روتے آرام کیا ۔ قطرے پسینے کے گویا مہتاب پر الماس جڑے ہیں اور بہت سے موتی آنسوؤں کے گل تکیوں کے پاس پڑے ہیں ۔ یہ حال دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا ، گل شاہ بھی بے ساختہ رونے لگا ۔ اگر صاحب کی آنکھ کھل گئی ۔ کہا ''مجھے تم نے ساری خدائی میں شرمندہ کیا ، ہمیں دیکھ کے ایک ایک آنکھ بچا کے ہنستے ہیں ۔ کچھ لوگ سرگوشی کرتے ہیں ، کچھ اشارے کرتے ہیں ، کچھ بولیاں بولتے ہیں ۔ خیر جو کچھ کیا ،

اچھا کیا ، کسی کو کیا منہ دکھائیں ؟ یہ جان لو اپنی یہیں تک تھی ، اب ہم بھی اپنی جان پر کھیلتے ہیں ۔'' یہ کہہ کر زہر کی گولی رومال سے کھولی ۔ گل شاہ نے دھوکا دیا ۔ پوچھا ''یہ زہر ہلاہل کہاں پایا ؟'' باتوں میں لگایا ۔ پھر جھپٹ کے وہ گولی ہاتھ سے لے لی ۔ کہا ''حق بجانب ہے ۔ تمھارا رنج بجا ہے ، آپ نے مجھ ڈوبتے کو سنبھالا ، مُردے کو زندہ کیا ۔ تمام عمر تابع فرمان ہوں ، بندۂ احسان ہوں ۔ سمجھایا بوجھایا ۔'' غرض دیر تک بہت سی منت اور خوشامد کرتا رہا ۔ پھر گھر میں تاکید کی کہ خبردار سوائے شہزادے کے انھیں کوئی کچھ نہ کہنا اور ان کے غضب سے خوف ناک رہنا ۔ گل بادشاہ کی ایک ددا تھی ، کمال نک چڑھی ، بوڑھی بڑی ہوا سے لڑتی ۔ اگر صاحب کی بےلطفی اور بدمزاجی پر اُسے غصہ آیا ۔ کسی بات میں دخل دیا ۔ اس کو برا بھلا کہا ، نکال دیا ۔ روتی ہوئی اپنے صاحب زادے کے پاس حمایت کی آس میں گئی ۔ وہ اور بھی جھنجھلایا ۔ ملزم کیا کہ تم نے اُن کی بات میں کیوں دخل دیا ؟ ہم نے تو پہلے ہی منع کیا تھا کہ کبھی دخل نہ دینا ۔ اچھا ہوا ، جیسا کیا ویسا پایا ۔ بعد عرصے کے ایک دن خود اگر صاحب نے بادشاہ سے کہا ''تمھیں اُس ددا نے پرورش کیا ، گود میں کھلایا ، میں نے اُسے برا بھلا کہا ، نکال دیا ، لوگ کیا کہیں گے ؟ مجھے بدنام کریں گے ۔'' غرض اُسے بلایا ، اُس کی خاطر داری بہت سی کی ۔ سمجھایا کہ میرے اُن کے درمیان میں کبھی دخل نہ دیا کیجیے ، یہ بازو بند مرصع لیجیے ۔ اُس نے وہ زیور طلائی لیا اور پہنا اور اُس بات کو کس کر گوہر نایاب کی طرح گرہ میں باندھا ۔

جوگی صاحب کو غنیم سے شکست فاش ہوئی ، اگر صاحب نے آس ملک میں آن کر اس کی پاداش کی

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک خواجہ سرا جوگی صاحب کے خدمت گزاروں میں سے اگر صاحب کی خدمت میں باریاب ہوا ۔ آس نے پوچھا : ''میاں صاحب ! جوگی صاحب کی خیر و عافیت بیان کرو ۔'' خواجہ سرا نے کہا ''کیا عرض کروں ، ان پر تو عجب طرح کا حادثہ پڑا ہے ۔ حریفوں نے چار طرف سے نرغہ کیا ، ملک چھین لیا ، لشکر منتشر ، مفقود الخبر ہوا :

شعر

نیّر اقبال آن کے آپ تھے
آپ کیا آئے مقدر پھر گیا''

اس خبر وحشت اثر سے طاقت ضبط نہ رہی ۔ حمید کو مع اسپ طلب کیا ۔ ہر چند گل بادشاہ نے بہت سمجھایا کہ میں اپنی فوج بھیجتا ہوں ، نہ مانا ، فوراً روانہ ہوا ۔ اثنائے راہ میں حمید کی نظر صحرا میں ایک طرف جا پڑی ۔ جوگی صاحب کو دیکھا کہ خار غم میں ایک طرف آلجھا پڑا تھا ۔ زمین سے آٹھا کر فیل فلک شکوہ پر سوار کیا ۔ شہزادے کے آنے کی خبر سن کر ہمایوں ، بوقلموں دونوں وزیر جوگی کے آس کی رکاب ظفر انتساب میں حاضر ہوئے ۔ حقیقت حال مفصل عرض کی ۔ شہزادے نے کہا ''وہ عالی گُہر خاک چھاننے سے دستیاب ہوا ، خاطر جمع رکھو ۔'' قصہ کوتاہ حریف سے مقابلہ ہوا ۔ اگر صاحب کے آفتاب جمال کے آگے لشکر غنیم ستاروں کی طرح درہم برہم ہوا ۔ آس رستم زمانہ نے اپنے بیگانے کا انتظار نہ کیا ۔ مردانہ شیرانہ حریف سے سرگرم پیکار ہوا ۔

ابیات

ہوا اس طرح روکش و ہم نبرد
پریشاں کیا سب کو مانند گرد
گیا جس پہ تلوار وہ تول کر
سپر اُس نے رکھ دی وہیں کھول کر
جواں مرد عاجز ہوئے مثل زن
نہیں تھی وہ زن بلکہ تھی تیغ زن

وہ لڑائی فتح کی مگر دو زخم تلوار کے اس کے بدن پر لگے ۔ کہا انھیں یاروں کے اشتیاق و انتظار میں آج تک پھولوں کے ہار سے انکار رہا ۔ گل بادشاہ نے سنا کہ اگر صاحب نے زخم کاری بدن پر کھایا ، حریفوں کو بھگایا ۔ جواہر سے کہا ”دیکھتے ہو ، مجھے نشانہ تیر ملامت کا کیا ۔ میں جب تک تدبیر کروں ، اپنے تئیں پہنچاؤں ، اپنے واسطے سامان ہلاکت کا کیا ۔“ اس بات کا گل نے ہر ایک سے شکوہ کیا اور اس جرأت کا اسے ملال رہا ۔ اگر شاہ نے کہا ” آپ خفا نہ ہوں ، آج سے عہد کیا ہے کہ تا زندگی قدم باہر نہ رکھوں ، اپنے بیگانے کے سامنے نہ ہوں ۔“ وہ تو یہی چاہتا تھا ، دل میں شاد شاد ہوا ۔ ظاہر میں کہا ” اس واسطے آزردہ ہوتا ہوں کہ خدا نخواستہ اگر آپ کے دشمن ضائع ہوتے ، ہم تصدق تو ہوتے مگر بدنام ہو کے ہوتے ۔ پھر سرو آسا سے کہا کہ مرہم سلیمانی کے پھائے بنا کر زخموں پر رکھ دو ۔ اس مرحم کی تاثیر سے دو تین روز میں زخم اچھے ہو گئے ، غسل صحت کیا ۔ ہر ایک جگہ سے تصدق آیا ، جشن ہوا ۔

وصل کی داستان اور اُس کے سامان کا بیان

کہتے ہیں کہ گل بادشاہ کو اس کی آرزو اور حسرت تھی کہ وہ زہرہ جبین پوشاک زنانی پہنے ۔ ہمیشہ وہ انکار ہی کرتی تھی اور

بہ سبب نازک مزاجی کے دنیا داری بھی نہ ہوتی تھی ۔ کسی روز مہربان پایا ، گلے سے لگایا اور جو اُس پر بھی رخ نہ کیا ، دور ہی سے دیکھ لیا ۔

شعر

معشوق نمی شود بفرمان
گر بندۂ زر خریدہ باشد

ایک روز اُس کی ددا نے خوشامد کی ۔ سر سے قدم تک بلائیں لیں ، دعا دی ۔ اگر صاحب نے کہا ”کہو کیا کہتی ہو ؟“ کہا ”اگر رد نہ کرو تو کہوں ۔“ کہا ”رد نہ ہوگا ۔“ ددا نے کہا ”جی چاہتا ہے آپ کو زنانی پوشاک پہنے دیکھوں ۔“ کہا ”ہم نے وہ لباس کبھی نہیں پہنا مگر تمہارے کہنے سے پہنتے ہیں ۔“ وہی جوڑا بیاہ کا کہ بڑے تکلف سے بنا تھا ، آراستہ کیا ۔

نظم

کروں دفترِ حسن کو اُس کے باز
سراپا تھی سرمایۂ حسن و ناز
اعانت کریں شب کی گر اُس کے بال
طلوعِ سحر تا قیامت محال
سیاہی درازی میں تھی بے بدل
شبِ ہجر عمرِ خضر فی‌المثل
قدم تک گئی تھی وہ زلفِ صنم
سرِ فتنہ تھا اُس کے زیرِ قدم
جبینِ صنم لوحِ روے کتاب
ہر ابرو تھا اک مصرع انتخاب
مژہ دستۂ تیر ہاے خدنگ
نگہ برقِ شمشیرِ الماس رنگ

قیامت نہاں گوشۂ چشم میں
اجل کا مکاں غمزۂ خشم میں

کیا دل نے یہ وصف یینی قبول
کہ اک شاخ میں ہیں دو نرگس کے پھول

دمک اُس کے عارض میں تھی اس طرح
مطّلا ہو مصحف کا رو جس طرح

یہ نازک تھا لعلِ لبِ دلستاں
کہ دنداں ہوئے پشتِ لب سے عیاں

مرصع تھے زیور سے یوں اُس کے گوش
پری کا ہوا بال طاؤسِ جوش

بنائے جو وہ دست قدرت نے ہاتھ
لیے چوم صانع کے صنعت نے ہاتھ

یہ بازو تھے گول اور شانے بھرے
پھسل جائے گر چشم بھی تِل دھرے

کلائی کا یہ رنگ تھا ہر دو سو
نہ ہو شمع میں جس طرح پشت و رو

کہوں اُس کے پنجے کو گر اسمِ ذات
لکھوں آبِ زر سے وہ رنگیں نکات

نہ دیکھا کوئی عضو میں نے کرخت
مگر ایک سینہ تھا البتہ سخت

وہ اُبھری ہوئی چھاتیاں دونوں آہ
کہیں دیکھ کر جس کو اہلِ نگاہ

ز بس آئینہ ساں تھی تن کی صفا
کہ سینے پہ پڑتا ہے عکس آنکھ کا

پسینے کے قطروں میں بوے گلاب
صفاے شکم سے خجل ماہتاب

درخشندہ ناف اُس دُرِ پاک کی
مگر زہر تھی پردۂ خاک کی

وجودِ کمر کی لطافت گواہ
نہاں چشم سے مثلِ تارِ نگاہ

وہ رانیں بنائی تھیں سانچے میں ڈھال
پھسل جائے جن پر نگاہِ خیال

نہ ہو ساق کیوں رُو کشِ شمعِ طور
کہ تھی پشتِ پا رشکِ رخسارِ حور

وہ نازک قدم جس کو مژگاں ہو خار
رکھے چشم پر گر کوئی بے قرار

قد و قامت اُس کا وہ آفت تمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

خموشی تھی ان چتونوں سے پدید
بنازم کہ مارا چنیں آفرید

جس وقت وہ پری بن ٹھن کے آراستہ ہوئی ، ناگاہ گل بادشاہ آیا ۔ یہ اُسے دیکھ کر خلوت گاہ میں آئی ۔ آنکھ بچا کر کتراتا ہوا وہ بھی پیچھے پیچھے چلا ۔ ہر چند وہ نہیں نہیں کرتی رہی ، اُس نے آغوش میں اُٹھایا ، چھپر کھٹ میں لٹایا اور کہا :

شعر

ملا دے ، شبِ وصل میں ، شرم کیسی
دہن سے دہن کو ، زباں سے زباں کو

غرض بہت سا چھیڑا ، گدگدایا ، ستایا اور رلایا ، اُٹھایا لٹایا :

شعر

آغوشِ تمنا میں اُس گل نے اگر مسکا
لب ہائے نزاکت سے اک شور تھا بس بس کا

ہر چند من بھائے منڈیا ہلائے ، تیوری چڑھائی ، ناک بھوں بنائی ، مگر وہ نشہء شوق سے چور ، بادۂ ذوق میں معمور آج کب سنتا تھا :

نظم

ہوا پھر وہ گل اُس کی گردن کا ہار
نکالے ، جو تھے ہجر کے دل میں خار

ملا دیر تک گال سے اُس کے گال
لیے بوسہء لب عَلَی الاِتِّصَال

لیا خوب سیبِ ذقن کا مزا
عجب ہاتھ اک نارِ پستاں لگا

ہوا پھر تو پوشیدہ سب آشکار
نہ عقدے کو چھوڑا وہاں زینہار

ہوا سُفتہ الماس سے اُس کا دُر
صدف کو کیا آبِ نیساں سے پُر

اُٹھے بستر خواب سے پھر شتاب
ہوا ایک کو دوسرے سے حجاب

وہ بدلی جو پوشاک تھی پاش پاش
مبادا ہو راز اس علامت سے فاش

اُس نازنین نے وہ پوشاک ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دی اور کہا ''اس کمبخت نے میری آنکھ شرمندہ کی ۔ گل شاہ ہنستا ہوا وہاں

سے باہر نکل آیا ۔ پھر تو وہ حجاب طرفین سے بر طرف ہوا ، روزمرہ جامِ عیش چھلکنے لگا ۔ ہر وقت ہر ایک بھکنے لگا ۔ پھر اگر صاحب نے چار مکان بلند چاروں بہنوں کے واسطے اپنے مکان کے نزدیک خالی کیے ، چھت پردے سے مکمل ہر ایک کی بود و باش کے لیے دیے ۔ جس طرح اس داستان میں ہر ایک اپنی مراد کو پہنچا ، ہر حاجت مند کے مقصد و مرام کا انصرام نیک ہو ۔

شعر

الٰہی بہ حقِ شہِ انبیا
تو کر عفو ناصر کے جرم وخطا

تمت